بیڈھب رخنہ پڑ جاتا۔ امور مالی مین تو انگریز اور فرانسیسی ناظرون کو باتفاق یکدیگر
کام کرنا اسوجہ سے مشکل تھا کہ امور مالی کے انتظام مین جہان تک مصر مین ہوا ہے کچھ
اختلاف راے کی گنجایش نہین ہے اور نہ قومی تعصبات کے اظہار کا موقع ہے لیکن
اگر امور انتظامی یا امور عدالت مین کسی اصلاح عظیم کی کوشش کی جاتی تو انگریز اور
فرانسیسیون کے خیالات مین جو زمین آسمان کا فرق ہے وہ فوراً ظاہر ہو جاتا پس اگر
مصر مین انتظام بالکل از سر نو جاری کیا جاتا تو بہتر ہوتا تا کہ اس کام کو ایک سلطنت اختیار
کرتی، یا سلطنت انگلستان یا سلطنت فرانس۔ ریاض پاشا کے مستعفی ہونے کی وجہ
انتظام جدید کے کام مین اور زیادہ آسانی ہو گئی ہے کیونکہ جس ناظر کا ذکر سابق مین کیا گیا
اسی کی طرح ریاض کے زعم ناقص مین بھی اصلاح یافتہ محکمون کی کچھ حاجت نہ تھی اور
وہ یہ سمجھا ہوا تھا کہ موجودہ خرابیون کے انسداد کی سب سے عمدہ تدبیر یہ ہے کہ اہلکاران
سلطنت پر خاص میری ہدایت سے تنبیہ اور تہدید ہوتی ہے۔

اس سے بھی سخت تر الزام جسکی کیفیت کمتر لوگون کو معلوم ہے فقط انگریز و فرانسیس
پر یہ لگایا گیا ہے کہ انھون نے مصر کی حالت دریافت کرنے مین بڑی کوتاہ بینی کی اور یہ
نہ سمجھے کہ بیرونجات کی رعایا کو ایک طرف تو مرتشی اہلکار پیسے ڈالتے ہین اور نچوڑے
لیتے ہین دوسری طرف قلت اسباب معیشت سے انکی تباہی کا اندیشہ ہے۔ یہ
الزام البتہ نہایت غور طلب ہے لہذا اول تو نظارت کی نسبت جب کوئی قطعی راے
قائم کی جاسے تو اسکا لحاظ ضرور رکھا جاے۔ دوسرے یہ کہ جس امر کا اندیشہ ہے اگر
وہ فی الواقع موجود ہے تو جبتک انتظام جدید ہوتا ہے وہ امر ہمیشہ مد نظر رکھا جاے
اگر کسی ملک کی رعایا کے اسباب معیشت جنپر اسکی رفاہ و فلاح موقوف ہے لائق اطمینان
حالت مین نہین ہین تو انتظامی محکمے اور عدالتین اور انتظامی کمیٹیان چاہے کیسی ہی
حکمت سے قائم کی جائین ایسی رعایا کی رفاہ و بہبود کا باعث ہر گز نہین ہوگی

لہذا ہمکو اس مقدمہ مین تحقیق انیق کرنے کی تیاری کرنی چاہیے اور خود کسانون سے
شناسائی پیدا کرکے اُنکے ذرائع معاش کی کیفیت اُنسے دریافت کرنی چاہیے۔ اسلیے
میرا التماس ناظرین کی خدمت مین یہ ہے کہ مصر کے کسی گانون کو ملاحظہ کرنے کے لیے
میرے ساتھ تشریف لے چلین۔ اگر وہ مہربانی سے اس زحمت کو گوارا کرین تو انکو صرف
اتنی ہی دیر وہان ٹھہرنا پڑیگا جتنی دیر مین میرا مطلب نکل آئے۔ کیونکہ جیسی ناظرین کو
عجلت ہے اسی طرح مجھے خود جلدی ہے کہ قیاسی امور کو بالاے طاق رکھکر نتائج
عملی کے تحقیق مین مصروف ہون کیونکہ مین خود جانتا ہون کہ ہنوز دلی دور ابھی ہمکو
بہت سی مسافت طے کرنی ہے جب ہم اسکو طے کرلینگے تب اُس پہاڑی کی چوٹی پر پہونچینگے
جہان سے مصر کے مسئلہ پر بحیثیت مجموعی نظر کرنا ممکن ہے۔

باب پنجم

فلاحین کے خانگی حالات کے بیان مین

جب فلاحین کے گانؤن کو دور سے دیکھئے تو چند میلے کچیلے کھدر نخل خرما مین چھپے ہوے نظر آتے ہین۔ اور جب اتنا قریب پہونچ جایئے کہ مکانات دکھائی دینے لگین تو گانؤن کی شکل ایک احاطہ کی معلوم ہوگی جسکے بیچ مین ایک چھوٹی سی گڑھی دکھائی دیتی ہے جسمین ذرا ذرا سے عجب قطع کے مینار بنے ہوے ہین اور ایک خوش قطع گنبد بھی بنا ہوا ہے جو ظاہر مذہبی مقاصد کے لیے بنایا گیا تھا جنگی اغراض سے نہین تعمیر ہوا تھا۔ لکن پھر جو ذرا اور قریب سے دیکھیے تو یہ سب دھوکے کی ٹٹی معلوم ہوگی جس چیز کو آپ پہلے ایک سر تا سر دیوار سمجھے تھے وہ گڑھی کی دیوار نہین ہے بلکہ مکانات مسکونہ کی دیوارین ہین جو قریب قریب بنے ہوے ہین اور جنمین کہین کھڑکی یا دروازہ کا نام بھی نہین اور بیشتر جو آپ کو جو کور برجون مین رندے بنے ہوے معلوم ہوے تھے وہ چند بڑے بڑے مکانون کی چھتا بیان ہین جنکی دیوارون مین ہوادان اور روشندان بنے ہین۔ اور وہ سیاہ سیاہ ڈرونی گڑھی جو آپ کو دور سے دکھائی دی تھی وہ اُس گانؤن کے عمدہ یعنی رئیس کا حرم محترم یعنی زنانہ مکان اور مہمانخانہ ہے اُن شیخ صاحب کی صفت یہ ہے کہ شیخ ن مرید اور لڑاکی کے نام سے بجا رکھا ہے اور وہ دوسری چھوٹی سی گڑھی جو تھی جسمین عجیب قطع کے مینار بنے ہوے تھے وہ ایک بڑا کبوترن کا ڈربہ ہے اور وہ گنبد جو دور سے لمبا شاندار معلوم ہوتا تھا ایک چھوٹا سا خشت خام کا بنا ہوا مقبرہ ایک ولی کا ہے جنکی کرامات صرف اسی گانؤن مین مشہور ہے لگے خیرت سے

الغرض یہ سب تو دھوکے کی ٹٹی تھی۔ اب یہان سے صرف چند درختھاے خرما آسمان سے
باتین کرتے ہوے بڑے بڑے فاصلے پر نظر آئینگے جنمین سایہ کا نام بھی نہین اور کچھ
سیاہ سیاہ مکانات خشت خام کے دکھائی دینگے اور یہ وہین خدا کی عنایت سے ایسی جسکو
بنی اسرائیل نے حضرت موسی کے وقت مین حکم خدا سے بنایا تھا۔ شاید اس زمانہ کی تراش خراش
کہین کہین صرف اتنی دکھائی دے کہ ایک اسی سفیدی بھی بکھری ہوئی ہے مگر اس عالمگیر
سیاہی مین اتنی سی سفیدی کی کیا حقیقت اور کیا بساط۔ مکان کے آگے ایک تالاب بنا ہوا
ہے جسکا پانی سڑا ہوا ہے اور جس سے امراض وبائی انسان اور حیوان کو ہلاک کرنے کے لیے
پیدا ہوتے ہین کھیت ستے ہوے ہین اور زمین مختلف قسم کے غلہ کے بڑے بڑے لمبے
درخت لگے ہوے ہین کسان مرد و زن عجب عجب طرح کی پوشاکین پہنے ہوے ہین
اور ننگے برہنہ اور ناک بھینسین ایسی بدصورت کہ گویا طوفان نوح سے بھی پیشتر پیدا ہوئی
تھین گدھے بڑے اور چھوٹے دونون قسم کے مگر بھینس کالی اور بیوقوفی نہین آپ
انکے حماقت مشہور ہین بدنام ہین۔ اور ایک قطار کی قطار بڑے بڑے جنگی اونٹون
کی جنکے چہرون سے مشقت شاقہ کے آثار نمایان ہین آنکھین نیچی کیے ہوے خراماں خراماں
چلے جاتے ہین۔ آنکھ اٹھا کر دیکھیے تو ایک دشت سرخ فام کی کچھ چھاؤن سی نظر آتی
اور اسکی پشت پر جبال عرب کی قطار دکھائی دیتی ہے پھر جنوب کی سمت جو دیکھیے تو مطلع
بالکل صاف اور آسمان نیلا شفاف کہ سبحان اللہ مگر آفتاب کی وہ تمازت کہ العظمت للہ
اب اس تصویر خیالی کا خاتمہ بالخیر ہوا۔ سیاحان مصر پر کیا موقوف ہے ایسے ایسے تماشے
تو ان حضرات نے بھی اکثر دیکھے ہونگے جنکو اس زمانہ کے تصویر خانون کی سیر کرنے کا
اتفاق ہوا ہے۔ مگر جو بات اکثر لوگون کو نہین معلوم ہے اور جسکو بیان کرنا مجھے منظور ہے
وہ یہ ہے کہ ایسے گاؤن کے اندرونی انتظام کی کیا کیفیت ہے اور اہل دیہ کا طرز معاشرت
کیا ہے۔ انکی زندگانی کا طریقہ انسانیت سے بالکل معرا نہین ہے جیسا بعض لوگون کو

گمان ہے۔ فلاحین بھی اور آدمیون کی طرح رنج و راحت۔ امید و بیم۔ اور اقبال و ادبار کے ذائقہ سے واقف ہین اور اگر انکے احوال کو عجائب نگار افسانہ نویسون نے بعبارت رنگین نہین رقم کیا ہے تو اسکا سبب یہ ہے کہ انکے حالات انکے غمخوارون کے معرض تحقیق مین نہین رہے ہین مین عجائب نگار افسانہ نویسون سے گزارش کرتا ہون کہ اگر انکو کسی مضمون کی تلاش ہے تو اس مضمون مین طبع آزمائی اور خامہ فرسائی کرین۔ اگر وہ اسمین بخوبی غور کرین تو افسانہ نویسی کا مادہ کثیر پائینگے یعنی عمدہ عمدہ تصویرات خیالی کھینچینگے اور انسان کی طبیعت کے بہت سے کرشمے انکو دکھائی دینگے اور انکی راحت کا سامان دکھائی دیگا مگر انکے رنج کے اسباب بھی نظر آئینگے کہ دنیا مین رنج و راحت توام ہین اور بے ایک کے دوسرے کا مزا نہین۔ مگر مین واقعات کو سیدھے سادے طرز سے تحریر کرونگا جیسا اُن تماشائیون کا قاعدہ ہے جنکی طبیعت خلاق نہین ہے یا جو فسانہ نویسی سے مطلق بے بہرہ ہین۔

پہلے تو ہم ایک بہت ہی غریب فلاح کے گھر کو جا کر دیکھتے ہین بعد از ان اسکے سیدھے سادے طرز معاشرت کو دریافت کرتے ہین پس ہم دیکھتے ہین کہ ایک چھوٹے سے مکان کی سادی دیوار آٹھ فٹ کی ہے اور خشت خام کی ہے اور چھپر لگا ہوا ہے اور اسمین ایک چھوٹا سا دروازہ بھی لگا ہوا ہے جسمین سے پانچ چھ برس سے زیادہ عمر کا لڑکا بے سر جھکائے نہین نکل سکتا۔ چونکہ اُس مکان کے اندر جانے کی صرف یہی ایک راہ ہے لہذا معلوم ہوا کہ صاحب مکان کوئی گھوڑا یا بھینس یا گائے یا کسی قسم کے بڑے بڑے آلات زراعت نہین رکھتا ہے اور اگر اُسکو آئندہ کچھ جانور کے خریدنے کی امید ہو تو اس سے زیادہ امید نہین ہے کہ ایک دو بکری یا چند بطخین یا شاید ایک چھوٹی سی گدھی خرید لیگا ذرا اندر کی طرف دیکھیے تو اس قیاس کی صحت ہو جائیگی۔ اس احاطہ کے اندر تین چھوٹے چھوٹے صحن ہین اگرچہ جگہ کا طول و عرض بارہ فیٹ اور پچاس فیٹ ہو اُسکو صحن کہنا بھی

مشکل ہے ہم اُنکی دیوارون مین اتنے بڑے بڑے سوراخ بنے ہوے ہین جتنا بڑا وہ ۱۶۱
دروازہ تھا جسکا ذکر کیا گیا۔ پہلے صحن مین وہ کچا جھونپڑا ہے جسمین دروازہ مدار
اور اسکی چھت پتا ورسے پٹی ہوئی ہے۔ یہی جھونپڑا افلاح اور اُسکے عیال اطفال کا
باورچیخانہ بھی ہے اور خوابگاہ بھی ہے اور اُسکے عیال کی یہ تفصیل ہے کہ اُسکی ماں
اور جورو اور دو بچے۔ ایک بڑا سا چپٹا خشتی آتشدان تقریبًا اڑھائی فٹ اونچا جو اُس
اندھیرے مکان کی دو ثلث جگہ مین سمایا ہوا ہے دن کو تنور کا اور رات کو چولھے کا
کام دیتا ہے اور جاڑے کی راتون مین سارے گھر کو یعنی مرد و عورت سب کو بستر کا کام
دیتا ہے اور گرمی کی راتون کو سب کے سب ایک چٹائی بچھا کر زمین پر پڑ رہتے ہین۔ پہلے
صحن مین دو مٹھور تقریبًا تین تین فٹ کے رکھے ہین جنمین غلہ وغیرہ رکھا ہے اور ان ثم؟
مٹھوروں کے گرد چھ سات ڈھیلے فاقہ چنگنے اس فکر مین بیٹھے ہوے ہین کہ آنکھ بچا کر ایک آدھ
چونچ مٹھور کے اندر لگا ئین۔ سب کے اندر جو صحن ہے اسمین ایک جھونپڑے کے سوا اور
کچھ نہین ہے اور اُسکے دروازے مین بلی لگی ہوئی ہے۔ یہ دروازہ کی مضبوطی کی عجب
حکمت رکھی ہے جو مین نے مصر کے سوائے اور کسی ملک مین نہین دیکھی اور اگر یہ تدبیر
اہل مصر کی طبع زا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگلے زمانہ کے مصری اس زمانہ کے مصریون سے
زیادہ کاریگر ہوتے تھے۔ اس چھوٹے سے جھونپڑے کو بغیر دیکھے بھی ایک صحیح فہرست ان
اشیا کی جو اُسکے اندر ہین بن سکتی ہے۔ اُسکے اندر ایک رنگین صندوق رکھا ہوگا جسمین
صاحب خانہ کی زوجہ جب اُسکی شادی ہوئی ہوگی تو تھوڑا بہت جہیز لائی ہوگی اور چند
چیزین پوشاک کی قسم سے اور کچھ زیور دانداز استعمال بھی رکھا ہوگا اور کچھ تانبے کے برتن
اور ایک کجلوٹی یا سرمہ دانی رکھی ہوگی جسکا سرمہ آنکھون مین اسلیے لگایا جاتا ہے کہ
موتیابن ہونے پائے یا صرف عورتین بناؤ کے لیے لگاتی ہین۔ مجھکو بجاے خود یہ یقین ہے
کہ کحل آرایش کے لیے لگایا جاتا ہے بطور دوا کے نہین استعمال کیا جاتا اور یہ یقین میرا

محض بے بنیاد نہین ہے۔ کیونکہ اول تو مین جانتا ہون کہ لڑکون کی مان جسکا نام
فاطمہ ہے جیسے ذرا سن رسیدہ ہوگئی ہے کبھی کسی دوا کا اعتقاد اسکو نہین ہوا ہے اور
جب کوئی لڑکا بالا بیمار پڑا ہے تو اُسنے اسکو کوئی علاج نہین کیا ہے سوا اسکے کہ کاغذ کے
پرزون پر کاتبون کے خط سے اسم اعظم یا اور کوئی نقش لکھوا کر بیمار کے بازو پر باندھ دیا ہے
یا گلے مین ڈال دیا ہے اور اسی سے اسکو شفا ہو گئی ہے۔ اگر بیماری معمولی قسم کی ہے
تو یہ تعویذ صرف گلے مین ڈال دیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی مرض ضعف اعضاء رئیسہ مین
لاحق ہے اور کسی طرح نہین دفع ہوتا تو ایک تعویذ یا نقش کو گھول کر پلا دیتے ہین پھر اگر
خدا چاہے تو ضرور شفا ہو جائیگی۔ مگر فاطمہ کے مخزن الادویہ مین کحل کوئی چیز نہین ہے
کیونکہ اسمین شفا کی قوت نہین ہے۔ دوسرے مین یہ بھی جانتا ہون کہ اور عورتون
کیطرح فاطمہ بھی اپنی تعریف پر مرتی ہے۔ میرا مطلب یہ نہین ہے کہ بعض امور ضروری مین
وہ اپنے شوہر سے بیوفائی کرتی ہے۔ یا معاذ اللہ عفیفہ نہین ہے۔ اُسکی بڑھیا ساس
جو اسکی حرکات و سکنات کو ہر وقت دشمن کی نگاہ سے دیکھتی رہتی ہے اُسکی عصمت اور
پاکدامنی کا سارٹیفکٹ دینے کو موجود ہے۔ وہ اپنے شوہر کی محبت کی نگاہ کو غیر کی اتفاقی
نظر الفت سے لاکھ درجہ بہتر جانتی ہے مگر وہ یہ سمجھتی ہے کہ عورت کی چشم سیاہ جب کاجل
لگانے سے اور زیادہ سیاہ ہو گئی تو اُسکا شوہر بھی پر التفات کرتا ہے اور غیر کی نظر بھی گر
پڑتی ہے (بقول شخصے کہ میرے دونون میٹھے) اُسکا شوہر تو اسکی زندگی کا سہارا ہے اور
اگر خدانخواستہ یہ سہارا جاتا رہا تو قطع نظر اور امور کے دنیا سے اسکا چین جاتا رہا۔ اگر اُسکا
شوہر اس سے بے اعتنائی کرنے لگے تو باوجود مفلس ہونے کے بھی دوسری زوجہ اُس سے کم سن
کرسکتا ہے اور جو لطف اور اتفاق اُسوقت تک گھر مین رہا ہے وہ نہ باقی رہیگا۔ اس
بلا کو دفع کرنے کے لیے اُسنے تدابیر عقلی پر بھروسا نہین کیا ہے بلکہ کچھ روپیہ خرچ کرکے
اپنے مرشد سے حُب کا تعویذ لیا ہے جسکو وہ ہمیشہ اپنے گلے مین چاندی کا ملمع کی ہوئی ہیکل کے

نیچے پہنے رہتی ہے۔ کحل کا استعمال وہ احتیاطاً کرتی ہے اور از راہ دور اندیشی اپنے پرہیزنے سے درست رہتی ہے اور خدا پر توکل اور اپنے تعویذون کی تاثیر پہ بھروسا رکھتی ہے۔

کحل کے جملہ معترضہ سے میرا اصل مطلب رہا جاتا ہے آمدم برسر مطلب۔ اب اثاث البیت کی فہرست بتاتا ہون جن چیزون کا ذکر مین کر چکا ہون گل ما۔ و بضاعت انھین کو سمجھیے مگر یہ کہ اسمین کسیقدر جوار کو بھی شامل کیجیے جو ایک مٹھو مین رکھی ہے اور چھ سات چھنگنے ہین جنکا تذکرہ سابق مین ہو چکا اور جنکو یہ سکھایا گیا ہے کہ اپنے خود بخود چکپ لیا کرین وہ مکان اگرچہ وسیع و دوا فزین ہے مگر بقدر حاجت بہت ہے اور اگر آیندہ چند بکری کے بچے یا بھیڑین یا ایک دو گدھے بھی لیکر اس اثاث البیت مین شامل کر لیے جائین تو کچھ زائد جگہ کی ضرورت نہوگی کیونکہ جو جہان آئیگا وہ بھی کہین گھر والون کے قریب پڑ رہیگا مگر حیوان ناطق اور حیوان مطلق کی یکجائی سے یہ اندیشہ نہین ہے کہ ایک دوسرے کے آرام مین مخل ہوگا۔

اس گھر کا رئیس ایک شخص حسن نامے ہے وہ غریب ہے مگر بڑا ایکمنت آدمی ہے اسکا عمل اس نصیحت پر ہے کہ خیر الامور اوسطہا۔ ہرچہ گیرد مختصر گیرد۔ کچھ تھوڑے بہت عیوب بھی اُسمین ہین جیسے بزدلی۔ مکاری بیغیرتی۔ اتنے عیوب کا اُس جیسے غریب آدمی مین ہونا ضرور ہے۔ اور اُسنے جو کوڑے کھائے ہین تو غالباً ناحق نہین کھائے ہین مگر وہ کبھی کسی جرم عظیم کا مرتکب نہین ہوا ہے اور مصر جیسے ملک مین جہان سزائے جسمانی ہر کس و ناکس خوب دل کھول کر دے لیتا ہے کوڑے کھانا غربا کے لیے کچھ ہتک کی بات نہین ہے اگر کوئی پاشا یا بے جرم رشوت ستانی یا ظلم ستانی یا دیگر جرائم مین ماخوذ ہو کہ ایسے جرائم صاحبان حکومت سے اکثر سرزد ہوتے ہین اور قضا کار ایسی اتفاقی ص ۱۶ وجہ سے جسکا وہم و گمان بھی نہین ہو سکتا اسکے بدن سے قرابش یعنی کوڑہ مس بھی کر جاے

یعنی معاذ اللہ زمانہ تہ و بالا ہو جاے اور ایک حشر برپا ہو جاے اور انتظام ملک مین فتور عظیم کا
اندیشہ ہو مگر چونکہ فلاحین کو اپنی آبرو کا کچھ پاس و لحاظ نہین ہوتا ہے اور اُنکی نسبت
یہ گمان کیا جاتا ہے کہ اُنکو فہمایش سے کچھ اثر ہی نہین ہوتا لہذا اُنکی گوشمالی کے لیے
قرباش یعنی کوڑا نہایت ضروری اور آسان آلہ ہے۔ اگر مصر کے نہایت معتبر باشندون کے
قول کا اعتبار کیا جاے تو بے قرباش کے انتظام کو قائم رکھنا اور ٹیکس وصول کرنا اور عمدہ تمام
تحقیقات کرنا یا سرکاری فرائض مین سے کسی فرض کو ادا کرنا محال ہے۔ الغرض مصر کے
اہلکاران سرکاری بے قرباش کے ایسے بے دست و پا ہین جیسے ملاح بے ڈانڈ کے
جس سے وہ کشتی کھیتا ہے۔ لہذا یہ کچھ تعجب کی بات نہین ہے کہ متواتر کوڑے
کھانے سے حسن کچھ بدنام نہین ہوا ہے کیونکہ کوڑے کھانا تو ایک دستور کی بات ہے
اور کوڑے کھانے سے جو الم جسمانی اسکو ہوا وہ خود اُسکے یا اُسکے اہل خاندان کی افسردگی
کا باعث نہین ہوا ہے گو اسکو ناحق اور بے جرم کوڑے مارے ہون۔ جب وہ کوڑے
کھا کر لنگڑاتا ہوا گھر مین آیا تو اسکی نیک بخت بی بی فاطمہ کو اُسکے پاؤن پر ورم دیکھکر
بہت رنج ہوا مگر وہ ایسی بیوقوف عورت نہین ہے کہ اتنی سی بات کی شکایت کرتی
پھرے یا لوگون سے اپنے شوہر کا دکھڑا روتی پھرے درانحالیکہ وہ دیکھتی ہے کہ جو مصائب
میرے شوہر پر گذرے ہین وہی میرے باپ اور بھائیون اور میرے سب واقفکارون پر
گذرے ہین جیسے مشرقی لوگون کا معمول ہے اسیطرح سے فاطمہ پر بھی جو مصیبت پڑتی
ہے اسکو سہتی ہے اور جو کچھ رنج و راحت یا شادی و غم ہوتا ہے اسکو اپنے زعم ناقص مین
نوشتہ تقدیر سمجھتی ہے اور جیسا اولاد کے غم مین صبر و تحمل کرتی ہے ویسا کسی مصیبت
مین نہین کرتی جب آپ اسکو دیکھیے کہ نہر سے اس قطع سے وہ آتی ہے کہ سر پر ایک مٹی کا
گھڑا پانی کا رکھا ہے اور اُسکے آدھے چہرے پر نیلی نقاب پڑی ہوئی ہے جیسا شرع مین
حکم ہے کہ عورتین اپنا چہرہ نامحرمون کو نہ دکھائین گو مصر مین اس حکم کی پابندی بہت

احتیاط کے ساتھ نہین کی جاتی ہے تو آپ فوراً یہ قیاس کرلینگے کہ اُسکی نازنین اور لاغر
صورت سے جو نیلگون برقع مین کسیقدر چھپی ہوئی ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مصائب
آلام مادری کے ذائقہ سے یہ عورت واقف نہین ہوئی ہے مگر فی الواقع اُسکے چھ لڑکے
ہوچکے لیکن اونمین سے صرف دو زندہ ہین اگرچہ وہ مادر نامہربان ہرگز نہین ہے
مگر جب اُسکے بچے ایک ایک کرکے مرگئے تو وہ بہت روئی پیٹی نہین وہ اس مسئلہ علمی
سے مطلق آگاہ نہین ہے کہ جو بچہ سب سے زیادہ قوی ہوتا ہے وہ زندہ رہتا ہے مگر اپنے تمہ ۱
محدود تجربہ اور مشاہدہ سے وہ یہ بات جانتی ہے کہ ضعیف القوی بچے جلد مرجاتے ہین
علی الخصوص اگر وہ اُن اوقات مین پیدا ہون جبکہ انکی ماؤن کو امور خانگی مین مصروف رہنے کی
فرصت نہین ہوتی اور وہ یہ بھی جانتی ہے کہ مرجھنیہ بچہ جو دائم المرض رہتا ہو خود اپنی
جان کا وبال اور اپنے مان باپ کو دوبھر ہو جاتا ہے پس ایسے بچہ کو تعویذ طومار کرکے ملک الموت
کے پنجہ سے بچانا فضول ہے۔ مگر ایسے خیالات سے بھی اُسوقت اُسکے دل کو تسکین
نہین ہوئی جب اُسکا بچہ مرگیا اور اُسکو گاؤن کے باہر ایک چھوٹے سے ریگستان مین
دفن کرنے کو لے چلے تب وہ چیخین مار کر زار وقطار رونے لگی مگر جب چندر روز کے
بعد اولاد کی فرقت کا زخم اچھا ہوگیا اُسوقت اُسنے خدا کا شکر کیا کہ کمزور اور کھیل
بچون کا مرجانا ہی بہتر ہے۔

حسن ہمیشہ ایسا مفلس نہ تھا جیسا اب ہے تیس برس ہوے کہ جب اُسکے
باپ نے انتقال کیا تھا اُسوقت پینتیس ۳۵ ایکڑ عمدہ زمین اُسکے پاس تھی اور اُسکی کاشت
کا سارا سامان بھی موجود تھا اور حسن ایک بڑے سے مکان مین رہتا تھا جسمین ایک اصطبل
بھی تھا جسمین دو بھینسین اور ایک گدھی رہتی تھی وہ خود اور اُسکے دو بھائی جنکی شادی
ہوچکی تھی یکجا رہتے تھے اور بڑا بھائی منتظم خاندان تھا۔ چندمدت تک تو خیریت رہی
علی الخصوص اس زمانہ مین جبکہ امریکا مین جنگ ہو رہی تھی اور روئی کی بڑی قدر تھی

اور اسکا نرخ نہایت گران تھا۔ اور غلہ کا نرخ بھی کسیقدر گران تھا۔ اور حسن کے اہل خاندان
بھی جنکی ضرورت اراضی موروثی کی کاشت کے لیے نہ تھی ایک روئی کے کارخانہ مین جاکر
جو اُنکے گانون کے قریب تھا اور ایک عمدہ یعنی امیر کا کارخانہ تھا مزدوری کرتے
تھے اور معقول مزد حاصل کرتے تھے حسن اس زمانہ مین لڑکا تھا اور روئی کٹنے کی فصل
مین دو تین آنہ روز کما کر اپنے بھائی بندون کے پاس جمع کردیتا تھا جب اٹھارہ برس ۵۱ع
کی عمر مین اُسکی شادی فاطمہ سے ہوئی تو زمانہ خلاف ہونے لگا۔ سب سے زیادہ نفع روئی کی
کاشت مین تھا اب اُسکا نرخ گھٹکر نصف سے بھی کم رہگیا تھا اور سرکار نے دو تین
سال کا ٹیکس پیشگی طلب کیا پس ایسی حالت مین ہم خرما ہم ثواب کی کیفیت حاصل
ہونا محال تھا۔ ایک یونانی دوکاندار نے جو اس گانون مین رہتا تھا حسن کے خاندان کو
سرکاری ٹیکس ادا کرنے کے لیے کچھ روپیہ قرض دیا۔ خیر اسوقت تو ضرورت دفع ہوگئی
گو قرضہ کا ایک اور بار ہوا اگر چند مہینہ کے بعد سرکاری تحصیلدار نے اور زیادہ ٹیکس
طلب کیا اور اُس یونانی دوکاندار نے بھی اصرار کیا کہ میرا زر اصل مع سود دیجے
مگر حسن کے خاندان مین روپیہ کا توڑا تھا لہذا قرابش یعنی کوڑے بازی کی ٹھہری مگر
اس سے کیا ہونا تھا الغرض۔ اُن بیچارون کو بڑی مصیبت کا سامنا ہوا تب اُس یونانی
مہاجن نے کہا کہ فصل استادہ میرے ہاتھ بیچڈالو۔ پہلے تو اس مقدمہ مین بڑی دیر تک حجت
و تکرار ہوتی رہی آخر کو اس یونانی مہاجن نے فصل استادہ کی قیمت کا تقریباً دو ثلث
دینا منظور کر لیا اور جو روپیہ اسکے فروخت سے ملا اُسمین سے مہاجن کا سود دیکر جو کچھ
بچا وہ ٹیکس مین دیا گیا۔ مگر جب قرضہ پورا نہ ادا ہوسکا اور سرکاری چپراسی پھر ٹیکس
لینے کو آیا تو پھر اسی مصیبت کا سامنا ہوا۔ اور پھر کوڑے بازی ہونے لگی اور اس شدت
سے ہوئی کہ حسن کے بڑے بھائی کے پانون کے تلوے زخمی ہوکر اسقدر سوج گئے کہ وہ
بیچارہ چلنے پھرنے سے عاجز ہوگیا۔ مگر اُسپر اور کچھ اثر نہین ہوا بجز اسکے کہ اُسنے سرکار

قسمین کھائین کہ میرے پاس اس سے زیادہ ایک کوڑی بھی دینے کو نہین ہے۔ انکی دفعہ ص ۱
ٹیکس ادا کرنے کی یہ تدبیر ہوئی کہ بھینسین اور گدھے اور کسیقدر گھر کا اسباب بیچا گیا۔
کئی ہفتہ تک امن و امان ہی مگر اس تدبیر سے اُن بیچارون پر اور زیادہ مصیبت پڑ گئی
کیونکہ جب انکے پاس زراعت کے لیے مواشی ہی نہین رہے تو اب انکو ٹیکس ادا کرنا
سابق کے بہ نسبت بھی زیادہ مشکل ہو گیا اور ٹیکس مین جو کچھ کمی رہی اُسکا ذمہ دار شیخ البلد
یعنی گانون کا مقدم قرار دیا گیا اور اسکو یہ شبہہ ہوا کہ حسن کے مکان کے اندر یا اُسکے
پڑوس مین کہین دبیہ پوشیدہ رکھا ہے اور اس دفینہ کا پتہ لگانے کے لیے وہی قدیم
چال چلا یعنی کوڑے بازی کرنی شروع کی۔ ایک مدت دراز تک تو کوڑے بازی کا بھی
کچھ اثر نہوا مگر جب سب بھائیون کو خوب دررد رپے متواتر کوڑے لگائے گئے اور شیخ نے
کنایتہ یہ کہا کہ اب یہ معجز نما چھڑی تمھاری عورتون کے بدن سے مس کریگی تب ایک
چھوٹی سی تھیلی نکلی جسمین اشرفیان بھری ہوئی تھین اور جو چند سال ہوے تھے کہ زمین مین
دفن کی گئی تھی۔ مگر چونکہ وہ اشرفیان اتنی نہ تھین کہ بقایاے ٹیکس اور اس زمانی مہاجن کا
قرضہ بھی ادا کیا جاتا اور پھر تحصیلدار کو منھ بھرائی بھی دی جاتی اور چونکہ ٹیکس کی قسطین
چڑھتی جاتی تھین لہذا پھر اُسی معجز نما سونٹے (کوڑے) سے کام لیا گیا باین امید کہ کچھ اور
پوشیدہ خزانہ شاید نکل آئے مگر اب کی دفعہ یہ ساری کوشش بیکار ہوئی کیونکہ ان بیچارون کے
پاس اب ایک کوڑی بھی نہ تھی اور نان شبینہ کو محتاج تھے۔ القصہ اس مایوسی کے عالم
مین ایک روز بڑے بھائی احمد نے شام کو اپنے بھائیون سے کہا کہ میرا مصمم ارادہ ہے
کہ اس گانون سے چلا جاؤن لاڈکیمن اور جا کر قسمت آزمائی کرون تب حسن نے ص ۱
کہا کہ اس امر سے بہتر تو یہ ہے کہ یہ چند ایکڑ زمین جو اپنے باپ سے ہمنے پائی ہے اسی کو
بیچ ڈالین۔ اُسوقت رئیس خاندان نے کہا کہ اے بیوقوف اس زمین کو کون مول
لیگا اگر مفت بھی دوگے تو کوئی نہ لیگا۔ اب ٹیکس کی پوری رقم کا ادا ہونا تو ہم سے

محال ہے پھر ایک ہی آدمی ٹیکس کے لیے کیون محنت کرے اور فاقون کے مارے
مرجاے۔ یہ سوال لاجواب تھا اور ہرچند احمد کی بہت منت وسماجت کی مگر اُسنے
ہرگز نہ مانا اور صبح تڑکے اپنے جورو بچون کو لیکر چمپت ہوا او رخدا معلوم کہان اور کدھر
چلا گیا۔ تھوڑی ہی مدت کے بعد منجھلے بھائی نے بھی بڑے بھائی کی تقلید کی۔ جب
چار بھائی اکٹھا ہوکر اُس مصیبت کو نہ جھیل سکے تو دو بھائیون سے کیا ہوسکتا جنکے
پاس نہ مواشی تھے نہ روپیہ تھا۔ اس سے بھی زیادہ مصیبت اُنپر یہ پڑی کہ وہ تھے دو ہی
مگر سرکار مین چار سمجھے جاتے تھے لہذا اُن دو سے چار آدمیون کا کام بیگار یعنی بلا مزدوری
لیا گیا۔ جب اُنھون نے دیکھا کہ ہمپر مصیبتون کا ہجوم ہوتا جاتا ہے تو اُنھون نے خاندانی
جایداد اور اپنا قدیم مکان قرضخواہون کو دے دیا اور حسن نے اپنے بھائیون سے
علیحدہ ہوکر اپنے لیے وہ جھوپڑا بنوالیا جسکی کیفیت سابق مین لکھی گئی۔ وہ کہتا تھا کہ
اب ٹیکس کم ہوگیا ہے اور اگر میرے پاس مین اور مواشی ہوتے تو مین اپنی بسراوقات
بھی کرلیتا اور ٹیکس بھی برابر ادا کرتا۔ مگر میرے پاس روپیہ کہان ہے کہ زمین یا مواشی
خریدون۔ اور اب میرا اتنا اعتبار بھی نہین رہا ہے کہ منتظمان علاقجات خاندانی شا
سے زمین لگان پر لیکر اُسکی کاشت کرون۔ جب مین نے ایکمرتبہ منتظمان مذکورین مین
سے ایک شخص کو درخواست دی تو اُسنے پوچھا کہ لگان ادا کرنے کی کیا ضمانت دوگے
بھلا مین ضمانت کہان سے لاتا لہذا میری درخواست نامنظور ہوئی۔ بس اب میرے
رزق کا صرف ایک ذریعہ باقی رہگیا ہے کہ میرے ہمسایہ مین ایک متمول آدمی رہتا ہے اُسکی
شراکت کرلون کہ وہ بہت سی اراضی خالصہ کو ستاجرانہ لیکر شراکت کی کاشت پر دیتا ہے
الغرض حسن کو اُسکے متمول ہمسایہ نے اتنی زمین دی جتنی کی کاشت اُس سے ہوسکی
اور جتنے مواشی اور آلات زراعت اور تخم کی ضرورت اُسکو ہوئی وہ بھی مہیا کردیا۔
اور اُسکے معاوضہ مین اُسنے تین ربع پیداوار لیا اور باقیماندہ ایک ربع پیداوار حسن کو دیا گیا

اسمین سے بھی اُسنے اُسقدر غلہ جمع کرلیا جو بطور تقاوی کے حسن کو دیا تھا۔

اب غریب فلاح کو تو جانے دیجیے جس سے ذلیل تر کوئی شخص مصر کے بیرونجات مین نہین ہے اور کچھ متمول عمدہ یعنی رئیس دیہ کا حال سنیے جس سے زیادہ معزز مصر کے دیہات مین کوئی نہین ہے۔ اسکا مکان گانون کے بیچوبیچ مین ہے اور ہم جو اُسکے قریب پہونچے تو اتنا بلند اور چوڑا دروازہ دیکھا جسمین سے ایک باردار اونٹ بلا دقت نکل جاوے جیسے دیہات مین اور عمدہ مکانات کے دروازون پر محرابین وغیرہ بنی ہوتی ہین ویسی ہی اُس مکان کے دروازہ پر بھی ایک پتلی مٹی کی محراب بنی ہوئی تھی۔ اس محراب کے بیچ مین ایک گول گول خوشرنگ پتھر اس قطع کا جیسی بڑی سی پلیٹ ہوتی ہے لگا ہوا تھا اور پھاٹک کے اندر ایک بڑی سی لکڑی کی تپائی دیوار سے ص ۱۸۱
لگی رکھی تھی اور اسپر کچھ فرش بچھا ہوا تھا اُسپر تین مشین آدمی دوزانو بیٹھے ہوے بظاہر کسی اہم امر مین مشورہ کر رہے تھے۔ اُن تینون کی پوشاک گویا ایک ہی قسم کی تھی یعنے سفید عمامے اور سیاہ لمبی عبائین ایسے کپڑے کی جو باریک مگر بے چمک ریشم کا معلوم ہوتا تھا اور ایک باریک پارچہ اونی جسکا نام حرم ہے سر اور گردن اور شانون پر کچھ عجب قطع سے لپٹا ہوا تھا۔ اُنکے قریب ایک چوتھا شخص بھی نہایت مؤدب بیٹھا ہوا تھا اور وہ بھی وہی سفید عمامہ اور سیاہ لمبی عبا پہنے تھا مگر حرم نہین پہنے تھا اور اُنکے سامنے ایک قطار کی قطار فلاحین کی کھڑی ہوئی تھی اُنکی قطع وہی تھی جیسی حسن کی قطع سابق مین بیان کی گئی اور اُنکی پوشاک صرف ایک لمبی سی نیلی قمیص اور ایک اونی ٹوپی تھی۔ جو شخص تجربہ رکھتا ہو وہ اُس تماشے کو فوراً پہچان جائیگا۔ یہ متبرک حضرات گویا مسند حکومت پر بیٹھے ہوے انصاف و دادرسی کر رہے تھے۔ اُنمین ایک صاحب جو ذرا معمر اور سفید ریش تھے وہی عمدہ تھے اور اُنسے کمسن جو دو صاحب تھے وہ شیوخ البلد تھے اور چوتھا شخص جو مؤدب بیٹھا ہوا تھا قبطی صراف تھا جو اُس گانون کا خزانچی

اور تحصیلدار تھا۔ اور وہ فلاحین جو سامنے کھڑے تھے غالباً ٹیکس کے باقیدار تھے یا شاید بیگار کا کام کرنے کے لیے پکڑ آئے تھے۔ اور اُس گانون کے حکام اُنکو سمجھا رہے تھے کہ جو ٹیکس تمھارے ذمہ باقی ہے اُسکو ادا کردو یا اُنکو ہدایت کر رہے تھے کہ فلان نہر پر جا کر کام کرو۔ صراف جو اپنے ہاتھ مین ایک مٹھا کاغذات کا لیے کھڑا ہوا تھا اس سے تو پہلے ہی قیاس کی تصدیق ہوتی ہے۔ بہرکیف جس کام مین وہ لوگ مصروف تھے ہمارے آتے ہی اُسکو موقوف کر دیا۔ اور عمدہ نے سروقد اُٹھکر ہماری تعظیم کی اور ہمسے مصافحہ کر کے بہت گرمجوشی سے کہا صبحکم اللہ بالخیر یعنی صبح بخیر۔ ہمنے لینے دینے ہاتھ کو اُسکے ہاتھ پر رکھا اور اُسکو اُٹھا کر اپنی پیشانی اور لب سے لگایا اور وہی فقرہ کہا بحکم اللہ بالخیر والعافیة جب ہم یہ معمولی صاحب سلامت اور تین صاحبون سے بھی کر چکے تب لوگ ہمکو اس پھاٹک مین سے ایک صحن مین لیگئے جو تقریباً پچیس گز مربع ہوگا اُسکے گرد دو منزلہ مکانات بنے ہوسے تھے۔ ان مکانات کے نیچے کے درجہ مین مودی خانہ یا باورچی خانہ رہتا تھا یا نوکر چاکر رہتے تھے اور اوپر کے درجہ مین جسکے دروازون مین شیشے بھی نہین لگے تھے چند حجرے تھے جنمین صاحب خانہ اور اُسکے چار فرزند مع اپنی ازواج کے رہتے تھے۔
اس مکان کی تین سمت مین حرم سرائین اور حجرے تھے جنمین غیر آدمی نہین جانے پاتا تھا اور تیسری سمت مین ایک کمرہ تھا جسکو ترک مدارا یا سلام علیک کہتے ہین اور جسمین مہمانون سے ملاقات کی جاتی ہے۔ ایک پختہ زینہ سے جو ایک گوشہ مین بنا ہوا تھا ہم اس کمرہ کے اوپر چڑھ گئے اور ہمنے ایک لمبا سا کمرہ دیکھا جسمین آدھی دور فرش بچھا تھا اور کچھ میز کرسی وغیرہ نہ تھی سوائے ایک لمبے سے دیوان کے جو دور تک بچھا ہوا تھا اور جسپر کم سے کم بیس آدمی بآرام تمام بیٹھ سکتے تھے۔ بظاہر اس مکان کا اندرونی انتظام اس خیال بیجا سے کیا گیا تھا کہ مکان کے باہر ہمیشہ شدید گرمی رہتی ہے کیونکہ جب ہم لوگ اس دیوان پر بیٹھے تو ہماری پشت تو اُن بے شیشہ دروازون کی طرف رہی

جسکا ذکر کیا گیا اور ہمارے منہ کے سامنے دیوار مین ذرا اوپر ہٹکے ہوا کے لیے ١٢٤
جھروکے بنے ہوے تھے جنکی وجہ سے بے ہوا کے بیٹھنا غیر ممکن تھا اور اگرچہ مصر مین
ص۱۰۱ کبھی بارش نہین ہوتی تاہم موسم سرما مین جو ان جھروکون سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے تو
اچھا نہین معلوم ہوتا۔ مگر شکر ہے کہ مصر مین گرم کوٹ سب کپڑون کے اوپر پہننا کچھ
عیب نہین ہے بلکہ وہ اونی چغے بھی پہن لیے جاتے ہین جو ریل کے سفر مین پہنے جاتے
ہین اور بات چیت مین طبیعت ایسی مصروف رہتی ہے کہ سردی سے کچھ تکلیف نہین
معلوم ہوتی۔ محمدہ ایک ہوشیار اور تجربہ کار آدمی تھا اور گانون اور اُسکے قرب وجوار کے
معاملات کی نسبت جو کچھ پوچھیے اسکا جواب باصواب دیتا تھا اور اُسکے مزاج مین وہ بزدلی اور
وسواس نہین تھا جو اُسکے فرقہ کے لوگون کی طبیعت مین ہوتا ہے کہ جب غیر آدمی کچھ سوال
کرتا ہے تو کچھ جواب نہین دیتے یا غلط سلط جواب بے سمجھے بوجھے دے دیتے ہین۔ البتہ ایسا
سوال عمدہ سے نکرنا چاہیے جس سے اُسکو یہ شک پیدا ہو کہ ہمارا مقصد اس پوچھ پاچھ سے یہ ہے
کہ کوئی تدبیر ٹیکس کو بڑھا دینے کی کرین کیونکہ اگر اُسکو یہ شبہ ایک مرتبہ بھی ہو جاے تو پھر
وہ جو بات آپ سے بیان کریگا وہ محض لغو ہو گی اور فلاح کی طبیعت مین جتنی مکاری
اور ابلہ فریبی ہوتی ہے اُس سب کو صرف کر کے وہ آپ کو ضرور دھوکا دیگا۔ ہنوز تک
تو اُسکو یہ شک نہین ہوا کہ ہمارے ذہن مین نہایت خراب مالی تدبیرین ہین کیونکہ وہ
صاف اور سچے جواب دے رہا تھا۔ اگر اُسکے جوابات ایسے خشک اور ایسے مختصر تھے کہ
اس سے بات کرنے کو نہین جی چاہتا تھا تو خیر کیا مضائقہ ہے اسکی مکافات ایک
شیخ اور اُس صراف کی چرب زبانی سے ہو گئی کہ جو ہمین مہمان خانہ اُٹھ گیا اور اسکی چشم نمائی کا
خوف اور اسکا رعب و دبدبہ پھر نہین باقی رہا وہ بک بک کرنے لگے۔ جب ذرا دن چڑھے
ص۱۰۱ ہمنے صراف کو اکیلا پایا اور اسکو ہماری رازداری کا یقین ہو گیا تو اُسنے خوب جی کھولکر
باتین کین اور کچھ دلچسپ کیفیت محمدہ اور اُسکے گھر کی بیان کی جو اُسکے خاندان کے

کسی شخص کے سامنے نہین بیان ہوسکتی تھی۔

معلوم ہوا کہ یہ عمدہ ایک قدیم خاندان سے ہے اور اُسکے باپ دادا پردادا وغیرہ بھی یہی منصب لیتے تھے اور سب بڑے زمیندار اُس گانوؔن کے تھے۔ اب اُسکے پاس تقریباً ہزار ایکڑ زمین رہگئی ہے اور تقریباً اسکی دو چند اراضی علاقجات سرکاری کی مستاجری پر لی ہے اور اسکا ایک حصہ شکمی کاشتکارون کو دیا ہے اور باقیماندہ کی کاشت اپنے اہل خاندان سے یا مزدورون سے کراتا ہے۔ اُسکی تین بیبیان ہین ایک بی بی پچاس برس کی ادھیڑ ہے اور ایک اٹھارہ برس کی جوان اور ایک وسط مین ہے اور چار بیٹے اور اُنکی بیبیان اور لڑکے بالے ہین۔ اور کچھ نوکر چاکر بھی ہین۔ سب ملا کر کوئی سینتالیس آدمی ہین۔ آبائی جایداد تقسیم نہین ہوئی ہے اور کل جایداد منقولہ باستثناء پوشاک اور اسی قسم کی چیزون کے سبکے قبضہ مین بالشرکت ہے۔ ہر ایک ماں اپنے چھوٹے بچون کو لیکر ایک علٰحدہ حجرہ مین رہتی ہے مگر سارے گھر کے لیے کھانا اکٹھا پکتا ہے اور ہر حجرہ مین جتنے کھانے والے ہوتے ہین اُتنا کھانا بھیجدیا جاتا ہے سب کا روپیہ ایک ہی جگہ جمع رہتا ہے اور جب کسی کو کوئی چیز خریدنی ہوتی ہے تو رئیس خاندان سے استدعا کرتا ہے کہ خازن وہی ہے اور اُسکو اختیار ہے کہ چاہے روپیہ دے چاہے نہ دے۔ رئیس خاندان کو گھر کا انتظام کرنا اور سب کو باہم متفق رکھنا کچھ آسان نہین ہے علی الخصوص عورتین رشک وحسد کی وجہ سے آپس مین لڑا جھگڑا کرتی ہین تاہم گھر کا انتظام ص ۱۹۱
جو اُس سے بن پڑا ہے تو یہ اُسکی عقلمندی اور استقلال مزاج کی دلیل ہے۔ وہ بڑا تجربہ کار ہے اور سبکے ساتھ برابر انصاف و سختی کرتا ہے اور جب گھر مین کوئی جھگڑا ہوتا ہے تو صرف اُسکے موجود ہونے سے فوراً رفع ہوجاتا ہے۔ اُسکی اطاعت اور سرکش بہوؤن نے لاکھ چاہا کہ اپنے شوہرون کو اُنکے باپ سے منحرف کرکے اپنا گھر بار علٰحدہ علٰحدہ کرلین مگر اُنکی کچھ بھی نہ چلی اور جب تک وہ زندہ ہے اُنکی کچھ بھی نہ چلیگی۔ مگر غالباً اُسکے مرنے کے بعد

ایک گھر کے چار گھر ہو جائینگے اور انکی جایداد چارون بیٹون مین برابر تقسیم ہوگی کیونکہ ۱۵۵
سب سے بڑے بیٹے مین اتنی ہمت اور قابلیت نہین ہے کہ رئیس خاندان بنکر سب
بھائیون پر اپنا دباؤ رکھے اور سب گھر والون کو باہم متفق رکھے۔

گانوٴن مین سب سے زیادہ متمول اور معزز آدمی تو عمدہ ہے جسکے پاس ہزار ایکڑ
اراضی موروثی ہے اور سب سے زیادہ غریب بیچارہ فلاح ہے جسکے پاس بالشت بھر
زمین بھی نہین اور ان دونون کے وسط مین بہت سے درجے تمول اور افلاس کے ہین
بعض خاندانون کی ذاتی زمین ہے جیسا عمدہ کا خاندان ہے اور ایک جزو علاقجات
خالصہ کو مستاجری پر لیے ہوے ہین اور انکی کاشت خود کرتے ہین یا اپنے غریب بھائیون
سے انکی کاشت کراتے ہین۔ بعض خاندان جنکے پاس روپیہ کم ہے صرف اپنی ذاتی اراضی
کی زراعت پر قناعت کرتے ہین۔ مگر تیسرے فرقہ کے لوگ جو سب سے زیادہ ہین اور جنمین سے
حسن تھا زمین اور مواشی اور آلات زراعت اور تخم قرض لیکر کسی متمول آدمی کے ساتھ ص ۱۹۱
ساجھے مین کھیتی کرتے ہین۔ کیا ناظرین طبقۂ اوسط کے فلاح سے ملاقات کرنا پسند کرینگے جو
اگر انکو اسکی ملاقات منظور ہے تو بسم اللہ ہمارے ساتھ چلکر سلیمان کے گھر کو دیکھین —

سلیمان کے گھر کا دروازہ ویسا تحفہ تو نہین ہے جیسا وہ پھاٹک تھا جسمین سے
ہوکر ہم عمدہ کے مکان مین گئے تھے ورنہ اسکا صحن ویسا وسیع ہے مگر دونون اتنے وسیع ہین
کہ دو بھینسین اور ایک گدھا جو سلیمان پاس ہین انمین بفراغت رہتے ہین جیسی عمدہ کے
مکان پر ایک لمبی سی تپائی بچھی ہوئی تھی اور اسپر ملاقاتیون کے لیے فرش بچھا ہوا تھا
ویسی بیچارے سلیمان کو کہان نصیب۔ وہ اپنے مہمانون کو ایک کوٹھری یا تہ خانہ مین
بلاتا ہے جو دروازہ کے بائین جانب ہے اور جسمین فرش اور روشنی دونون ندارد۔ اگر ہم ابھی سے
ادھر سے شام تک اسکے مکان پر ٹھہرے رہین تو وہ بہت مزے کا کھانا کئی تنگ کا پکوا کر
ہمکو کھلوائے۔ مگر ہمنے اسکی دعوت کو اسلیے نہین قبول کیا کہ عمدہ نے ہمسے کہدیا تھا کہ آج

نان خشک ہمارے ساتھ تناول فرمائیے گا پس اگر ہم اُس سے پست مرتبہ آدمی کی دعوت کو
عمدہ کی ضیافت پر ترجیح دیتے تو عمدہ ہم سے خفا ہو جاتا۔ لہذا ہم سلیمان کے مکان کو صرف
ایک نظر دیکھکر وہان سے چلے آئے۔ اندر کا صحن تقریباً پندرہ فیٹ کا مربع تھا اور اُسمین
چوگرد کمرے بنے ہوے تھے جنمین ہم نہین جا سکے اور ایک اصطبل تھا اور ایک کھلا ہوا
چھپر تھا اُسمین آلات زراعت اور مختلف قسم کا اسباب خانہ داری رکھا تھا۔ اُس چھپر مین
ہمنے عجب تماشا دیکھا کہ ایک بڑھیا ایک موگری پر بیٹھی ہوئی بھینس کے دودھ کو جو ایک
۱۹/ ج مشک مین بھرا ہوا ہے چلا رہی ہے اور وہ مشک لیف خرما کی رسی سے ایک کھونٹی مین
لٹکی ہوئی ہے اور اسکے قریب ایک لڑکا اُسکے شانون پر ہاتھ رکھے کھڑا ہے اور وہ لڑکا
بالکل برہنہ ہے اور اُسکے کالے کالے بدن پر مکھیون کا ہجوم ہے۔ وہ بڑھیا ایسی دبلی
پتلی تھی اور اُسکی صورت ایسی ڈراونی تھی کہ سچ مچ ڈائن معلوم ہوتی تھی اور جیسی وہ لقات
اور زشت رو تھی ویسا ہی وہ فلاح لڑکا خوش آب تھا اور کبھی تو آنکھین پھاڑ پھاڑ کے
دودھ کے اُچھالنے کو دیکھتا تھا اور کبھی نظر تعجب سے ہم لوگون کو دیکھتا تھا کہ یہ کون ہین
اور ایک گنے کا ٹکڑا اُسکے ہاتھ مین تھا اُسکو بڑی خوشی سے چوس رہا تھا اور اُسکے گرد
بہت سے بکری کے بچے اچھل رہے تھے اور خوش فعلیان کر رہے تھے۔ اُس بچے کو اگر کچھ بھی سوجھنے
کی قوت تھی تو وہ یہی سوچتا ہوگا کہ یہ گنے کا ٹکڑا دنیا کی ہمہ نعمت ہے۔ وہ مریل ڈراونی
بڑھیا اُس لڑکے کی نانی نہ تھی جیسا ہمکو پہلے گمان ہوا تھا کیونکہ وہ اُسکی نانی تو جب ہوتی
کہ جب اُسکی کوئی بیٹی ہوتی مگر نانی کا مرتبہ حاصل کرنے کی جو تدبیر سب سے مقدم تھی وہی اُسنے کبھی
نہین کی تھی۔ منجملہ دیگر اسباب کے ایک یہ بھی سبب تھا جس سے اُسکی صورت ایسی ڈراونی
اور اُداس تھی کہ سچ مچ ہمیشہ کی خالہ معلوم ہوتی تھی کہ وہ عورت بانجھ تھی اور اُسکے
بانجھ پن کو حیلہ گردانکر اُسکے شوہر نے ایک اور عورت سے شادی کر لی تھی اور اُسکو بہت
چاہتا تھا اور سالہا سال گذر گئے تھے کہ اُس بیچاری بڑھیا کو یونہی ڈال رکھا تھا اور کچھ

۱۵۴ توجہ و التفات اُسپر نہ کرتا تھا۔ اُس کمبخت پر دوسری مصیبت یہ پڑی تھی کہ اُسکا شوہر جو سلیمان
ص ۱۹۱ کا بڑا بھائی تھا اُتنے دنوں نہین زندہ رہا کہ رئیس خاندان بنتا اور اُسکو بڑے بھائی اور
رئیس خاندان کی بی بی سمجھکر سب کنبہ والے اُسکا اعزاز و اکرام اور آؤ بھگت کرتے۔
قطع نظر اسکے اُسکا سارا گھرانہ کسی زمانہ مین بہت مفلس اور نادار تھا اور اور مصیبتین بھی
اُس بڑھیا پر پڑی تھین جنکو بیان کرنا طول امل ہے اور جنکے باعث سے وہ ایسی
افسردہ خاطر ہوگئی تھی کہ جو کچھ ذرا ظہور نسائیت اُسمین پہلے تھی وہ بھی اب بالکل نہ باقی
رہی تھی۔ اُسپر وہ مصیبتین گذر چکی تھین جو فلاحین پر گذرتی ہین اور لبریز جام مصیبت
پی کر خوب سیر ہو چکی تھی۔ مگر اُسکے سب گھر والون کو تعجب تھا کہ اس طفل صغیر پر جو ماں کے
پیٹ سے پیدا ہوتے ہی یتیم ہوگیا تھا سو کبھی کیسی شفقت کیون کرتی ہے۔ ہمارا مخبر بڑا
چرب زبان آدمی تھا مگر ہمنے جو اسکا باعث اُس سے پوچھا تو وہ بھی نہ بیان کر سکا لیکن
ہمارے خیال مین اسکا ایک سبب آتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب شمع جل چکتی ہے تو اُسکا
ذرا سا ٹکڑا جو شمعدان مین رہجاتا ہے یکایک بھبھک سے جل اُٹھتا ہے اور ابکی جو بجھتا ہے
تو پھر نہین روشن ہوتا۔ شاید اُس یتیم بچے کی دلفریب طفلانہ حرکتون سے اس بڑھیا
کا پتھر دل بھی موم ہوگیا تھا اور اُسکو اپنا بچپن یاد آتا تھا کہ ہم بھی ایک زمانہ مین ایسے ہی
بے فکرے تھے جیسا یہ لڑکا ہے اور اگرچہ اُس بڑھیا کا چہرہ بالکل تیرہ تھا مسکراہٹ کیا آتی
لیکن اُس مہ جبینہ چھوکرے کو عقل حیوانی کے زور سے معلوم ہوگیا تھا کہ اس بڑھیا کے
دل مین میری محبت ہے۔

خیر۔ یہ تو اپنا اپنا سمجھنا ہے اسکو جانے دیجیے کیونکہ اگر ایک بدصورت بڑھیا کو
بھینس کا دودھ ایک مشکیزہ مین چلاتے اور اُسکے پہلو مین ایک میلا کچیلا بچہ دیکھکر
ہمارے دل مین ایسے ایسے تصورات پیدا ہوے تو ہمکو یہ اندیشہ ہے کہ مبادا رحمدلی
و خدا ترسی کے ٹیلے سے ہمارا پاؤن پھسلے اور وہم و وسواس کے خندق مین دھم سے

ص ۱۹ کرتے ہین۔ بھلا اُس بڑھیا کے بچپن کی راحت یا مصیبت کے بیان کو اس مطلب سے
کیا تعلق ہے جس مطلب سے ہم اس گانوٗن مین گئے تھے کیونکہ ہم تو اُسکی مالی اور ملکی
حالت کو تحقیق کرنے کے لیے گئے تھے۔ پس اگر ایسی ہی جا بجا روش ہم اختیار
کرینگے تو نہین معلوم کیا کیا خرخشات اس کتاب مین لکھ جائینگے۔ اگر ایک مرتبہ بھی
آپکے دل مین یہ خیال آجاے کہ جاہل کندۂ ناتراش فلاحین بھی اور آدمیون کی طرح کچھ
حس و ادراک رکھتے ہین تو پھر آپ کو اُنکی کیفیت واقعی کچھ خاک بھی نہ سجھائی دیگی اور وہ وسعت
آپکے دماغ سے جاتی رہیگی جو ہر قسم کی تجسس و تفتیش کے لیے لازم بلکہ الزم ہے اور آپ
انسانیت اور مروت بیجا کے جذبہ مین آکر یہ کہنے لگین گے کہ خدا کرے مصر مین کرباش
(کوڑے بازی) کم ہو جاے اور اگر بالکل موقوف ہو جاے تو سبحان اللہ غربا کی جان
بچ جاے۔ مگر خدا کے واسطے یہ تو فرمائیے کہ پھر مصر کے بجٹ یعنی جمع و خرچ کا کیا دہاڑا ہوگا
اور قرضخواہون کا قرضہ کیونکر ادا ہوگا۔ بیکار اور بے قاعدہ رحم دلی اور خداترسی کا
اظہار جو کچھ ہمسے ہو سکا کر چکے اب آیندہ واقعات کے بیان پر اکتفا کرینگے اور جب یہ بات
اپنے دل مین ٹھان چکے تو پھر اب اسمین کیا تامل ہے کہ سلیمان کے روپیہ پیسے کے معاملات
کی کیفیت اپنے مخبر سے پوچھنا شروع کردین جو یہان کے حالات سے خوب واقف ہے
اور ہماری طرح وہمی آدمی نہین ہے۔

مخبر کی زبانی ہمکو معلوم ہوا کہ سلیمان ان چند فلاحین مین سے ہے جنکی حالت مین
ترقی ہو رہی ہے۔ اُسکی کامیابی کے دو سبب معلوم ہوے۔ ایک یہ کہ ایمانداری اُسمین
چھو بھی نہین گئی ہے اور جیسے سو مین ننانوے ۹۹ آدمی بشمول اُسکے سابق رہے ہین دیانتداری
سے کوسون دور ہین ایسا ہی اُسکو بھی سمجھیے۔ دوسرے یہ کہ وہ سو مین سے اقل مرتب
ننانوے ۹۹ آدمیون سے کہین زیادہ فہمیدہ اور ہوشیار رہین۔ اُسکو اُسی زمانہ سے ترقی اور
عروج ہوا جب سے ہمارے شفیق حسن کے خاندان کو تنزل شروع ہوا۔ اُس زمانہ مین ص ۱۹۶

وہ ایک غریب آدمی تھا اور کوئی حامی و مددگار اسکا نہ تھا اور چند عرصہ تک اسپر وہی
ظلم و تعدی اہل کاران سرکاری کے ہاتھ سے ہوتی رہی جیسی اُسکے ہمجنسون پر ہوتی تھی اور
اب اُنکے ظلم کی انتہا ہو چکی تھی۔ جب روئی کا نرخ اُسکے معمولی نرخ کا چوگنا ہو گیا تھا
اور سب لوگ آسودہ حال تھے اُس زمانہ مین سلیمان نے جو کچھ کمایا اُسکو اُڑا دیا کیونکہ
وہ دنیا کے حالات سے اسقدر واقف نہ تھا کہ یہ سمجھتا کہ زمانہ کسی سے ہمیشہ موافق نہین
رہتا آخر جب زمانہ اُس سے خلاف ہو گیا تو اُسنے دیکھا کہ اب میری تباہی مین کچھ باقی نہین ہے
اور اُسکو فوراً اپنی تباہی کا جو خیال آیا تو وہ پہلا نشہ ہرن ہو گیا اور اُسکی خلقی فہم و فراست
نے عود کیا۔ اُسکو خود بخود یہ معلوم ہوا کہ یہ ظلم ستانی جو سرکار کی طرف سے ہو رہی ہے اور
اس سے اور خرابیان برپا ہو رہی ہین اسمین دو فریق شریک ہین یعنی ظالم اور مظلوم
یا نوچنے والے اور وہ لوگ جنکی کھال تک نوچے لیتے ہین۔ الغرض یہ سوچتے سوچتے
اُسکے دل مین آیا کہ چلو مظلومون کے فریق سے نکل کر ظالمون کے فریق مین آجاؤ
اور لوگون کو نوچ کھسوٹ کر جو ہاتھ آئے اُسمین سے کچھ اپنے لیے بھی رہنے دو۔ اس انقلاب کو
عمل مین لانے کا اور کوئی ذریعہ اُسکے پاس نہ تھا سوا اُسکی فہم و فراست اور ایک
چھوٹی سی روپیہ کی ہمیانی کے جو اُسنے فارغ البالی کے زمانہ مین اس خیال سے
لگا رکھی تھی کہ مصیبت کے وقت کام آئیگی۔ یہ ذریعہ بخوبی کافی ہوا۔ پہلے تو اُسنے
یہ تدبیر کی کہ اپنے تئین اُس گانون کا شیخ منتخب کرا لیا اور جب وہ شیخ البلد ہوا تو
پھر اُسکے نوچنے کھسوٹنے کے لیے رعایا کی کیا کمی تھی۔ پہلے تو اُسنے نوچ کھسوٹ بڑی
ہوشیاری اور دور اندیشی اور اعتدال کے ساتھ کی مگر بعد ازان جب وہ عمدہ کو
اپنے موافق کر چکا اور نائب ناظم کو بھی رام کر چکا تب اسکو نوچ کھسوٹ کا بہت بڑا
موقع ملا۔ اُسنے صراف یعنی گانون کے مہاجن سے محدود ذمہ داری کے اصول پر
ساجھا کر لیا اور چند در چند عاقلانہ تدبیرین کرکے کچھ اراضی نہایت عمدہ حاصل کر لی اگر پہلے

اسکے زمیندارون کو اپنے فن و فریب سے تباہ و برباد کرلیا۔ اسکی مفصل کیفیت لکھنی کچھ
ضرور نہین ہے کہ اُسنے یہ کارروائی کیونکر کی کیونکہ اگر خالی کیفیت لکھی جاے اور اُسپر
اپنی طرف سے ایک لمبا چوڑا حاشیہ نہ چڑھایا جائے تو جو لوگ مصر کے کسانون کے طرز معیشت
سے واقفیت تامہ نہین رکھتے ہین اُنکی سمجھ مین کچھ بھی نہ آئیگا۔ القصہ جب سلیمان نے کچھ ملکیت
اراضی پیدا کرلی تھی تو مثل دیگر فلاحین کے وہ بھی اتنی بات پر اکتفا کرتا کہ اس زمین کو مفید
شرائط کے ساتھ کاشتکارون کو لگان پر دیتا اور اُسکی مقدار کو طرح طرح کی بے ایمانیان اور
اور بدذاتیان کرکے بڑھاتا اور جو غریب فلاح اُسکے اختیار مین تھے اُنکو مار پیٹ کر روپیہ
لیتا مگر سلیمان ذرا طباع اور خوش فکر آدمی تھا لہذا وہ ایک نرالی چال چلا۔ اس سے اور
ایک شخص سے ایک قطعہ اراضی کی بابت جھگڑا ہوا تھا اُسکی پیروی مین اُسے اسکندریہ جانا پڑا
اور جب مقدمہ کے فیصلہ مین دیر ہوئی تو ایک روز وہ ٹہلتا ہوا روئی کے بازار مین
پہونچا اور چونکہ خود چالاک آدمی تھا لہذا بازار والون کی چستی و چالاکی اور دوڑ دھوپ
اُسکو پسند آئی اور اُس بازار مین اکثر آنے جانے لگا یہان تک کہ بہت لوگون سے شناسائی
پیدا کی اور داد وستد کے معمولی طریقون کو سیکھ لیا۔ رفتہ رفتہ جب اُسنے اہل یورپ کو
کاروبار تجارت مین مشغول دیکھا تو بہت تعجب ہوا اور یہ سمجھا کہ تجارت سے بہتر
اور آسان تر کوئی ذریعہ دولتمندی کا نہین ہے۔ لیکن اب اُسکو تجربہ سے معلوم
ہوگیا ہے کہ تجارت ایسے نخلستان کی خاصیت رکھتی ہے جسمین خس و خاشاک کے تودے ۹۱
لگے ہون اور گہری گہری خندقین ادھر اُدھر کھدی ہوئی ہون۔ الغرض پہلے جو اُسکو
خیالات خام ہوے تھے وہ سب فوچکر ہو گئے۔ اگرچہ کبھی کبھی اُسکا نقصان بھی بہت ہوا
تاہم اسکے پاس کچھ دولت جمع ہو گئی تھی اور اگر اسکو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ زیادہ آرایش اور نمایش سے
ان ظلم شعار اہلکارون کی آتش حرص افروختہ ہوگی جو خود اس سے بھی زیادہ زبردست ہین تو خلاف
مین ایسا خستہ حال نہ رہتا پس اگرچہ سلیمان ظاہر مین اوسط درجہ کے فلاحین کے فرقہ سے تھا

تاہم ایسا مالدار تھا کہ تقریبا عمدہ کا ہم پایہ تھا اور بیچارے حسن کو جسکے پاس ایک لسوہ بھی
اراضی نہین تھی اُس سے کیا نسبت تھی۔

علاوہ ان مختلف اقسام کاشتکار پیشہ فلاحین کے مصر مین اہل حرفہ بھی ہین مثلاً
چٹائیان بنانے والے اور جلاہے اور رنگریز وغیرہ جنکے پیشے موروثی ہین اہل حرفہ
کاشتکار پیشہ فرقون کی بہ نسبت زیادہ ہوشیار ہین مگر انکی تعداد قلیل ہے اور جتنی دولت
بعض فلاح پاس ہوتی ہے اُتنی بھی اُنکے پاس نہین ہے کیونکہ جو اہل حرفہ زیادہ کاریگر
اور عالی حوصلہ ہین وہ قصبات مین چلے جاتے ہین - لہذا دیہات مین صرف غریب اور
اناڑی اہل حرفہ دکھائی دیتے ہین جنکی کچھ قدر و منزلت نہین کیجاتی۔

ان سب قومون اور فرقون مین ایک صفت خاص ایسی ہے - جو اصلاح امور معیشت
اور تہذیب اخلاق کے لیے ہرگز مفید نہین ہے وہ صفت یہ ہے کہ لڑکون کی شادی
بالکل کمسنی مین کر دیتے ہین اور متعدد بیبیان رکھتے ہین مصری اور ترک کسانون مین
یہی بہت بڑا فرق ہے کہ ترک کسان کمسنی مین شادی نہین کرتے اور ازدواج کے باب
مین چاہے انکا مذہبی اعتقاد جو کچھ ہو مگر وہ اکثر ایک ہی زوجہ پر قناعت کرتے ہین یہانتک ضرع
کہ بڑے بڑے متمول بلے اور پاشا بھی جنکو کمائی اُس تعدد ازدواج سے مانع نہین ہے جسکا
حکم قرآن مجید مین موجود ہے اکثر ایک ہی زوجہ منکوحہ پر اکتفا کرتے ہین الا اس صورت مین
جبکہ بیاہتا بی بی بہت جلد بوڑھی ہو جاتی ہے اور اُسکا خاوند جوان رہتا ہے - مگر برخلاف اسکے
مصر مین کسانون کا یہ دستور ہے کہ بچپن ہی مین شادی کر لیتے ہین اور بعد ازان جتنی مقدرت
ہوتی ہے اتنی بیبیان کرتے ہین - مگر اس مفلسی کے زمانہ مین بہت کم فلاح چار بیبیان
کرتے ہین جسکا حکم قرآن مجید مین ہے بلکہ تین بھی نہین کرتے اور ایک ہی پر قناعت کرتے ہین
اس اعتدال کا باعث مفلسی ہے کیونکہ جب فلاح پاس چار پیسے ہوے تو پھر وہ دو تین
نکاحون سے کب چوکتا ہے - اگر وہ پھر مفلس ہو جاے تو اپنی بیبیون سے محنت مزدوری

کرتا ہے یا طلاق دیتا ہے اور دیگر بلاد اسلام کی طرح مصر مین بھی طلاق ایسا آسان
معاملہ ہے جسمین ایک کوڑی بھی نہین خرچ کرنی پڑتی پس شاید ناظرین یہ سوال کرین
کہ جب طلاق کا رواج کثرت سے ہے تو کیا وجہ ہے کہ غربا اتنی بیبیان نہین کرتے ہین
جتنی امرا کرتے ہین اسکے دو سبب ہین ایک یہ کہ غربا کو ایسی عورتین کم ملتی ہین جو انکی
طبیعت کے موافق ہون اور فقر و فاقہ مین انکے شریک حال رہین - دوسرے یہ کہ کوئی
مرد جو اپنے عزیز و اقارب اور دوست آشنا کا ذرا بھی پاس و لحاظ رکھتا ہے اور کوئی
عورت جسکو اپنی آبرو کا کچھ بھی خیال ہے ہرگز شادی نہین کرتی تا وقتیکہ اپنے دوست
آشناؤن کو ولیمہ نہ دے یعنی انکی دعوت کرکے ناچ رنگ نہ دکھائے

کم سنی مین شادیان کرنا اور ایک سے زیادہ بیبیان کرنا یا اقل مراتب وہ قوت
شہوانی جو ان دونون باتون کا باعث ہوتی ہے شاید کچھ تعلق اس امر سے رکھتی ہے
جسکو مین نے اور اکثر سیاحون نے مصر مین مشاہدہ کیا ہے - وہ امر یہ ہے کہ فلاح لڑکپن
مین اکثر شوخ اور بے حیا لڑکا اور زیرک ہوتا ہے اور جب سن بلوغ کو پہونچتا ہے تو یہ صفتین
فوراً زائل ہو جاتی ہین - مگر یہ صرف ایک قیاسی امر ہے ہمارا بڑا اعتراض کم سنی کی شادیون
اور تعدد ازدواج پر یہ ہے کہ انکی وجہ سے بڑے بڑے خاندانون مین تفرقہ بڑھ جاتا ہے
اور یہ نتیجہ اسباب معیشت کے لحاظ سے نہایت مضر ہے اسواسطے کہ جس گھر مین بہت سے مرد
اور چند مواشی بھی ہون وہ اس طوفان کو جھیل جائیگا جسمین خالی میان بی بی بے اعانت
بیرونی کے خواہ مخواہ غرق ہو جائین - بڑے بڑے گھرون مین بیاہی ہوئی عورتون کے
باہمی رشک و حسد اور ان عادتون کی وجہ سے جو عورتون سے مخصوص ہین اکثر تفرقہ پڑ جاتا ہے
لہذا جتنی بیاہی ہوئی عورتین کسی گھر مین ہوتی ہین اتنا ہی اسمین تفرقہ پڑنے کا خوف
ہوتا ہے - آدمی اپنے باپ یا بڑے بھائی کی حکومت کو سہتا ہے مگر انکی بی بی
اپنی ساس نند کو کبھی نہین مانتی بلکہ ہمیشہ اس سے لڑا کرتی ہے کیونکہ وہ اسکے اقربا نسبی نہین ہین

اور بچپن مین انکی صورت بھی اُسنے کبھی نہین دیکھی تھی۔ اگر گھر مین ایک مرد یا کئی مردون
کی بیبیان ہوئین تو انکی نافرمانی اور سرکشی کا اور زیادہ خوف ہے بعض آدمی کی
بی بی ایسی لڑاکا ہوتی ہے کہ اُسکا شوہر مجبور ہو کر اپنے کنبہ والون سے کہین الگ لیجا کر
اُسکو رکھتا ہے جہان خانگی جھگڑے کا سارا وبال اسی کی گردن پہ ہے یا جب کوئی
شخص دوسری بی بی کرنا چاہتا ہے اور رئیس خاندان اُسکی معاش پر نظر کر کے اُسکو منع
کرتا ہے تو وہ شخص یہی چاہتا ہے کہ مین اُنسے علیحدہ ہو کر جو چاہون سو کرون سابق مین
رئیس خاندان کا رعب و داب خانگی جھگڑون کا مانع ہوتا تھا مگر اب مصر مین بھی اور ملکون کی طرح قدیم
بزرگون کے دستورات مٹتے جاتے ہین اور آزادی کے خیالات قوت پکڑتے جاتے ہین۔
اور معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے خاندانون مین تفرقہ پڑ جائیگا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگے
کسانون کے طرز معاشرت کی نسبت مختلف اور منتشر واقعات کو جمع اور تصدیق
اور مرتب کرنا زیادہ تر مشکل و مشقت طلب کام ہے بہ نسبت اسکے کہ جو احوال کتابون مین
لکھا ہے اسکو پڑھ لیا۔ ہنوز محقق کا علمی ذوق و شوق کم نہین ہونے پاتا کہ اُسکی آنکھین قبل موسم
پڑھتے لگتی ہین اور جون جون دھوپ کم ہوتی جاتی ہے اسکو یقین ہوتا جاتا ہے کہ آفتاب
افق حسی کے قریب پہونچ چکا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ معدہ بھی اور مسلمانون کی طرح غروب آفتاب کے
وقت کھانا کھانے کا عادی ہے لہذا اسکو مناسب ہے کہ اُسکے گھر جا کر اس ضیافت مین شریک ہون
جو اُسنے ہمارے لیے تیار کر رکھی ہے۔ غرض جو ہین ہم اُس لمبے چوڑے کمرے مین داخل ہوے
جسکی کیفیت سابق مین لکھی گئی ہے ایک فوج کی فوج خدمتگارون کی نمودار ہوئی اُنکے ہاتھ مین
بہت سی چیزین تھین اور منجملہ انکے ایک تانبے کی کشتی بھی تھی جسکو انھون نے
زمین پر رکھ دیا اور ہم لوگ حسب معمول ہاتھ دھو کر اور حلقہ باندھکر زمین پر پاؤن پر پالون رکھکر
بیٹھ گئے مین یہ نہین چاہتا کہ اس کھانے کی مفصل کیفیت بیان کر کے ناظرین کو ناحق زحمت
دون کیونکہ ایسی باتین تو ہر ایک سفرنامہ مین بآسانی مل سکتی ہین بلکہ میرا ارادہ

صرف یہ ہے کہ جو امور اور سیاحون سے فروگذاشت ہوگئے ہین اُنکو تحریر کرون جیسا کہ سابق مین گزارش کرچکا ہون - مین یہ چاہتا ہون کہ ناظرین کو جنھون نے مہربانی سے یہان تک میرا ساتھ دیا ہے آگاہ کردون کہ کوئی ایسی بات ہرگز بھی نہ کر بیٹھین جو مصر کے داب عقل کے خلاف ہو - ابتدا مین تو ناظرین سے یہ اندیشہ نہین ہے کہ کوئی ایسی بات کرینگے جو اہل مصر کے خلاف مزاج ہو کیونکہ ایسے ہنگام مین اُنکو صرف قانون قدرت کی متابعت کرنی چاہیے - اس بڑی ہی بڑی کشتی کے بیچو بیچ مین ایک بڑا سا پیالہ شوربے کا رکھا تھا اور ہر ایک مہمان کے ہاتھ مین ایک ڈوئی تھی اُس سے جتنا شوربا چاہتا تھا نکال لیتا تھا - جو لوگ پائون پر پائون رکھکر بیٹھنے کے عادی نہین تھے جب وہ پیالے سے شوربا نکالکر مونھ تک لیجاتے تھے تو وہ ٹپکتا جاتا تھا مگر ایسی بیہودگی خلاف تہذیب نہین سمجھی جاتی - البتہ جب منجمد غذائین دستر خوان پر آتی ہین تب ایسی بدگمانی کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے - چونکہ وہان چھریان اور کانٹے نہین ہوتے اور ہر ایک مہمان بلا تکلف اُن آلات سے کام لیتا ہے جو خدا نے کھانے پینے کے لیے پیدا کیے ہین لہذا ناتجربہ کار جنبی آدمی یہ قیاس کر لیتا ہے کہ اس حلہ مین بھی اپنی عقل کو ذرا دخل دینا چاہیے مگر اسکو اپنی عقل پر بھروسا نکرنا چاہیے ورنہ زک کھائیگا - مثلاً اگر وہ اپنے بائین ہاتھ سے ایک لذیذ بوٹی کا ٹکڑا یا خوش ذائقہ بھنے ہوے شتر مرغ کے گوشت کا ٹکڑا کاٹ سکے تو بڑا ہی بدتہذیب سمجھا جائیگا اور مصری مہمان اُسکے ساتھ کھانا کھانا مکروہ سمجھینگے - پھر آخر وہ کیا تدبیر کرے کہ کوئی امر خلاف داب عقل اُس سے نہ سرزد ہو - اگر وہ اُس لذیذ بوٹی کو ایک ہی ہاتھ سے توڑے اور دوسرا ہاتھ نہ لگائے تو کیا ساری بوٹی نہ کھنچ آئیگی ؟ نہین - ایسا ہرگز نہ ہوگا - وہ کلمہ کی انگلی اور انگوٹھے سے بوٹی کو پکڑکر اُسی ہاتھ کی اور انگلیون سے زور کرے اور اسکو سلیقے سے توڑے تو ایک بوٹی ٹوٹ آئیگی اور سارا ٹکڑا گوشت کا نہین کھنچ آئیگا مجھے صرف اتنا لکھنا ضرور ہے - باقی قانون طبیعی پر عمل کرنا کافی ہے -

مصر کے فلاحین کی صحبتون مین بھی امراے انگلستان کی صحبتون کی طرح یہ دستور
نہین ہے کہ جب وہ غیر آدمی کسی دوست کے مکان پر اتفاقاً جمع ہو جائین تو ایک کی ملاقات
دوسرے سے کرائی جاے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم تقریباً گھنٹہ بھر تک اُس گانون کے قاضی صاحب
کے پہلو مین بیٹھے رہے اور اُنکے ساتھ کھانا بھی کھایا کیے مگر ہمکو ذرا بھی شبہہ نہین ہوا کہ ایسے
متبرک آدمی کے قریب ہم بیٹھے ہوے ہین۔ اُن قاضی صاحب کا نام احمد افندی تھا
اور اُنکے روے مبارک کو دیکھکر عوام کا یہ قول یاد آتا ہے کہ آدمی کے اوصاف باطنی
اُسکے بشرہ سے ثابت ہو جاتے ہین۔ اُنکے چہرہ سے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ ایک فہمیدہ
وسنجیدہ اور معزز آدمی ہین اور انکی قوم انکی عزت کرتی ہے لیکن مین نے دن بھر جو اُنکے
حال مین تفحص کیا تو معلوم ہوا کہ یہ ایسا شریر اور پاجی آدمی ہے کہ سارے مصر شمالی مین
بحیرۂ روم سے آبشار اول تک اسکا مثل نہین ہے اب رہا صوبۂ نیوبیا اور ملک
سوڈان سو اسکی نسبت مین بالیقین کچھ نہین کہہ سکتا کیونکہ مین ان دور دراز صوبون
مین کبھی نہین گیا ہون اور مین نہین واقف کہ انمین کیسے کیسے نمونے پاجی پن کے دکھائی
ص ۲ دیتے ہین۔ سارے ملک مصر مین اول درجہ کا پاجی ہونا بقول ملٹن ملک الشعراے انگلستان
سخت بدنامی کی بات ہے جسکی آرزو کوئی بھی نکریگا لہذا احمد افندی جو بہت طامع
آدمی نہین تھا کوئی مقام شکایت نہین رکھتا ہے۔ وہ مدت سے ہمارے دوست سلیمان کا
یار غار اور شریک حال رہا تھا اور اسکو مسائل احکام شرع سے آگاہ کرتا رہا تھا بلکہ فی الحقیقت
وہ رعایا کے سب لوٹنے والون کا دوست تھا جنکو کبھی کبھی اس بات کی ضرورت ہوتی ہے
کہ اپنی ناجائز کاروائیون کو جائز بناکر دکھا دین اور اُسکے واقعی چال چلن کی کیفیت
صحیح اگر معلوم ہو سکتی ہے تو اُن مظلومون سے معلوم ہوتی ہے جو لوٹے گئے ہین اور جو اُسکے
گناہون کو پوشیدہ رکھنے کی کوئی وجہ نہین رکھتے ہین جیسا اور ملکون مین [illegible] گنہگارون
کا قاعدہ ہے ویسا ہی مصر مین بھی ان قاضی کی یہ کیفیت تھی کہ اپنی خباثت اور بے ایمانی کو

اپنے اعتقادات دینی اور تعصبات مذہبی مین مخل نہین ہونے دیتا تھا چنانچہ عرابی کی بغاوت کے
آخر زمانہ مین اُسنے اہل اسلام کی بغاوت مذہبی کو بہت برانگیختہ کیا اور اُنکو اس غرض سے
ورغلایا کہ تھوڑی زمین ایک قطعہ کی تھی اسکو یہ منظور تھا کہ اُس زمین کو مین تھیا لون
مگر جنگ طل الکبیر مین فوج باغی منہزم ہوئی لہذا اُسکا فن و فریب نہ چل سکا اور اب وہ
اپنی حرارت مذہبی اور خوش اعتقادی اور اور طریقون سے ظاہر کرتا تھا۔ جو مین وہ بڑی کی
برنجی کشتی اُٹھالی گئی اور مہمانون کے ہاتھ دُھلانے شروع ہوے قاضی مذکور نے بعض
مسائل علم نجوم پر اس خیال سے اعتراضات کرنے شروع کیے کہ شاید یہ کفار یعنی ہم لوگ
بھی ایسی خرافات کا اعتقاد رکھتے ہون مین نہین کہہ سکتا کہ اُسنے علمی مباحثہ کس مصلحت سے
شروع کر دیا شاید اُسکو یہ منظور تھا کہ یہ لوگ جو سامنے کھڑے ہوے ہماری تقریر کو سُن رہے
ہین اور اتنے ذی عزت نہین ہین کہ دعوت مین بُلائے جاتے لہذا ضیافت ختم ہونے کے
بعد وہ رجا کر دروازے کے قریب کھڑے ہوے ہین اُنکو یہ معلوم ہو کہ قاضی صاحب ایسے عالم
متبحر ہین کہ غیر ملک کے ذی علم آدمیون کے ساتھ بھی مباحثہ علمی مین ہار نہین ہین۔ غرض اپنی
خوش اعتقادی اور لیاقت علمی ظاہر کرنے کے لیے اُسنے کوپرنکس منجم جرمنی کے قاعدہ
نجوم پر بحث کرنی شروع کی جسکا مفاد یہ ہے کہ زمین ستارون کے گرد حرکت کرتی ہے
نہ یہ کہ آسمان متحرک ہو جیسا مقلدین نجوم بطلیموسی کو گمان ہے چونکہ ہم لوگون کو اُس سے
دلیل و حجت کرنی نہین منظور تھی لہذا وہ خود ہی بکا کیا اور جب کسی نے اسکو کچھ جواب نہین
دیا تو وہ بڑی فصاحت کے ساتھ تقریر کرنے لگا اور کچھ مضمون ایک لکچر کا بیان کرنے لگا جو
کسی پروفیسر نے اُس زمانہ مین بیان کیا تھا جبکہ وہ لڑکا تھا اور ازہر یونیورسٹی مین پڑھتا
تھا اُسنے ہم لوگون کو کافر سمجھکر نظر ترحم سے ہمکو دیکھا اور کہنے لگا کہ بعض آدمیون کو یہ اعتقاد
ہے کہ زمین ایک بڑے سے گیند یا نارنگی کے مانند ہے اور ہمیشہ اپنے محور پر اور آفتاب کے
گرد بھی گردش کرتی رہتی ہے مگر یہ اعتقاد محض مہمل و مزخرف ہے کیونکہ اگر یہ صحیح ہوتا

تو بعض آدمیون کے پاؤن اوپر اور سر نیچے ہوتے اور کوئی نشانہ باز دریا کے اُس طرف بندوق سے نشانہ نہ اُڑا سکتا مگر ہم خوب جانتے ہین کہ لوگ پاؤن اوپر کی طرف اور سر نیچے کی طرف کرکے نہین کھڑے ہوتے ہین اور نشانہ باز بالکل چلا کر بڑی دور سے نشانہ اُڑا دیتا ہے پس اس سے یہ لازم آتا ہے کہ زمین کی شکل کروی نہین ہے اور وہ متحرک نہین ہے وہو المطلوب۔ جہان تک اُس قاضی کی تقریر کا ترجمہ بابن مصری کے مجھکو ایک دوست نے سنایا وہان تک تو اسکی استدلال کا خلاصہ مین نے عرض کیا اور ظاہرا اکثر سامعین کو یہ تقریر سنکر تسکین ہوگئی کیونکہ وہ سب توجہ کرکے سننے لگے جس سے معلوم ہوا کہ قاضی صاحب کی مذاقت کی تعریف کر رہے ہین اور کسی نے کوئی اعتراض نہین کیا۔

جب قاضی صاحب نے کفار کے قاعدہ نجوم کو جو کوپرنکس منجم جرمنی کیطرف منسوب ہے ایک ہی وار مین فی النار کردیا تو وار انکہاک گئے اور ایک چھینٹ انکو اس در سے آئی کہ معلوم ہوا کہ انکو کفار نابہنجار کی تردید اور اہل حق کی تائید و تسدید کی تازہ قوت منجانب اللہ حاصل ہوئی ہے۔ مگر چونکہ بغیر انکی ہدایت کے ہمارے عقول ایسے ایسے مضامین عالیہ کے فہم و ادراک سے قاصر تھے لہذا ہم سمجھے کہ انسے گفتگو کرنا تو محض تضیع اوقات ہے بہتر ہے کہ اور مہمانون سے جو بیچارے [illegible] علم نہین رکھتے ہین کچھ امور دنیا کا ذکر کرین۔ ہمکو اُن امور کی نسبت پوچھ پاچھ کرنا تو کچھ ضرور نہ تھا جنکو ہم سابق مین بیان کرچکے ہین یعنی فلاحین کے خانگی حالات تو مختصر طور سے ہمکو معلوم ہوچکے ہین پھر اگر اُنکے بیان مین زیادہ طول دیا جاے تو جو لوگ کوئی تعلق یا غرض خاص اس معاملہ سے نہین رکھتے ہین انکو خواہ مخواہ ناگوار گذریگا۔ لہذا ہمارا وقت عمدہ طور سے اسمین صرف ہوگا کہ مصر کے انتظام دیسی کا صحیح احوال لکھین مگر میرا قصد یہ نہین ہے کہ چند جاہل مطلق اور خرد ماغ گساؤن سے (جنکا یہ گمان ہے کہ تین چار آدمیون سے

ملکر کلام کرنے سے مخاطب کو کچھ پریشانی نہین ہوتی بلکہ اوسکو شگفتگی ہوتی ہے) جو بات چیت
ہوئی ہے اسکو اس کتاب مین نقل کرون بلکہ میرا ارادہ ہے کہ اس کلام کے زیادہ تر
اہم نتائج کو ایک صحیح اور مسلسل پیرایہ مین ہدیۂ ناظرین با تمکین کرون اور ان نتائج کی
توضیح مین اور ذریعون سے واقعات کو دریافت کرکے بیان کرون ۔ مصر کے انتظام
دیہی کو صاف طور سے سمجھ جانا آیندہ بہت کام آئیگا کیونکہ لارڈ گرانول وزیر صیغہ
دول خارجیہ نے جو یہ وعدہ کیا ہے کہ "مصر کی تمام انجمنون کو دانشمندانہ ترقی دی جائے"
اگر اس وعدہ کے ایفا مین کبھی کوئی قومی انجمن یا اسی قسم کی کوئی اور مجلس مصر مین
قائم ہوئی تو لامحالہ اسی انتظام دیہی کی بنیاد پر اسکے ممبرون کا انتخاب ہوگا ۔

باب ششم

مصر کے انتظام دیہی کے بیان مین

مصر کے انتظام دیہی مین عمدہ یعنی رئیس یا مقدم دیہ اپنے ذاتی اعزاز کے لحاظ سے (ص ۲۰)
اور اپنے عہدہ او رمنصب کے اعتبار سے بھی سب سے زیادہ جلیل القدر ہے کیونکہ گورنمنٹ
کو ٹیکس ادا کرنے او رلوگون کو زبردستی فوج مین بھرتی کرنے اور انسے بیگار کام لینے
اور دیگر جملہ فرائض دیہی کا ذمہ دار سرکار مین سب سے بعد وہی (عمدہ) ہے اور اسی
ذمہ داری کے سبب سے وہ سب اہل دیہ پر ایک غیر محدود اور بزرگانہ حکومت کو عمل مین
لاتا ہے ازروے رسم و رواج قدیم اور کار سرکاری مین آسانی کے خیال سے یہی عہدہ
عمدہ سب سے بڑے زمیندار کو ملتا ہے اور نہ وہ اس عہدہ کے لیے منتخب کیا جاتا ہے (ص ۲۰۹)
نہ نامزد کیا جاتا ہے بلکہ گورنمنٹ صرف اسکے تقرر کو منظور او رتسلیم کرلیتی ہے۔ جب کوئی
ایسی بدعت عظیم وقوع مین آتی ہے جسکی صدہا شکایتین کسانون کی جانب سے ہوتی ہین
تو ناظم اسکو برطرف کرسکتا ہے۔ مگر ایسی شاذ و نادر صورتون مین قصوروار عمدہ کا عہدہ
اسکے بھائی یا اور کسی عزیز کو دیا جاتا ہے اور یہ منصب مع اپنی ذمہ داریون اور فوائد کے
اسی کے خاندان مین رہتا ہے۔ جو شخص اس عہدہ پر مقرر ہوتا ہے وہ اپنے انتظامی افعال
اور مالی ذمہ داریون کے معاوضہ مین براہ راست کچھ تنخواہ یا حق الخدمت نہین پاتا ہے
مگر اس مقام خاص مین اسکو ہمیشہ حکومت اور عزت حاصل رہتی ہے اور وہ عموماً کوئی
تدبیر کرکے اپنے منصب کے زور سے روپیہ گھسیٹ لیتا ہے۔ ایک روز مین نے ایک
فہمیدہ کسان سے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ کوئی شخص بھی عمدہ کے عہدہ کو قبول کرکے

حکام اعلی کی زیادہ ستانی کے عذاب مین پڑتا ہے اور جو صعوبت و کربت وہ اٹھاتا ہے اسکا معاوضہ کچھ بھی نہین پاتا۔ اس کسان نے ذرا منھ بنا کر اس سے معلوم ہوتا تھا کہ جتنا بیان کرنا اسکو منظور ہے اس سے بہت زیادہ کیفیت سے واقف ہے فوراً بلا تامل جواب دیا کہ وہ کیون ہمین تعجب کیا ہے سارا گانون کا گانون عمدہ کے قبضہ مین ہوتا ہے اور اسکا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے اور زیادہ ستانیان وہ خود تھوڑی کرتا ہے بلکہ انکو ہمارے سپرد کر دیتا ہے اور اگر وہ انکو صرف تقسیم کر دے اور انمین کچھ اضافہ نکرے تو مین خوش نصیبی ہماری ہے"۔

جب کسی ضلع مین جو چند دیہات پر مشتمل ہے ایک ہی بڑا زمیندار ہوتا ہے تو وہ ان سب دیہات کا عمدہ ہوتا ہے اور انھین او شیخ البلد مین جو اس سے زیادہ متمول اور ذی وقار ہوتا ہے منجملہ اور فرقون کے ایک فرق یہ بھی ہے کہ جہان تک مین واقف ہون شیخ البلد کی حکومت ایک ہی گانون پر محدود ہوتی ہے مگر عمدہ کی حکومت متعدد دیہات پر حاوی ہوتی ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ بغیر ایک یا چند شیوخ البلد کے کسی گانون کا انتظام نہین ممکن ہے مگر بعض اضلاع مین عمدہ نہین ہین یا یہ کہئے کہ عمدہ کا لفظ وہان عموماً نہین مستعمل ہے۔ مثلاً ضلع براری مین مین نے کبھی عمدہ کا لفظ نہین سنا مگر وہان کے شیوخ البلد جو اپنے اپنے مقام پر گویا بادشاہ ہین عمدگان کے جملہ اوصاف سے متصف ہین صرف اتنا فرق ہے کہ بعض اوقات ایک ہی گانون مین کئی شیوخ البلد ہوتے ہین پس جتنا واقعات سے ثابت ہوتا ہے شاید اس سے کچھ تجاوز کر کے مین نے عمدہ کو مصر کے انتظام دیہی کا جزو اعظم قرار دیا ہے۔ مگر تمام مقاصد ملکی پر نظر کر کے ہم ان خصائص مختص المقام سے تعرض کرنا کچھ ضرور نہین سمجھتے اور عمدگان و شیوخ البلد کی صرف معمولی حالت تحقیق کرتے ہین۔ ص

عمدہ کے خاندان مین اور گانون کے اور باشندون مین کچھ فرق بین نہین ہے

بلکہ عمدہ مین اور فلاح محض مین اگر فرق ہے تو درجہ کے اعتبار سے ہے قسم یا نوع کے ۱۴۳
اعتبار سے نہین ہے۔ اپنے غریب ہمسایون کی بہ نسبت عمدہ زیادہ ارضی اور مواشی
رکھتا ہے اور اسکے پاس سامان عیش و عشرت بھی زیادہ ہوتا ہے مگر عمدہ اور فلاح ایک ہی
قوم سے ہوتے ہین اور ایک ہی مذہب رکھتے ہین (باستثناے چند قبطیون کے جو عیسائی
ہین) اور دونون کی زبان ایک ہے اور دونون کو غیر تعلیم یافتہ کہنا بیجا نہین ہے اور
دونون کے خیالات اور توجہ اپنے افکار معاش کے تنگ دائرہ کے اندر محدود رہتی ہے
جس عمدہ کے مکان پر ہم ابھی ہو آے ہین وہ ایک واجبی نمونہ اپنے فرقہ کے لوگون کا ہے
مگر مجھکو یہ بھی گزارش کرنا لازم ہے کہ اس فرقہ مین چند اشخاص اوس سے بھی زیادہ متمول
اور معزز ہین انھین مین سے ایک شخص کی کیفیت مین ناظرین سے بیان کرنا چاہتا ہون
علی بے ایک متمول اور معزز آدمی ہے اور اسکی عمر تقریباً پچاس برس کی ہے اور اسکے
چہرہ پر فلاحیت برستی ہے اور دانائی اور ہمدردی عیان ہے۔ اسکا بے کے لقب سے
مشہور ہونا اور سفید عمامہ کے بدلے سرخ ٹوپی پہننا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اہلکاران
سرکاری کے زمرہ سے ہونے کا مدعی ہے مگر اسکا یہ دعوی صرف اس وجہ پر مبنی ہے
جو خدیو نے محض براہ قدردانی و عزت افزائی اسکو عطا فرمایا ہے ورنہ کوئی خدمت ملکی یا
انتظامی اس سے متعلق نہین ہے۔ فی الحقیقت اسکے ذاتی معاملات اس کثرت سے
ہین اور اسکے انصرام مین وہ اسقدر منہمک رہتا ہے کہ سواے اعزازی خطاب کے کسی واقعی عہدہ کا
متحمل وہ نہین ہو سکتا کیونکہ وہ ایک بڑا زمیندار ہے اور بڑا بھاری روئی کا کارخانہ
رکھتا ہے اور بہت سی پانی کی کلون سے صرف وہ اپنی ہی اراضی مین آبپاشی نہین کرتا ہے
بلکہ اپنے غریب ہمسایون کی زمین کو بھی سیراب کرتا ہے اور وہ اسکندریہ مین اکثر جایا کرتا ہے
اور وہان کے تجار وغیرہ مین بڑا رسوخ رکھتا ہے۔ اسکا مکان گانون کے اندر نہین ہے
جیسے اکثر عمدگان کے مکانات ہین بلکہ گانون سے کسیقدر فاصلہ پر ہے اور اہل یورپ کے

مکانات کی قطع کا ہے اور اسکی پشت پر ایک باغیچہ ہے۔ مکان کے اندر جو میز کرسی وغیرہ ہے
یا جو سامان نمایش و زیبایش ہے وہ بھی اہل یورپ کے ڈھنگ کا ہے یعنی ہر چیز نہایت
بیش قیمت اور فوق البھڑک ہے مگر باوجودیکہ فرش فروش وغیرہ مین مبلغ خطیر صرف ہوا ہے
تاہم بعض کمرے ایسے بے سر و سامان پڑے ہوے ہین کہ گویا ٹھیکہ پر سجے گئے ہین اور
جس طرح ٹھیکہ دار نے انکو آراستہ کیا تھا بعینہ اسی طرح اب تک باقی ہین یعنی انکی سجاوٹ
ایسی بے قرینہ اور واہیات ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا گنوار کو نفیس کپڑے پہنا دیے۔
اور خود صاحب مکان پر بھی ایسا مکان موزون نہین ہے کیونکہ وہ ایک سیدھا سادا
آدمی ہے اہل یورپ کی تمیزداری اور سلیقہ اسکو کہان نصیب اور دولت اور حکومت کو
خالی خولی نمایش سے زیادہ دوست رکھتا ہے۔ سنا ہے کہ کسیقدر علم بھی وہ رکھتا ہے مگر
علم بھی اُس معنی سے جو معنی اس لفظ سے اہل اسلام سمجھے ہین لیکن غیر زبانون سے بالکل نہین
واقف یہان تک کہ ترکی زبان بھی نہین جانتا اور جب کوئی غیر ملک کا آدمی اُسکی
ملاقات کو آتا ہے جو عربی زبان نہین جانتا تو سکرٹری اور ترجمان کے ذریعہ سے اسسے
بات چیت کرتا ہے اور اُسکا سکرٹری ایک نوجوان شامی ہے جسمین اپنی قوم کی فطرت
اور تابعداری کوٹ کوٹ کے بھری ہے۔ شاید مجھکو یہ پوچھنا مناسب تھا کہ علی بے
نے اتنی بڑی دولت کیونکر حاصل کی کیونکہ اگر یہ بات بخوبی تحقیق کی جاتی تو نتیجہ اچھا نہوتا
اور اُس شامی ترجمان نے جو بڑے کرّوفر سے علی بے کی مدح و ثنا کی تھی کہ بے مثل آدمی
ہین اور علی الخصوص مظلوم و مقہور فلاحین کے دوست صادق اور بڑے حامی و مددگار
ہین اسکے خلاف ثابت ہوتا۔ علی بے کی نسبت کچھ ایسی بُری افواہ مشہور تھی کہ اگر
اُسکی تصدیق ہو جاتی تو خود مجھکو ملال ہوتا کیونکہ وہ جس سے ملتا ہے بے ریائی اور
صاف باطنی کے ساتھ ملتا ہے اور جسکی تواضع کرتا ہے کشادہ دلی سے کرتا ہے اور
اُس طرح سے کرتا ہے کہ مہمان کو ناگوار نہین ہوتا۔ غرض اوسکے اوصاف حمیدہ جو ہون سو ہون

مگر اسمین شک نہین ہے کہ اسکے مکان کے گرد و پیش کوسون تک ہر مقام پر اُسکی تعظیم و تکریم ۱۴
ہوتی ہے یہان تک کہ خود صوبہ کا ناظم اس سے بگاڑنا اچھا نہین جانتا ہیچ قوم کے لوگ
جو اسکا احترام کرتے ہین اُسکا ایک مضحک نمونہ ایک روز مین نے خود دیکھا کہ جب مین کھانا
کھا چکا تو مجھکو خیال آیا کہ مبادا ریل مجھکو نہ ملے پس مین نے اپنے میزبان سے کہا کہ مین
جاتا ہون میری اس عجلت کو معاف فرمائیے۔ اُسنے کہا گھبرائیے نہین مین نے اپنا
آدمی ریل کے اسٹیشن پر بھیجا ہے کہ ریل والون سے کہے کہ ایک صاحب آتے ہین
ابھی ریل کو روکے رہو۔ اور ریل آپکے انتظار مین رکی رہیگی۔ جو اُسنے کہا تھا وہی ہوا
کہ جب مین اُسکے ساتھ ایک بہت عمدہ بگھی پر سوار ہو کر جسمین بہت خوبصورت عربی
گھوڑون کی جوڑی لگی ہوئی تھی ریل کے اسٹیشن پر پہونچا تو مین نے ریل کو اپنا منتظر پایا اور
اسٹیشن ماسٹر کو دیکھا کہ اُس امیر کبیر (علی بے) کے انتظار مین نہایت مؤدب کھڑا ہے

عمدگان مصر کو تعلقدارون کے لفظ سے تعبیر کرسکتے ہین مگر اُس معنی سے تعلقدار
نہین ہین جیسے اگلے زمانہ مین انگلستان کے تعلقدار فوجی خدمات کے معاوضہ مین
بادشاہ سے جاگیرین اور منصب پائے ہوے تھے اور تعلقدار کے مرنے کے بعد اُسکے تعلقہ کا
بندوبست اُسکے بعض ورثہ کے ساتھ کیا جاتا تھا اور بعض ورثہ محروم رکھے جاتے تھے بلکہ مصر مین
یہ قاعدہ ہے کہ مالک اراضی یا تعلقدار کے مرنے کے بعد اُسکا تعلقہ اُسکی اولاد پر برابر
تقسیم ہو جاتا ہے۔ اگر لفظ عمدہ کی تعریف مطلوب ہو تو میرے نزدیک اُسکی یہ تعریف
ہوسکتی ہے کہ عمدگان مصر ایک فرقہ متمول کسانون یا متاجرون کا ہے جو عموماً دیہات
مین رہتے ہین اور قرب و جوار مین بھی کچھ اراضی رکھتے ہین۔ مصر مین اُس قسم کے تعلقدار
نہین ہین جنکے حقوق تعلقداری فوجی خدمات کی بجا آوری پر موقوف ہون جیسے
اگلے زمانہ مین انگلستان کے تعلقدار ہوتے تھے محمد علی خدیو مصر نے ایسا فرقہ ایجاد کرنے کا
قصد کیا تھا اور چند تعلقون کا انتظام اس نہج پر کیا تھا کہ تعلقدار کے مرنے کے بعد

اُسکے سب وارثون پر تقسیم نہوسکین بلکہ بعض وارثہ کے ساتھ مخصوص رہین۔ مگر اُسکی کوشش
کارگر نہین ہوئی اور اُسکے بعد جو خدیو ہوے اُنھون نے اس انتظام کو دوبارہ جاری
کرنا مناسب نہین سمجھا۔ اراضیات دیہی کے باہر بہت سے وسیع علاقے ایسے ہین جنکو
آبادیہ کہتے ہین اور جنکے مالک وہ اہلکاران سرکاری ہین جو اکثر شہرون مین بودوباش
رکھتے ہین ان لوگون مین سے جو **ذوات** (یعنی معزز عہدہ داران سرکاری) کے لقب سے
مشہور ہین اُنمین اور اُن **عمدگان** مصر مین جو زیادہ تر متمول و بڑی عزت ہین ایک قسم کی
رقابت رہتی ہے یا یہ کہیے کہ کچھ ایسی بے لطفی رہتی ہے جو آیندہ رقابت کی [illegible] پہونچ
جائیگی۔ اکثر **ذوات** قوم کے ترک یا ترک نشین ہین اور کسیقدر تعلیم یافتہ بھی ہین اور حکام کے
زمرہ سے ہین۔ چونکہ مجلس **حسنا** دیہ مقرر کرنے سے ایک غرض یہ بیان کی گئی تھی کہ حکام
مصر کی قوت اور مطلق العنانی کو روکے رہے لہذا مجلس مذکور مین **ذوات** نہین شامل
کیے گئے بلکہ **عمدگان** اور متمول تجار اُسکے ممبر مقرر کیے گئے۔

اگرچہ **عمدہ** سے سخت ذمہ داریان متعلق ہوتی ہین اور بہت قدر حکومت بھی اُسکو
حاصل رہتی ہے تاہم وہ معمولی روزمرہ کے معاملات مین دخل نہین دیتا بلکہ جب کوئی اہم
معاملہ درپیش ہوتا ہے جسمین بحیثیت مقدم دیہ اُسکی شرکت کی ضرورت ہوتی ہے تب
وہ اپنے اختیار کو عمل مین لاتا ہے۔ معمولی اوقات مین گانؤن کا انتظام **شیخ البلد** سے
متعلق ہوتا ہے جسکو اہل دیہ منتخب کرتے ہین اور جو اپنے افعال کا جوابدہ اور ذمہ دار اپنے
منتخب کنندون سے رہتا ہے۔ ان شیوخ کی تعداد مختلف دیہات مین مختلف ہے
عموماً تین سے چھ تک اُنکی تعداد ہوتی ہے مگر مین نے سُنا ہے کہ وادی مصر کے بعض
بڑے بڑے گانؤن مین اٹھارہ اٹھارہ اور بیس بیس **شیوخ البلد** ہوتے ہین اور کبھی
ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی بڑے سے خاندان کا ایک علٰحدہ شیخ ہوتا ہے۔ ہر ایک
شیخ کے انتخاب کنندون کی تعداد اُسکے کمالات شخصی اور رسوخ ذاتی پر موقوف ہے

145

کبھی تو صرف پانچ چھ گھرون کی طرف سے ایک شیخ ہوتا ہے اور کبھی کل باشندگان موضع کی طرف سے ایک شیخ ہوتا ہے۔ اگر اُسکے انتخاب کنندے اس سے ناراض ہون تو حکام ضلع کو عرضی دیکر اُسے برطرف کر سکتے ہین یا اس امر کی اجازت طلب کر سکتے ہین کہ اسی کے ہم منصبون مین سے کسی شیخ کی اطاعت اختیار کرین نائب ناظم جسکو ناظر قسم کہتے ہین ان شکایتون کو بر سر موقع تحقیق کر کے چاہے اُنھین منظور کرے چاہے نامنظور کرے۔ جب کوئی شیخ برطرف ہوتا ہے یا استعفا دیتا ہے یا مر جاتا ہے اور اُسکی جگہ پر دوسرا شخص مقرر کرنا منظور ہوتا ہے تو اُسکا انتخاب اس آسان طریقہ سے کیا جاتا ہے کہ انتخاب کنندے گانون کے قریب کسی میدان مین نائب ناظم کے سامنے جمع ہوتے ہین اور اپنی ٹکڑیان علیحدہ علیحدہ بنا کر جس امیدوار کا مقرر ہونا منظور ہے اسکو منتخب کر لیتے ہین۔ اور جس امیدوار کی ٹکڑی مین سب سے زیادہ آدمی ہوتے ہین وہ منتخب شدہ قرار دیا جاتا ہے مگر اس حالت مین جبکہ نائب ناظم کو کچھ اعتراض ہو انتخاب دوبارہ ہوتا ہے۔ عمدگان کیطرح شیوخ تنخواہین نہین پاتے ہین مگر انکا منصب اُنکے حق مین اکسیر اعظم کی خاصیت رکھتا ہے کہ جب چاہتے ہین سونا بنا لیتے ہین اُنکے فرائض منصبی علاوہ انتظام قائم رکھنے کے یہ ہین کہ اپنے انتخاب کنندون سے ٹیکس وصول کر کے سرکار مین داخل کرتے ہین اور تعمیرات سرکاری کے لیے جتنے مزدورون کی ضرورت ہوتی ہے اُنکو بیگار پکڑ لاتے ہین اور فوج مین بھرتی کرنے کے لیے جتنے آدمی درکار ہوتے ہین اُنکو مہیا کر دیتے ہین۔

نزاع اور جب کبھی کوئی جھگڑا ہوتا ہے تو وہ پنچون کا کام کرتے ہین اور انکا کام یہ بھی ہے کہ اپنے موکلون یا انتخاب کنندون کو ظلم ستانی اور نا انصافی سے بچائین اور جملہ امور مین اپنے موکلون اور حکام اعلی کے درمیان متوسطی کا کام کرین۔

مصر کے انتظام دیہی مین صراف بھی ایک بڑا عہدہ دار ہے جسکا یہ کام ہے کہ

صراف ٹیکس وصول کرتا ہے اور حساب کتاب بناتا ہے۔ اسکو گورنمنٹ نامزد کرتی ہے اور

شرط یہ ہے کہ وہ گانون کا رہنے والا نہو اور کسی گانون میں وہ پانچ برس سے زیادہ نہ رہنے پایا کہ مبادا اُس گانون کے لوگون کی خو بو کچھ اسمین آجاے۔ عموماً صراف قبطی ہوتا ہے کیونکہ جہان جہان حساب کتاب کی ضرورت ہوتی ہے وہان قبطی ہی مقرر کیے جاتے ہین جیسا سابق مین بیان کیا گیا۔

انتظام دیہی مین سب سے پست مرتبہ غفیر یعنی چوکیدارون کا ہے عموماً اُنکی کثرت ہوتی ہے مگر بالکل نالائق ہوتے ہین کیونکہ چوکیداری کے کام کی حالت مین سورہنا اُنکے نزدیک کوئی جرم نہین ہے اور جب کبھی وہ بدمعاشون کی آہٹ پاکر چونک پڑتے ہین تو دلیری کو بالاے طاق رکھکر دوراندیشی کو کام مین لاتے ہین۔

مصر کے انتظام دیہی کی حقیقت دریافت کرنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ اُسکا مقابلہ اسی قسم کے انتظام کے ساتھ کیا جاے جو اور ملکون مین ہے مثلاً روس کے انتظام دیہی کو ملاحظہ کیجیے کہ بالکل حکومت رعایا کے اصول پر مبنی ہے اور جملہ انتظامات کا اختیار ایک پنچایت کے سپرد ہے جسمین سب گھرون کے رئیس خاندان شریک ہین وہی پنچایت مقدم دیہ اور پٹواری کو منتخب کرلیتی ہے اور حکام کی نگرانی یا منظوری کی کچھ ضرورت نہین ہوتی۔ اور وہی اپنے اختیار خاص سے جسمین حکام کو کچھ دخل نہین ہے اُنکو برطرف کرکے اور لوگون کو اُنکی جگہہ پر مقرر کرسکتی ہے۔ مقدمان دیہ اور پٹواری وغیرہ فی الحقیقت پنچایت کے نوکر ہوتے ہین اور اسی سے تنخواہ پاتے ہین اور اُنکو فی نفسہ ورانتظامی وغیرہ مین کچھ دخل نہین ہوتا ہے۔ یہ امر نہایت واجبی اور معقول ہے اسلیے کہ روس مین ٹکیس ادا کرنے کی ذمہ داری گانون کی پنچایت پر من حیث المجموع عائد ہوتی ہے اُسکے عہدہ دارون پر نہین عائد ہوتی اور باقی داری کی صورتون مین جو کچھ کمی مالگزاری سرکاری وغیرہ مین پڑتی ہے وہ ممبران سے لی جاتی ہے عہدہ دارون سے نہین لی جاتی۔ لیکن برخلاف اسکے مصر کا انتظام دیہی حکومت اُمراکے اصول پر مبنی ہے

اور ٹیکس ادا کرنے کی ذمہ داری شیوخ اور عمدگان پر عائد ہوتی ہے - چونکہ ذمہ داری اور حکومت باہم لازم و ملزوم ہین لہذا مصر مین شیوخ اور عمدگان کو وہ حکومت حاصل ہے جو روس مین گانؤن کی پنچایت کو حاصل ہے اور اُس حکومت کو وہ لوگ اُسی نہج سے عمل مین لاتے ہین - دونون ملکون مین باقیدارون پر دباؤ ڈالنے کا طریقہ جو حکام کو مطبوع ہے یہ ہے کہ انکو سزاے جسمانی دی جاتی ہے مگر مختلف طور سے سزا دی جاتی ہے مصر مین قرباش یعنی کوڑے پانؤن کے تلوون پر لگائے جاتے تاکہ مجرم نے اگر سزاے شدید پائی ہے تو کچھ دنون چلنے پھرنے سے معذور رہے مگر روس مین جو مجرم سزاے سخت پاتا ہے اُسکو چند مدت تک بیٹھنے مین بڑی اذیت ہوتی ہے

مصر اور روس کے انتظامات دیہی مین ایک اور فرق بین ایسا ہے جو اسلیے لائق توجہ ہے کہ اُس سے وہ نتائج پیدا ہوے ہین اور اب تک پیدا ہو رہے ہین جنکا اثر فلاحین کی رفاہ و بہبود پر بہت کچھ ہوا ہے روس مین یہ قاعدہ ہے کہ جب باقیدار کو سزا دینے سے ٹیکس نہین وصول ہوتا اور گانؤن کی پنچایت کو کمی پوری کرنے کی فکر کرنی پڑتی ہے تو حسب ضرورت روپیہ کم پڑتا ہے وہ باقیدارون کی جایداد وغیرہ کو ضبط اور فروخت کرکے نہین ادا ہو سکتا کیونکہ اہل پنچایت اور حکام عدالت کو قرضہ یا باقی کی علت مین کاشتکار کے گھر یا اراضی یا مواشی یا آلات کشاورزی کو جہان تک ان چیزون پر اُسکا رزق موقوف ہے ضبط کرنا قانوناً ممنوع ہے - البتہ جو چیزین دائرہ مین داخل ہون وہ عدالت کے حکم سے نیلام ہو سکتی ہین مگر غربا کے گھر مین ایسی چیزین کم ہوتی ہین - اگر پنچایت کو یہ اختیار ہو بھی کہ باقیدار کے پاس جتنی چیزین ہین اُن سب کو نیلام کردے تو وہ ایسے اختیار کو ہمیشہ نہین عمل مین لاتی ہے کیونکہ وہ باقیدار تو خود شریک پنچایت ہے اور پنچایت اُسکے ٹیکس کی ذمہ دار ہے پس اگر وہ تباہ ہو جاے تو اُسکے ٹیکس کا دائمی بار خود پنچایت پر پڑیگا - لہذا روس مین ایسے کاشتکار کم ہین جو بھلے چنگے اور کھیتی کرنے کے

قابل ہون اور اراضی دیہی مین کچھ حصہ رکھتے ہون - مگر خلاف اسکے مصر کے فلاحین کو
ایسی حفاظت نہین حاصل ہے - بلکہ انکی اراضی اور مواشی اور آلات کشاورزی وہر قسم کی
جایداد کو حکام باقیداری کی علت مین یا مہاجن قرضہ کی علت مین نیلام کرا سکتے ہین ۔
اگر مجھسے کہا جاے کہ مصر کے انتظامات دیہی یا پنچایتون کی نسبت اپنی رائے
بیان کرو تو پہلے تو مین یہی کہونگا کہ عقلاً یہ انتظامات لائق تحسین و آفرین ہین - سابق مین
بیان کیا گیا کہ مصر کے کسان اپنے ہی زمرہ سے کسی شخص کو شیخ یا مقدم دیہ منتخب کر لیتے ہین جو
انہین انتظام کو قائم رکھتا ہے اور انکے حقوق کی حفاظت کرتا ہے اور ہر گانون کے جملہ
شیوخ عمدہ یا شیخ المشیوخ کی زیر نگرانی رہتے ہین جو گانون مین سب سے بڑا زمیندار
ہوتا ہے لہذا اہل دیہ کی رفاہ و بہبود سے سب سے زیادہ اسی کا فائدہ متصور ہے اور جب
کوئی شخص اپنے انتخاب کنندون کو راضی رکھنے سے قاصر رہتا ہے تو انکو اختیار ہے کہ صوبہ
کے ناظم کو عرضی دیکر جب چاہین اسکو برطرف کرا دین اور انکو یہ بھی اختیار ہے کہ نائب ناظم کی
منظوری سے گانون کے کسی اور شیخ سے بیعت کر لین یعنی اسکی اطاعت قبول کرین
اور جب عمدہ اپنے فرائض مین غفلت یا خیانت کرے تو وہ حکام اعلی سے استغاثہ
اور چارہ جوئی کر سکتے ہین - اور جو شکائتین انکو ہین اگر تحقیقات سے انکی اصلیت ثابت
ہو جاے تو جو شخص مجرم قرار پایا ہے وہ صرف برطرف ہی نہین ہوتا بلکہ اس گانون سے
کہین دور نکال دیا جاتا ہے تا کہ پھر کسی کو ضرر نہ پہونچا سکے - پس معلوم ہو کہ اولاً حق
انتخاب سے اور ثانیاً حکام کو عرضی دینے کے حق سے کسانون کا تحفظ کامل حکام دیسی کی
شدید بدانتظامی اور ظلم رسانی سے کیا گیا ہے ۔
لیکن اگر ذہن سے قطع نظر کر کے خارج پر نظر کی جاے اور یہ دیکھا جا سکے کہ یہ
انتظام عملدرامد مین کیسا ہے تو عملدرامد مین تو کچھ اچھا نہین ہے - اس مسئلہ کی صورت ذہنی مین
ہمنے تین باتین ضمناً فرض کر لی تھین - اول یہ کہ متمول اور ذی وقعت فلاحین مین سے

دره سے شیوخ اور عمدگان لیے جاتے ہین اکثر لوگ ایماندار اور ہوشیار ہوتے ہین اور اپنے ۱۴۳
گاؤن کی رفاه و بہبود کے خواہان ہوتے ہین - دوم یہ کہ معمولی درجہ کا کسان انتخاب
کے وقت جو کارروائی کرتا ہے اپنے اختیار سے اور کچھ بےجھجک کرتا ہے اور جب کوئی ظلم یا
ناانصافی اسکے ساتھ کیجاتی ہے تو فوراً حکام اعلیٰ سے شکایت کرتا ہے - سوم یہ کہ حکام اعلیٰ
ہمیشہ اس بات پر آماده رہتے ہین کہ انتظام دیہی مین جو خیانت یا بدعت انکی نظر سے
گذرتی ہے اسکو فوراً روک دیتے ہین اور مجرم کو سزا دیتے ہین - افسوس ہے کہ ان تینون
باتون مین سے کوئی بات بھی تجربہ سے نہین ثابت ہوئی ہے بلکہ مشرقی ملکون کیطرح
مصر مین بھی ہر فرقہ کے لوگون کے دل مین یہ خیال سمایا ہوا ہے کہ حکومت سے پہلا اور بڑا
فائده جلب منفعت ہے یعنی جو شخص برسر حکومت ہو اسکو پیٹ بھر کے روپیہ ملے اور اور
فوائد حاصل ہون اور اس قاعدہ سے مصر کے منتظمان دیہی مستثنیٰ نہین ہین شاید چند شیوخ
ایسے بھی ہون جو نیت خالص سے کام کرتے ہون اور جو اپنے موکلون یا انتخاب کنندگان
کے فوائد کو اپنے فوائد ذاتی کے برابر سمجھتے ہون - لکن اگر ایسے بےنفس لوگ موجود ہین تو
مین نے انکو کبھی نہین دیکھا یا سنا ہے - سب سے عمدہ شیخ جو مین نے دیکھا ہے اور جسکے مثل نہایت
بہت کم شیوخ ہین اسکی کیفیت یہ ہے کہ اپنے فرائض منصبی کو باقاعدہ طریقہ سے اور قدیم
بزرگانہ خیالات کے موافق بجا لاتا ہے اور اگرچہ اعتدال کے ساتھ اور کم و بیش جائز
ذریعون سے خود روپیہ لیتا ہے مگر اور کسی کو ان لوگون پر ظلم و تعدی نہین کرنے دیتا
جنکی حفاظت کرنا اسکو فرض ہے - ان تینون باتون مین سے دوسری بات بھی تجربہ سے
نہین ثابت ہوئی ہے - جس چیز کو عقلاً انتخاب کہتے ہین اسمین فلاحین بھیڑون کیطرح
رہتے ہین اور امیدواران انتخاب کے محاسن اخلاق پر خواه وه واقعی ہون خواه فرضی نظر نہین
کرتے اور جب انتخاب کی منظوری سرکار سے ہوجاتی ہے تو پھر انکو کمتر جرأت اس بات کی ہوتی ہے
کہ اس شخص کی شکایت باقاعدہ طور سے حکام کے حضور مین کرین جو مخالف ضمنی طور پر انکا ہے

اپنا انتقام لیتا ہے۔ اس باب مین جو وہ احتیاط کرتے مین بیجا کرتے ہین کیونکہ تیسری بات جو ہمنے فرض کر لی تھی کہ عہدہ داران سرکاری اُن شیوخ اور عمدگان کو سزا دیتے ہین جو اپنے اختیار کو ناجائز طور سے عمل مین لاتے ہین وہ بھی ویسی ہی بے بنیاد ہے جیسی پہلی دو باتین ہین۔ کیونکہ جب کسی نائب ناظم سے کوئی فلاح وغیرہ استغاثہ کرتا ہے اور وہ جست گوارا کر کے تحقیقات شروع کرتا ہے تو نائب ناظم مذکور مجرم سے تھوڑی سی بخشش لیکر نرم پڑجاتا ہے اور اگر اتفاقاً وہ واقعہ مدیر کے گوش گزار ہوتا ہے تو مدیر اُس سے کچھ تعرض نہین کرتا گو وہ خود اس جرم مین شریک نہ ہو۔

اس کتاب کے ناظرین انگریز مدیر کے اس کردار کو اُسوقت سمجھ سکتے ہین کہ جب اُنسے یہ گزارش کیا جاے کہ مصر مین صوبہ دار یا ناظم کا خاص کام یہ نہین ہے کہ رعایا کی حق تلفی اور ناانصافی نہونے دے اور اُنکی رفاہ وبہبود مین ترقی کی فکر کرے بلکہ اُسکا کام یہ ہے کہ ٹیکس کو تحصیل کرے اور اپنے افسران اعلی کو بے ضرورت تکلیف نہ دے۔ بحیثیت ملازم سرکار وہ فلاحین مرد اور عورتون کو انسان نہین سمجھتا اور نہ یہ جانتا کہ یہ بھی کچھ حس و ادراک یا کچھ حقوق رکھتے ہین جنکی حفاظت وحراست کرنی ضرور ہے بلکہ اُنکو بھیڑون کے مانند سمجھتا ہے جنکو اوقات معینہ مین مونڈنا پڑتا ہے اور جنکی داد و فریاد ناظم کے کانون مین ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے پشم کترنے کے وقت بھیڑین کس درد سے چلاتی ہین مگر اُون فروش کا کارندہ جو اُنکی پشم کترواتا ہے اور جو اپنے مالک کو پوری مقدار اُون کی دینے کا ذمہ دار ہوتا ہے جبکا اُسنے ٹھیکہ لیا ہے کچھ بھی خبر نہین ہوتا اگر ناظم صاحب فلسفی خیالات کے آدمی ہین اور اپنے کردار کو اصول عقلی کے موافق کر لینا چاہتے ہین بلکہ یہ کہیے کہ اصول عقلی کو اپنے کردار کے موافق کر لینا چاہتے ہین تو اپنی بیرحمی اور بے پروائی کی دلیل یہ بیان کرتے ہین کہ مصالح وقت کا مقتضی یہی ہے کہ یہ استغاثہ نہ سُنا جائے۔ مثلاً ناظم یہ کہہ سکتا ہے (اور یہ دلیل خود مین نے اکثر سُنی ہے) کہ صرف شیوخ اور عمدگان ہی کے

ذریعہ سے سرکاری ٹیکس فلاحین سے وصول کرسکتی ہے اور اُنسے سرکاری کام لے سکتی
ہے۔ اگر انکی شکایتین سُن سُن کر انکی حکومت ضعیف وخفیف کردی جاے تو
ٹیکس وصول ہونا محال ہوجاے اور کوئی انتظام نہ چلے۔ اسمین شک نہین ہے کہ
شیوخ اور عمدگان کو جو اختیار حاصل ہے اُس سے انکو کچھ ذاتی فائدہ حاصل ہوتا ہے مگر
یہ بھی تو خیال کیجیے کہ انکو سرکار سے کچھ تنخواہ نہین ملتی ہے اور اُنسے اس بات کی توقع کرنا
محض بیجا ہے کہ بغیر کسی قسم کے معاوضہ کے وہ سرکار کا کام کرینگے اور سخت مالی ذمہ داریان
اختیار کرینگے"۔ مصر کے مدبر کا یہ قول مقنن عبرانی (حضرت موسیٰ) کے اس ارشاد کے موافق
ہے کہ جو بیل اناج کو روندتا ہو اُسکا مُنھ بند کردینا خلاف انصاف اور خلاف مصلحت ہے
پس جس طرح بیل کھلیان مین غلہ کھانے سے نہین چوکتے اسی طرح شیوخ اور عمدگان مصر
اُس آزادی اور بے جرمی سے ضرور مستفید ہوتے ہین جو انکو بدرجۂ اتم بخشی گئی ہے
متمول کسانون اور دوکاندارون اور کاریگرون کو تو وہ سمجھا بجھا کر کچھ بخشش لے لیتے
ہین مگر اکثر اور ضمنی طریقون سے بھی اپنا مطلب نکال لیتے ہین کیونکہ معمولی قسم کا فلاح
جب سرکاری ٹیکس ادا کرچکتا ہے تو پھر اُسکے پاس کچھ روپیہ نہین رہتا مگر جو لوگ اُسکو کچھ ضرر
پہونچا سکتے ہین اُنکی شکرگزاری اور تعظیم وتکریم کا اظہار وہ اسطور سے کرسکتا ہے کہ
انکا کام مفت یا رعایتی ٹھیکہ پر کردیتا ہے جسمین محنت بہت اور فائدہ کم ہے عموماً شیخ پاس
اُس سے زیادہ زمین ہوتی ہے یا اُس سے بہت زیادہ زمین کی کاشت اور وہ بیج کرا لیتے
جتنی زمین کی کاشت وہ خود اور اُسکے گھروالے کرسکتے ہین لہذا اُنکو اپنی زمین کی کاشت
کے لیے زیادہ آدمیون کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ ضرورت اسکے عہدہ کی بدولت رفع
ہوجاتی ہے اور جب زمیندارون مین آبپاشی کی نسبت جھگڑا ہوتا ہے اور ایک زمیندار کہتا ہے
پہلے ہم اپنے کھیت اس پانی سے سینچینگے دوسرا کہتا ہے نہین پہلے ہمین اپنے کھیت سینچینگے
تب بھی شیخ صاحب ہی کے ہاتھ میدان رہتا ہے اور اُنکے سامنے کسی کی نہین چلتی

اور جب روئی کی فصل تیار ہوتی ہے تو انکو اپنے ہو گلون سے امید ہوتی ہے کہ اپنے لڑکون کو بھیجکر ہماری روئی صاف کرادینگے۔ اور جو کسی احمق بدنصیب نے کسی معاملہ مین شیخ صاحب سے ذرا مدون کی لی اور یہ سمجھکر کہ مصر مین غربا بھی کچھ حقوق رکھتے ہین کسی حق کا دعوے کیا تو بس مارا پڑا۔ وہ اس عدول حکمی اور نافرمانی کو یاد کر کے عمر بھر رویگا علی الخصوص اُسوقت جبکہ فوج مین بھرتی ہونے یا بیگار کام کرنے کے لیے اُسکے گانون سے لوگ پکڑ پکڑ کر بھیجے جائینگے مگر ایسی نافرمانی بہت کم وقوع مین آتی ہے بلکہ جو شخص ایسا بھی ورا ندیش ہوتا ہے وہ اپنے ہی شیخ سے نہین بلکہ گانون کے سب شیوخ سے موافقت رکھتا ہے کیونکہ وہ سب اُسکو صریحًا نہین تو ضمنًا ضرر پہونچا سکتے ہین۔ اسکی دس بیس مثالین ہم دے سکتے ہین انمین سے ایک مثال یہ ہے کہ جب کوئی دوکاندار یا کاریگر اپنے گانون کے شیخ کو آزردہ کر دیتا ہے تو اُسکے گاہکون کی تعداد کم ہو جاتی ہے کیونکہ جو کوئی اُس شیخ کی عملداری مین رہتا ہے اسکی یہ مجال نہین ہے کہ جس سے شیخ آزردہ ہو اُس سے وہ سودا سلف لے جو لوگ مصر جیسے بے آئین ملک کے کسی گانون مین رہے ہین اسکی قدر کچھ وہی خوب جانتے ہین کہ جس گانون کا شیخ ظالم ہوتا ہے اُسکا ظلم ذرا ذرا سے روزمرہ کے معاملات مین کیونکر سرایت کر جاتا ہے۔

شیوخ جو ظلم و بدعت کرتے ہین اسکا انسداد عمدہ کو کرنا چاہیے مگر لطف یہ ہے کہ شیخ اور عمدہ مین سگ زرد برادر شغال کی نسبت ہے یعنی عمدہ بھی تو اُسی قسم کا آدمی ہے جیسا شیخ ہے اور وہی خباثت اسمین بھی ہے جو اُسکے ماتحتون مین ہے۔ اگر عمدہ شیوخ کی ظلم ستانی سے غربا کو بچانے کی زحمت گوارا کرتا ہے تو اسلیے گوارا کرتا ہے کہ وہ خود انسے بھی زیادہ ظلم ستانی کرتا ہے ایسی صورتون مین عقلًا تو ممکن ہے کہ حکام اعلی یا عدالتون سے رجوع کیجاے کہ غربا کے حفظ حقوق کی امید ان دونون سے نہین ہے کیونکہ سابق مین لکھا گیا کہ حکام تو فلاحین کی داد فریاد کچھ بھی نہین سنتے اور عدالتون کی بنا کچھ عجب طرح سے قائم ہوئی ہے ص ۲

کہ جو فریق زیادہ معزز یا متمول ہوتا ہے اُسی کی پچ کرتی ہین۔

مین ایک عجیب ماجرا بیان کرتا ہون جو خود مجھپر اُس زمانہ مین گذرا جبکہ مین صوبہ فیوم مین سیاحت کر رہا تھا اور جس سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ ایک چالاک اور بے ایمان عمدہ کسانون کو کیونکر لوٹتا اور اُنپر کیا ظلم کرتا ہے۔ وہ قصہ یہ ہے کہ جب مین ایک گانون مین پہونچا تو مجھے یہ دیکھکر بڑا تعجب ہوا کہ ایک طرف تو فلاحین کی ذرا ذرا سی ٹوٹی پھوٹی جھوپڑیان ہین اور گانون کے بیچوبیچ مین چند بڑے بڑے عالیشان اور پختہ مکانات ہین۔ انھین مکانات عالیشان مین سے ایک مکان کی ڈیوڑھی مین مین اپنی سواری سے اُتر پڑا اور ایک ادھیڑ آدمی نے جو اپنے دیس کی پوشاک پہنے ہوے تھا بڑے اخلاق سے مجھے لیجا کر ایک بڑے سے کمرے مین جسمین عمدہ فرش بچھا ہوا تھا بٹھا دیا اور حسب دستور میری تعظیم تواضع کی اور مجھکو قہوہ پلایا بعد اُسکے جو کچھ مین نے وہان کے کسانون کی حالت کی نسبت اُس سے پوچھا اُسکا پورا جواب اُسنے بے تکلف دیا حالانکہ جس فرقہ سے وہ تھا اُس فرقہ کے لوگ غیر آدمی سے ایسے حالات نہین بیان کرتے بعض اوقات تو وہ میرے ذوق شوق کو دیکھکر خود ہی کچھ دلچسپ کیفیت اہل دیہہ کے طرز معیشت کی بیان کر دیتا تھا۔ مثلاً جو مصیبتین ہر قسم کے زمیندارون پر اسمٰعیل پاشا کے عہد حکومت مین گذری تھین اُنکو اُسنے کس فصاحت سے بیان کیا کہ گویا تصویر کھینچکر دکھا دی اور کھُل کر تو نہین کہا مگر ایسی تقریر کی جس سے یہ بات مترشح تھی کہ یہان کا عمدہ مین ہی ہونا اور میری ہی شفقت پدری اور اعانت و حمایت سے اور میرے گھر والون کی عنایت سے جسکے وسیع اور عالیشان مکانات آپنے ملاحظہ کیے ہین بیچارے غریب گانون والے تباہی و بربادی سے محفوظ رہے پھر کہنے لگا کہ ہمارا خاندان تین چار سو برس کے عرصے یہان مقیم ہے لہذا عموماً اس ضلع کے بہبود کی اور خصوصاً اپنے اس گانون کے رفاہ کی ہمکو دل سے لگی ہے بعض فتنہ پردازون کی شرارت سے جسکی تصریح کرنا کچھ ضرور نہین ہے

مین ایکزمانہ مین اپنے عہدہ سے برطرف ہوکر جلاوطن کیا گیا تھا مگر کسانون نے خدیو کو عرضی دیکر مجھے پھر اِس عہدہ پر بحال کروالیا اور جب سے مین یہان پھر آیا ہون کسانون کی حالت مین ترقی ہوتی جاتی ہے۔ اور اُس مصیبت کے زمانہ مین جن کسانون پاس اُنکی زمین باقی رہگئی وہ جلد جلد متمول ہوتے جاتے ہین سواسطے کہ اس چند سال کے عرصہ مین اراضی کی قیمت سہ چند ہوگئی ہے اور جن کسانون کے قبضہ سے اُنکی زمین نکل گئی تھی اور جو گانون کو چھوڑکر کسی اور سمت رحلت کرنے والے تھے اُنکو مین نے اور میرے عزیزون نے اپنے پاس سے چند ایکڑ زمین دی پس وہ اپنے گانون مین خوشی سے رہنے لگے کیونکہ یہ بات مشہور ہے کہ فلاح اپنے وطن کا عاشق زار ہوتا ہے بعدازان اُسنے مجھسے (مصنف سے) پوچھا کہ "آپ نے اُس شخص کو ملاحظہ کیا جو آپ کے لیے قہوہ لایا تھا چند ہی روز ہوے کہ اسکا قصد اس گانون سے چلے جانے کا ہے مگر مین نے خود اسکے اور اُسکے عیال کی بسراوقات کے لیے تین ایکڑ زمین دی اور وہ بیچارا خوشی خوشی اپنے گانون مین رہنے سہنے لگا۔

اُس عمدہ نے یہ سارا قصہ اور اسی قسم کی اور باتین مجھسے ایسی پوست کندہ اور بے تکلف بیان کین کہ مجھکو گویا اس امر کا یقین ہوگیا کہ حسن اتفاق سے مجھکو ایسا بے نظیر رعیت پرور زمیندار مصر کا ملگیا ہے جسکی کیفیت مین نے کسی زمانہ مین کبھی اور وارستہ مزاج سیاحون سے سُنی تھی مگر جسکی صورت سے مین آشنا نہ تھا لیکن جب مین نے دیکھا کہ وہ یہ قصہ دُہراتا جاتا ہے اور کچھ عجب طور سے مُنھ بنا کر مسکراتا بھی جاتا ہے جس سے اسکا یہ کہنا کہ مین نے کسانون سے ہمیشہ فیاضی اور رعایت و مروت کی ہے ڈھکوسلہ معلوم ہوتا تھا تب تو میرے دل مین اُسکی طرف سے شک پڑگیا کہ یہ راست گو اور صاف باطن آدمی نہین معلوم ہوتا ہے اور میرے اس شبہہ کی تائید و تقویت اُس جملہ سے ہوگئی جو اتفاقاً یا سہواً اُسکے مُنھ سے نکل گیا اور جسکا مضمون یہ تھا کہ فلاحین کو جب تک خوب زدوکوب نہ کیجاے اسوقت تک

درست نہین ہوتے اور جب یہ کلام قریب اختتام ہوا تو مین نے دیکھا یا مجھے گمان
ہوا کہ اثناے کلام مین یہ شخص منھ بند کرکے ہنستا ہے اور شاید اس خیال سے ہنستا ہے کہ اس
سادہ لوح سیاح کو مین نے خوب احمق بنایا پس مین نے یہ تدبیر کی کہ ایک خدمتگار کے
ذریعہ سے جو اُسی ملک کا باشندہ تھا خود کسانون سے انکے حالات دریافت کیے اور
اُنھون نے کچھ اور ہی قصہ بیان کیا جسکی تکمیل مین نے بعد ازان اور ذریعون سے بھی کر لی

عمدہ کا یہ قول تو بالکل صحیح تھا کہ ہمارا خاندان قدیم الایام سے اس موضع مین سکونت پذیر ص ۲
ہے۔ بلکہ ایک معتبر شخص نے تو اس سے بھی ترقی کرکے یہ کہا کہ "زمانہ جاہلیت سے"
اور زمانہ جاہلیت سے اہل اسلام زمانہ کفر مراد لیتے ہین یعنی جب اسکے آبا و اجداد نے
اسلام قبول نہ کیا تھا تب ہی وہ اُس گانون مین آکر بسے تھے۔ اس قدیم خاندان کے
عمدگان کو عزیز مین مربیانہ فیاضی تو کہین چھو بھی نہین گئی تھی البتہ لوٹ مار و
کھسوٹ کی عادت شدت سے تھی۔ اپنے متعلقین کو مختلف قسم کے آلام جسمانی اور
صدمات روحانی پہونچا پہونچا کر اور دبا دبا کر اُنھون نے تقریباً کل اراضی دیہی پر قبضہ
کر لیا تھا اور مالکان مخرج کو غلامی کے درجہ پر پہونچا دیا تھا جس عمدہ نے مجھسے
بات چیت کی تھی وہ گویا اپنے وقت کا ہلاکو یا نادر شاہ تھا اور لوٹ مار اور بے تحاشا
سزاے جسمانی دینے مین اپنے معزز خاندان کے سب لوگون پر گوے سبقت لیگیا تھا
یہان تک کہ اسکی شقاوتون کی کیفیت اقاہرہ مین حکام صدر تک پہونچی۔ اس زمانہ
مین ریاض پاشا وزیر صیغہ داخلیہ تھا اور اگرچہ انکو اس بات سے خبر تھی کہ عمدون اور
انکے نائبون کی شکایتین سن سن کر انکی حکومت کو ضعیف کر دیتا ہے ہم وہ شیوخ اور عمدگان کا
دوست نہ تھا اور جو ستم شعار جفا کار ناظر یا نائب ناظر معتدل درجہ کی ظلم ستانی کی واجبی
حد سے تجاوز کرتا تھا اُسکو سزا دیتا تھا۔ لہذا ریاض پاشا نے حکم دیا کہ کوئی معتبر آدمی
جا کر بر سر موقع اس مقدمہ مین خوب چھان بین کرین۔ الغرض تحقیقات سے معلوم ہوا کہ عمدہ

افواہ مشہور تھے اُسمین ذرا بھی مبالغہ نہ تھا اور وہ کاذب مکار محسن فلاحین کا اپنے
گانؤن سے فوراً نکال دیا گیا اور اُس شیطان کے دفع ہونے سے ستم رسیدہ کسانون نے
خداوند عالم کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ اس ظالم جفاکار کے پنجہ سے ہمکو چھڑایا اور انکو یہ امید
تھی کہ اب اسکے ظلم وستم کی کیفیت ہم کبھی نہ سنینگے کیونکہ سرکار سے حکم ہو چکا ہے
کہ اس مردود کو کسی گانؤن مین یا اور کہین کوئی عہدہ نہ دیا جائے مگر ہنوز دو برس بھی
نہ گذرے تھے کہ وہ اپنے عہدہ پر بحال کر دیا گیا اور عجب بات ہے کہ جن کسانون نے
عرضی دیکر اُسکو برطرف کروایا تھا اُنھین نے پھر عرضی دیکر اُسکو بحال کروالیا۔ یہ امر
قابل لحاظ اسوجہ سے ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فلاحین اپنے نفع وضرر کو سوچنے کی
لیاقت مطلق نہین رکھتے اور جب اُنکے فائدہ کی کوئی تدبیر کیجاتی ہے تو اسمین شرکت نہین
کرتے جب وہ بے ایمان اور جفاکار عہدہ برطرف ہو گیا تو اُسکے بھائیون اور چچاؤن اور
چچازاد بھائیون نے فلاحین پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ سرکار مین ایسی عرضی دو کہ وہ
اپنے عہدہ پر بحال ہو کر پھر اُسی گانؤن مین بھیجا جائے اور فلاحین چونکہ بہت کمزور تھے
لہذا اُنکے دباؤ مین آگئے۔ یہ امر مجھکو نہین دریافت ہوا کہ سرکار نے ایک کار خیر کر کے پھر اُس
کام کو ستیاناس کیون کر دیا مگر مجھکو یہ گمان ہے کہ ریاض پاشا کے استعفا دینے کے بعد
بعض حکام اعلی کو کچھ بخشش یا رشوت دی گئی یا یہ کہ اُس قومی فریق نے جسکا سرغنا عرابی
تھا اور جسکو مشاہیر اہل مصر کی تائید منظور تھی اور دہقانون کے رفاہ وبہبود کی چندان
فکر نہ تھی ترک اور چرکسین وزرا کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا اور یہ بھی نہ دیکھا کہ آیا یہ فیصلہ صحیح
ہے یا محض بے بنیاد ہے۔ اخیر الذکر توضیح کو مین صحیح تو نہین کہہ سکتا مگر بہت قرین قیاس
معلوم ہوتی ہے اسواسطے کہ یہ اُس روش کے موافق ہے جو قومی فریق نے اُس زمانہ مین
اختیار کی تھی جب وہ بر سر حکومت تھا۔ عرابی پاشا کے عہد حکومت مین ترکی زمیندارون کے
علاقون مین جو کاشتکار تھے وہ حکام کی عدول حکمی اور نافرمانی اور سزاے جسمانی سے

انکار اُسی طفلانہ غربت و مسکینی سے کرسکتے تھے جو ہمیشہ اُنسے ظہور مین آئی تھی مگر عموماً ص ۲۲ گوتین گانون مین فلاحین کو حکام دیہی کا ظلم و جفا اور زیادہ ستانی ضرور سہنی پڑتی تھی۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ افسران باغی ترکون کی جانب سے تو عوام الناس کو افروختہ کرتے تھے مگر شیوخ اور عمدگان دیہ سے امانت کی ضرورت انکو اسلیے تھی کہ لوگون کو دبا دبا کر وہ چندہ وصول کرین جو چندہ محبان وطن کے لقب سے مشہور تھا۔

جن حضرات نے مصر کے انتظام دیہی پر توجہ کامل فرمائی ہے (افسوس ہے کہ ایسے لوگ بہت کم ہین) انھون نے مذکورہ بالا خرابیون کو تسلیم کرلیا ہے۔ البتہ اس باب مین کچھ اختلاف رائے ہے کہ انتظام موجودہ مین اصلاح کا سب سے عمدہ طریقہ کیا ہے جو لوگ اپنے گھر مین بیٹھے ساری دنیا کے انتظام کی فکر کیا کرتے ہین اور اس مقدمہ مین اہل فرانس کے ہم مشرب ہین اُنکے نزدیک تو ان خرابیون کے انسداد کی تدبیر یہ ہے کہ اہلکاران سرکاری کو زیادہ اختیارات دے دیے جائین اور شیوخ و عمدگان موقوف ہو کر اُنکی جگہ پر عہدہ داران گورنمنٹ مقرر کیے جائین۔ مگر میرے نزدیک یہ تدبیر اُن خرابیون سے بھی بدتر ہے جو فی الحال موجود ہین قدیم دستورات کو جو عامۂ خلائق کے اغراض ضروریہ اور عادات یومیہ کے ساتھ مثل شیر و شکر آمیختہ ہوگئے ہین بالکل مٹا دینا اور غیر ملک کے اختراعات کو اُنکی جگہ پر جاری کرنا ہمیشہ ایک خطرناک امر ہے۔ ایسا انقلاب عظیم صرف اُسوقت عمل مین لایا جائے جبکہ دستورات موجودہ تدریجاً اصلاح پذیر نہون اور جبکہ انتظام جدید مین کامیابی کے بہت مضبوط دلائل اور نہایت قوی قراین موجود ہون۔ مگر اس مقدمہ مین جسکی تحقیق ہم کررہے ہین ان دونون باتون مین سے کوئی بات بھی نہین پائی جاتی ہے مصر کے انتظام دیہی مین چند سال ص ۲ مین اصلاح ہوچکی ہے اور اور زیادہ ترقی ہوسکتی ہے مگر یہ نیا انتظام جو تجویز کیا جاتا ہے انجام کار اسمین ناکامی کے سوا اور کچھ امید نہین ہے اپنے پہلے قول کی تائید مین کچھ مختصر حال ان تغیرات کا بیان کرتا ہون جو خدیو حال کے خاندان کے عہد حکومت مین مصر کے

انتظام دیہی مین واقع ہوے ہین -

جب صدہی رواں کی ابتدا مین محمد علی پاشا نے مملوکون کی حکومت کو غارت کر دیا تو اُنسے فلاحین کو بھی حالت مین پایا جسکو غلامی کی حالت کہ سکتے ہین - ہر ایک خاندان کو اراضی دیہی کے ایک جزو کی منفعت ملتی تھی مگر کسی کا حق زمینداری محفوظ نہ تھا کیونکہ کل اراضی مال سرکار سمجھی جاتی تھی اور جو کسیقدر زمین چند روز کے لیے کسانون کے خاندان کو دے دی جاتی تھی اسمین کھٹکا رہتا تھا کہ ٹکیس کا ٹھیکہ دار یا اُسکا قائم مقام یعنی شیخ جب چاہیگا اس اراضی کو کم کر دیگا یا اُسکے بدلے اور اراضی دے دیگا - اس مشکوک و مذبذب حالت مین کسان بالکل حکام دیہی کے قابو مین رہتے تھے - اُس پیمایش و رجسٹری اراضی سے جسکی ابتدا ۱۸۱۳ء مین ہوئی تھی اس خرابی مین بہت بڑی اصلاح ہوئی پیمایش مذکور سے یہ فائدہ ہوا کہ ہر خاندان کو ایک محدود حصہ اراضی کا ملگیا جو اُسکے قبضہ مین بلا شرکت شیخ یا عمدہ کے رہا - اور بعد ازان مختلف احکام اس مقدمہ مین صادر ہوے علی الخصوص وہ قانون جو سعید پاشا نے ۱۸۵۸ء مین جاری کیا تھا اور جسپر مصر کا واقعی انتظام زمینداری مبنی ہے ان احکام و قوانین کی برکت سے کاشتکار اس اراضی کا عمداً مالک ہوگیا ہے جسکی وہ صرف منفعت پیشتر پاتا تھا اور جسمین اُسکا استحقاق بالکل مذبذب تھا - اور شیوخ اور عمدگان کی وہ مطلق العنانی جو سابق مین اُنکو حاصل تھی اب بہت کم ہوگئی ہے اور ظلم ستانی اور خیانت کے جو موقعے اُنکو ملتے تھے وہ بھی انتظام مال کی اُن اصلاحات کے باعث سے جو انگریزو اسمعیل کے عہد نظارت مین عمل مین آئے ہین اب بہت کم رہگئے ہین مگر اب جو سب سے بڑا آلہ ظلم کا اُنکے ہاتھ مین رہگیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگون کو فوج مین بھرتی ہونے اور تعمیرات سرکاری مین بیگار کا کام کرنے کے لیے نامزد کرتے ہین اور یہ آلہ اُنسے چھین لینے کی سب سے آسان تدبیر یہ ہے کہ فوج مین لوگون کو زبردستی بھرتی کرنے اور اُنسے بیگار کام لینے کا جو قاعدہ بالفعل جاری ہے اُسمین بھی اسی قسم کی اصلاحین کیجائین جیسی تحصیل ٹکیس کے

انتظام مین کی گئی ہین۔ پھر جو خرابیان باقی رہجاتی ہین انکی اصلاح اُن جدید دیسی محکمون کے
ذریعہ سے ہوسکتی ہے جو اب مقرر ہونے والے ہین اور انکی کارروائی کی نگرانی کے لیے انسپکٹر
مقرر ہوسکتے ہین جو ہمیشہ دورہ کیا کرین۔ مگر یہ امید کرنی بیکار ہے کہ انتظام دیہی اسوقت تک
پاک وپاکیزہ رہیگا جب تک کہ حکام صدر کی وہ کیفیت باقی رہیگی جو سابق مین بیان کی گئی
میرے نزدیک یہ مختصر تقریر اس امر کے ثبوت کے لیے کافی ہے کہ مصر کے منتظمان
دیہی کو محض لغو اور غیر قابل اصلاح نہ سمجھنا چاہیے۔ اور یہ تجویز تو لائق توجہ بھی نہین ہے کہ انکو
موقوف کرکے انکے مقام پر اہل کاران سرکاری مقرر کیے جائین اسواسطے کہ اس تجویز سے
مصارف ملکی بہت زیادہ ہوجائینگے جنکا تخمینہ یا اندازہ غالباً مجوزین نے نہین فرمایا ہے۔
اور اگر بالفرض خرچ کو بقدر بڑھادینا ممکن بھی ہو تو بھی مین پوچھتا ہون کہ اتنے دیانت دار
اور معتبر اہل کار کہان سے آئینگے مصر مین تو ایسے اہل کار بہت کم ملین گے۔

سابق مین بیان کیا گیا کہ جو تغیرات انتظام زمینداری مین ہوے ہین انکا اثر نیک ص ۲۳
یہ ہوا ہے کہ شیوخ اور عمدگان کے خودسرانہ اختیارات محدود ومقید ہوگئے ہین مگر
انکا اثر یہ ہوا ہے کہ جو کاشتکار بہت غریب ہین انکی زمینداریان جاتی رہی ہین محمد علی
کے عہد حکومت مین ہر کاشتکار کا خاندان ایک حصہ اراضی دیہی مین پاتا تھا جیسا سابق
مین بیان کیا گیا مگر آج کل ہزارہا کسانون کے خاندان ایسے ہین جو کچھ بھی زمین نہین رکھتے
ہین اور بمجبوری محنت مزدوری کرتے ہین یا اپنے جوار کے متمول لوگون سے کم وبیش سخت
شرائط پر ساجھا کرلیتے ہین۔ مین نہین کہ سکتا کہ یہ کسان جنکے پاس ایک بیگہ بھی اپنی ذاتی
زمین نہین ہے دیہات کی آبادی سے عموماً کیا نسبت رکھتے ہین مگر مین یہ جانتا ہون کہ
بعض دیہات مین اکثر اسی قسم کے کسان آباد ہین پس جو اراضی سابق مین سب پر برابر
منقسم تھی اب وہ صرف چند آدمیون کے قبضہ مین آتی جاتی ہے اور لوگون کے اسباب معیشت
اور طرز معاشرت مین ہلورے انقلاب عظیم ہوا ہے مگر کوئی خبر نہین لیتا۔ اسکی اور

زیادہ کیفیت باب آیندہ مین عرض کی جائیگی

اگرچہ فلاح زمیندارون کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے تاہم اراضی دیہی اب تک بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑون مین منقسم ہے۔ عموماً ہر گانون کی زمین مین بڑے بڑے حوض یا تالاب آبپاشی کے لیے بنے ہوے ہین اور ان تالابون سے پتلی پتلی چٹین نکلکر بڑی بڑی دور تک چلی گئی ہین اور بعض چٹین تو عرض مین چند گز سے زیادہ نہین ہین اور اگرچہ مختلف زمیندارون کی ہین مگر اُنکے درمیان کوئی حد فاصل نہین دکھائی دیتی نہ کوئی علامت حد بست نظر آتی ہے کسان زمیندار عموماً متعدد چٹین اس قسم کی رکھتا ہے اور کبھی ایک زمیندار کے پاس بیس بیس یا چٹین ہین اور اراضی دیہی کے مختلف حصون مین واقع ہین مثلاً ایک گانون کی جدید پیمایش کو دیکھکر مین نے یہ حساب لگایا ہے کہ ۳۴۰ ایکڑ اراضی دیہی مین اس قسم کے چھبیس تالاب ہین اور نہین ۷۰ حصے ہین جنکی مقدار پچاس گز مربع سے ستائیس ایکڑ تک ہے اور جو چھیاسٹھ زمیندارون مین منقسم ہین۔ سب سے چھوٹے زمیندار پاس صرف چند جریب اراضی ہے اور سب سے بڑے زمیندار پاس تیس ایکڑ زمین آٹھ حصون مین منقسم ہے۔ ہر مالک اراضی پاس اٹھارہ حصون سے کم نہین ہین مگر تعجب یہ ہے کہ اُن سب کا مجموعہ رقبہ صرف پانچ ایکڑ کا ہے۔

اراضی دیہی کے ذکر سے خواہ مخواہ یہ خیال آتا ہے کہ اسمین کیا کیا چیز پیدا ہوتی ہے مگر چونکہ ایسے سوالات انتظامات دیہی کے مضمون سے کچھ تعلق نہین رکھتے ہین اور از بسکہ ایسے سوالات سے غالباً ہمکو کچھ عجیب و غریب اور شاید طولانی خیالات اس حیرت انگیز ترقی کی نوعیت اور اسباب کے بارہ مین پیدا ہونگے جو مصر کے اسباب معیشت مین نسل موجودہ اور نسل سابق کی مدت بقا مین واقع ہوئی ہے لہذا میرے نزدیک ایک نیا باب شروع کر دینا موافق عقل سلیم بھی ہے اور آسانی کا باعث بھی ہے۔ اگر ناظرین باتمکین اجازت دین تو باب آیندہ اس عنوان سے معنون کیا جاے "فلاح بر سر کار" فقط۔

باب ہفتم

فلاح بر سر کار

یعنے

جب فلاحین اپنے کام مین مصروف
ہوتے ہین اُسوقت اُنکی کیا کیفیت ہوتی ہے

ص ۲۳۴

یہ بات مشہور و معروف ہے کہ کاشتکار بمقتضے اپنی طبیعت اور اپنے پیشہ کے چڑچڑے ہوتے ہین یعنے ہمیشہ شکایت کیا کرتے ہین او ... شکایت کرتے ہین موسم کی کرتے ہین مگر اور امور کی طرح اس امر مین بھی مصر اس عام قاعدہ سے مستثنے ہے اگر آپ اس لمبی سی زمین کی چپٹ سے جو ساحل بحیرۂ روم کے قریب دور تک چلی گئی ہے قطع نظر کر کے مصر مین دنون بلکہ مہینون سیاحت کیا کرین تو بھی موسم کی شکایت یا اُسکی جناب مین کوئی سو ادبی کا کلمہ کسی سے کبھی نہ سنیے گا یہ بھی ایک عجیب و غریب امر ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مصر مین کوئی ایسی چیز ہی نہین ہے جسکو موسم کہ سکین اور صدہا بلکہ ہزارہا باتون مین سے انسان کو موسم کا ذکر بہت مرغوب ہے علی الخصوص شمالی ملکون مین لوگ موسم کا ذکر اکثر کیا کرتے ہین مگر کمبخت فلاح اس نعمت عظمی سے محروم ہے وادی رود نیل اور دو آبہ مصر کے شمالی حصہ مین آسمان پر کبھی ابر نہین دکھائی دیتا اور آب و ہوا بقیاس الموسم ہمیشہ ایک درجہ پر اور ایک حالت مین رہتا ہے اگر نہر سویز جاری کرنے سے اور القاہرہ کے جس محلہ مین اہل یورپ رہتے ہین اُنمین درخت لگانے سے اور ایسے ہی ایسے اور کفر آمیز اختراعات سے جنکو کفار عمل مین لائے

ہین مصر کی غیر متغیر آب وہوا مین چند روز سے کچھ تغیر شروع ہوا ہے تو وہ تغیر اس سے زیادہ نہین ہے کہ موسم سرما مین تین چار چھینٹے پڑجاتے ہین مگر ان چھینٹون کے برسنے یا نہ برسنے کی کاشتکارون کو اور لوگون سے کچھ زیادہ فکر نہین ہوتی ہے کیونکہ اُنکو مقاصد زراعت کے لیے پانی کی امید ابر سے نہین ہوتی ہے جسکے آنے نہ آنے یا برسنے نہ برسنے کا کچھ اعتبار نہین ہے بلکہ پانی کی امید اُنکو دریاے نیل سے رہتی ہے جو ہمیشہ اُنکی حاجت روائی کو موجود رہتا ہے۔ فی الواقع مصر کی سرزمین بھی عجب ولایت ہے جہان زمانہ سلف مین فراعنہ حکمران رہے تھے اور جہان کاشتکارون کو موسم کی شکایت کبھی نہین ہوتی بلکہ عوام الناس کی زبان سے بھی فصل کا شکوہ کبھی نہین سُنا۔

مگر یہ نہ سمجھیے گا کہ یہ قدیم ولایت جسکے رموز و اسرار کچھ عالم الغیب ہی خوب جانتا ہے کاشتکار کے لیے دنیا مین بہشت ہے جہان اسکو کسی کا کھٹکا بھی نہین ہے بقول شاعر ؎ بہشت آنجا کہ آزارے نباشد۔ ہمنے مانا کہ اللہ میان فلاحین کے حال پر بہت مہربان ہین اور اُنکو مہینون کی بارش اور ہواے سرد اور ژالہ باری اور باد سموم اور اسی قسم کے اور تغیرات موسم کا کچھ خوف نہین ہے جنکے باعث سے شمالی ملکون مین زراعت ایسا پیشہ ہوگیا ہے جسمین جوکھم بہت اور فائدہ کم ہے۔ فی الواقع مصر مین آسمان ہمیشہ صاف اور شفاف رہتا ہے اور رات کو شبنم بھی پڑتی ہے تو فصول معینہ مین پڑتی ہے اور آثار محشر مثل آندھی اور طوفان یا شعلہ ہاے جبال آتش فشان کے کبھی نہین نمایان ہوتے جنھین دیکھکر مخلوقات الٰہی کو اپنے خالق کی حکمت بالغہ مین معاذ اللہ کچھ شک پیدا ہو یا اُنکے توکل مین بٹہ لگے۔ سال مین ہر مہینہ کا اوسط اعتدال فصل بصحت تمام معلوم ہوجاتا ہے اور دریاے نیل جسکو بحر رحمت کہنا چاہیے اس ملک کی زراعت کو بارش کا نفع بخشتا ہے اور اسمین مد و جزر ہر سال ایسے اوقات معینہ پر اور اس خوبصورتی سے ہوا کرتا ہے کہ اہل مصر کو لازم ہے کہ چلنے پھرنے اور بات چیت کرنے مین اُسکی تقلید کیا کرین مگر یہ خو

ان فلاحات ستم کاشی کے فلاح افکار اور صعوبات دنیا سے بری نہین ہے اور جو ظلم و جفا
وہ شیوخ ستم شعار اور عمدگان حریص و مکار کے ہاتھ سے سہتا ہے وہ گھاتے مین
ہے ہرسال دنون بلکہ ہفتون وہ ایک عجب ضغطہ کے عالم رہتا ہے اور کبھی تو ایک ہی
رات مین اسکے پاس مال دنیا مین سے کچھ بھی نہین باقی رہتا اور سارے ملک مین قحط
شدید اکثر پڑا کرتا ہے۔

ہرسال جو ایسے ایسے افکار فلاحین کو لاحق رہتے ہین اور ایسی ایسی بلائین اُنپر
نازل ہوتی ہین تو اسکا سبب یہ ہے کہ اگرچہ دریاے نیل مین مد و جزر یعنی جوار بھاٹا
ٹھیک اوقات معینہ پر آتا ہے مگر جو پانی وسط افریقہ کے پہاڑون سے اس دریا مین
آتا ہے اُسکی کوئی مقدار معین نہین ہے اور انسان کی عقل اسوقت تک حیران ہے کہ کیا
تدبیر کیجاے جس سے دریاے نیل کے اس تلون سے کوئی خرابی نہ پیدا ہونے پائے تقریباً
نو مہینے تک تو یہ عظیم الشان دریا رفتہ رفتہ گھٹا کرتا ہے اور قریب ۲۶ جون کے بڑھنا
شروع ہوتا ہے اور اُسکے بڑھاو گھٹاو کو فلاحین ہر روز کس نظر حسرت سے دیکھا کرتے ہین کہ
معاذ اللہ۔ اُن واقعات سے تو وہ مطلق آگاہ نہین ہین جو القاہرہ کے قریب آلۂ
مقیاس النیل سے دریافت ہوے ہین مگر اُنکو کچھ ایسے قدیم علامات اور طریقے معلوم ہین جنسے ص ۲۴۷
وہ قیاساً دریافت کر لیتے ہین کہ یہ سیلاب آخر کو کہانتک پہونچیگا اور پانی کتنا بڑھیگا۔ اس
ساکت مصامت دریا کے پانی مین کدورت یعنے میلاپن اور سرخی رفتہ رفتہ آتی جاتی ہے
یہانتک کہ اُسکا دھارا بڑھتے بڑھتے ایک سیلاب عظیم کی شکل پیدا کر لیتا ہے اور ماہ ستمبر کے
آخر تک اُسکا پانی کنارون کے اوپر چڑھ جاتا ہے اور ان قدرتی کنارون پر جو مصنوعی
باندھ بنائے گئے ہین انکے مینڈھے سے ٹکراتا ہے پس یہ وقت بڑا کٹھن ہوتا ہے۔ کبھی کسی عاشق
نے اپنے معشوق کی ہر ایک حرکت اور اُسکے چہرہ کے رنگ بدلنے کو با این خیال کہ دیکھین ہماری
تقدیر مین کیا لکھا ہے اس نظر اشتیاق سے نہ دیکھا ہوگا جس نگاہ حسرت سے اُسوقت

مصر کا کسان اس دریا کے تہار کو موج زن دیکھکر اپنے دل مین اندازہ کر لیتا ہے کہ اِس
سال ہمارے ملک مین ارزانی ہوگی یا قحط پڑیگا۔ اگر پانی تھوڑا سا بڑھکر رک گیا تو کثیر
اراضیات سیراب ہونگے اور جو قطعات ارضی ذرا بلندی پر واقع ہین انمین تو مطلق
زراعت نہوسکیگی پس جو زمیندار زیادہ آسودہ حال ہین انکے یہان بھی غلہ کم پیدا ہوگا اور جو
پریشان حال ہین وہ تو تباہ ہوجائینگے اور فاقہ کشی کی نوبت آجائیگی۔ لہذا اگر پانی گھٹنے
کے بدلے بڑھتا جاے تو غم کی جگہ خوشی ہوتی ہے لیکن اگر سیلاب حد اعتدال سے تجاوز کرنا
شروع کرے تو وہ شادی مبدل بہ غم ہوجاتی ہے اور عجب تہلکہ پڑجاتا ہے۔ معمولی سیلاب
کو مصر کے لوگ نیل سلطانی کہتے ہین اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ کہین چھ گز پانی بلند ہوتا ہے
اور اگر پانی اس حد سے بھی تجاوز کر جاے تو باندھون کے ٹوٹ جانیکا خوف رہتا ہے اور اگر س ۴
وہ ٹوٹ گئے تو قیامت نازل ہوئی دریا کا پانی جوش مارتا ہوا کل ارضی مزروعہ مین کوسون بلکہ
منزلون تک پھیل جاتا ہے اور اسکی طغیانی سے موت کا بازار گرم ہوجاتا ہے اور ہر سو ہلاکت کا
سامنا رہتا ہے۔ پس اس خیال سے کہ مبادا پانی باندھون کو توڑکر نکل جاے مرد و زن
صغیر و کبیر سب ملکر پانی کو نکالنے پر کمر باندھتے ہین جیسے ناخدایان اور مسافران
جہاز اُسوقت جب جہاز مین سوراخ پڑجاتا ہے اور پانی اندر آنے لگتا ہے کلون سے
پانی نکالنے لگتے ہین۔ بڑے بڑے قوی ہیکل جوان ہاتھون مین کلھاڑیان اور ٹوکریان
اور لالٹینین لیے ہوے اپنے شیخ کے حکم سے باندھون پر شب و روز مستعد رہتے ہین
اور شیوخ انجنیران اور حکام ضلع کے حکم سے اُنکو تاکید کیا کرتے ہین۔ جو ہین کسی باندھ
سے پانی بہ جانے یا اُسکے شکست ہوجانے کے آثار معلوم ہوتے ہین وہین صدہا بلکہ
ہزارہا آدمی اُس مقام پر جمع ہوکر اسکو مضبوط اور بلند کرنے کی یہ تدبیر کرتے ہین کہ ٹوکریون
مین مٹی بھر بھر کے یا سینٹھے یا گنے کے مٹھے باندھ باندھکر اور درختہاے خرما کی شاخین
اور تنے بے تحاشا پھینکنا شروع کرتے ہین اور عورتین اور بچے اپنا اسباب

اور مواشی کو اُس آفت رسیدہ گانون سے کسی مقام محفوظ پر لے جاتے ہین یہی خوف ڈر اس دو تین ہفتون تک برابر رہتا ہے۔ اکثر تو اس جہاد مین مجاہدین ظفر یاب ہوتے ہین مگر کبھی کبھی وہ مغلوب بھی ہو جاتے ہین اور جب دریا غالب آ جاتا ہے تو وہ گانون جو نشیب مین واقع ہین اور جنکی چار دیواری خشت خام کی ہے پانی مین اس طرح گھل جاتے ہین جس طرح شکر چاے کی پیالی مین گھل جاتی ہے۔ ایسی صورتون مین نقصان جان و مال عموماً بہت زیادہ نہین ہوتا ہے کیونکہ گانون والون کو پیشتری سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ آفت آنے والی ہے اور وہ اپنے مال و اسباب کو لیکر چمپت ہوتے ہین اور دو ایک بچے جھوپڑے تھوڑے صرف سے پھر بن سکتے ہین مگر ہزارہا مثالین کاغذات سرکاری مین موجود ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ سیلاب نے رات کو چور کی طرح آکر ہزارہا آدمیون کو ہلاک کر ڈالا۔ مثلاً ایک مرتبہ ایک گانون مین سیلاب آیا اور اُسکے باشندے اپنے تئین اس وجہ سے محفوظ سمجھے کہ گو اُنکے مکانات نشیب مین ایک خطرناک مقام پر واقع تھے مگر اُنکے گرد ایک مضبوط اور بلند باندھ بنا ہوا تھا لیکن اہل دیہ کی شومی طالع سے اُس باندھ مین لومڑیون نے ایک مقام پر سوراخ کر دیا تھا اور یہ بھید کسیکو معلوم نہ تھا۔ پس پانی اس سوراخ مین سے رسنے لگا اور بہتے بہتے شب کیوقت ایسا سیلاب عظیم آیا کہ اُس گانون مین تقریباً ہر شخص ہلاک ہو گیا۔ ص ۱۳۹

پس معلوم ہوا کہ دریاے نیل اگر دوست صادق ہے تو دشمن جان بھی ہے ہر سال اس مسئلۂ عملی کو حل کرنا پڑتا ہے کہ ”کیا تدبیر کیجاے جس سے دریا کی طغیانی کم ہو جاے اور حد زمین کو سیراب کر دیا کرے کہ یہی اُسکا کام ہے“ اب مین بیان کرتا ہون کہ یہ مقصد کیونکر بر آتا ہے مگر پہلے مین مصر شمالی کی کیفیت عرض کرونگا جہان سیلاب سے آبپاشی کرنے کا قدیم طریقہ فراعنہ مصر کے وقت سے اب تک برابر جاری چلا آیا ہے اُسکے بعد مصر جنوبی کی کیفیت عرض کرونگا جہان اُس زمانہ کا جدید طریقہ ہے

آب پاشی کا جاری ہے۔

قدیم طریقہ آب پاشی کا اگرچہ بعض اعتبارات سے جنکو بیان کرنا کچھ ضرور نہین ہے پیچیدہ ہے مگر اپنے اوصاف ذاتی کے لحاظ سے آسان ہے اُسکی پہلی شرط یہ ہے کہ دریا مین باندھ باندھ دیے جائین تاکہ جو مقدار پانی کی زمین کو تر اور سرسبز و شاداب کرنے کے لیے درکار ہے وہ حسب ضرورت معین اور منضبط ہو جاے مگر یہ کچھ ضرور نہین ہے کہ اسیقدر پانی باندھ کے پیچھے جمع ہے جسقدر درکار ہے اُس سے زیادہ نہ جمع ہونے پاے البتہ یہ ضرور ہے کہ پانی سطح زمین پر برابر تقسیم ہو اور بہوقت تک ٹھہرا رکھا جاے جب تک کہ وہ مٹی جو پانی مین رُکی ہوئی ہے اور جو خشک زمین کو شاداب کر دیتی ہے تہ نشین ہو جاے۔ لیکن چونکہ وادی نیل کی سطح ڈھال ہے یعنے تدریجاً نیچی ہوتی چلی گئی ہے لہذا اگر سیلاب کے پانی کو باندھون کے پیچھے لاکر یوہین چھوڑ دین تو وہ سارے ملک پر مثل ایک دریاے قہار کے چڑھ آوے اور اُس سے فائدہ ہونا تو بجاے تباہی و بربادی کا اندیشہ ہو۔ اس خرابی کے انسداد کے لیے مٹی کے باندھ اونچے اونچے اور آڑے آڑے بنا دیے جاتے ہین۔

یہ بڑے بڑے لمبے لمبے باندھ دریا کے کنارہ سے پہاڑیون کے نیچے تک برابر چلے گئے ہین اور اُنسے ایک سلسلہ بڑے بڑے حوضون کا بنگیا ہے اُنمین جو سب سے بڑے حوض ہین وہ تقریباً اسّی ہزار ایکڑ کے رقبہ کو گھیرے ہوے ہین جب ماہ جولائی مین دریاے نیل چڑھنا شروع ہوتا ہے تو یہ حوض نہرون اور نالیون کے ذریعہ سے رفتہ رفتہ بھر جاتے ہین اور جب تقریباً ستر روز کے بعد دریا گھٹنے لگتا ہے تو نالیون کو کھولدینے سے یہ حوض خالی ہو جاتے ہین یا صرف باندھون کو نیچے سے کاٹ دینے سے خالی ہو جاتے ہین۔

جب ماہ اکتوبر مین یہ بڑے بڑے حوض خالی ہوتے جاتے ہین تو کسانون کی

بن آتی ہے کیونکہ تقریباً دو مہینے تک تو وہ خالی ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے تھے
اب بقول شخصے کہ اپنی روٹی کا سہارا پانی میں ڈھونڈھنے لگتے ہین یعنے سیلاب کی وجہ سے
جو کیچڑ سی ہو جاتی ہے اُسمین گیہون جَو جوار باجرا وغیرہ بوتے ہین۔ ہل چلانے یا زمین کو
کوڑنے کی ضرورت نہین ہوتی بلکہ جوان مرد یا لڑکے جو گویا بالکل برہنہ ہوتے ہین
تخم کو گیلی مٹی مین چھڑک کر بیلچون یا درخت خرما کی شاخون سے اُسکو مٹی مین دبا دیتے ہین ص ۲۳
اور جب ان سب چیزون کے بونے سے فراغت ہو جاتی ہے تو اکثر رعایا کو لیجا کر عمارات
سرکاری مین یعنے سڑکون وغیرہ پر کام لیتے ہین اور اپریل کے مہینہ مین وہ سب لوگ
فصل کاٹنے کے لیے واپس آتے ہین۔ اور تقریباً تین مہینہ تک غلہ کو کاٹنے بنانے
اور صاف کرنے مین مصروف رہتے ہین۔ جس ترکیب سے غلہ مصر مین کاٹا بنایا اور
صاف کیا جاتا ہے وہ ان محققین عمارات قدیم کو بخوبی معلوم ہے جنھون نے قدیم مصریون
کے رسوم و عادات کو پادشاہان سلف کی یادگار عمارتون پر مکتوب دیکھا ہے مصر شمالی
مین آج کل فلاح (مثل اپنے بزرگان سلف کے جنکو پانچ ہزار برس کا عرصہ گذرا ہے
اور جو اُس زمانہ سے بھی کہین پیشتر تھے جس زمانہ مین حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو
مصر سے نکالکر ارض کنعان یعنے بیت المقدس مین لے گئے تھے) غلہ کو کھلیان کے
لیے چپٹی زمین مین ڈالکر موگریون سے کوٹتا ہے یا ایک خاص قسم کے آلہ سے جو گاڑی
کی قطع کا ہوتا ہے اور جسمین بیل جتے ہوتے ہین اُسکو روندکر ایک چوڑے سے بیلچے سے
اسکو اوپر اچھالتا ہے تاکہ ہوا کے زور سے صاف ہو جاوے۔ جب یہ کام ختم ہو جاتا
تب وہ زمانہ آتا ہے جب کہ سیلاب سے بچنے کا سامان کیا جاتا ہے یعنے وہ نہرین صاف
کی جاتی ہین جنکے ذریعہ سے پانی بڑے بڑے حوضون مین جاتا ہے اور باندھون
کی مرمت کیجاتی ہے اور دریا کے کنارے مضبوط کیے جاتے ہین ان باتون کے
لیے اُس سے بہت زیادہ محنت درکار ہے جتنا عموماً گمان کیا جاتا ہے مثلاً جب

کسی باندھ کو اسلیے کاٹ دیتے ہین کہ اونچے حوض مین سے پانی نیچے حوض مین گرے اور اسکے کاٹنے سے گڑھا پڑجاتا ہے تو اُس گڑھے کو بھرنے مین ہزار آدمی مہینہ ڈیڑھ مہینہ تک مصروف رہتے ہین اور چونکہ حکام کو بعض وجوہ سے جو آگے چلکر بیان کیے جاوینگے اسمین اپنا نفع ذاتی متصور ہے کہ بیگار کام کرنے والے فلیون کو اُنکے گانون سے پکڑ پکڑ کر کہین دور سڑک وغیرہ بنانے کو بھیجدین لہذا وہ ایسا ہی کرتے ہین جس سے بیچارے فلیون کو فضول محنت کرنی پڑتی ہے اور اُنکی اوقات مفت ضائع ہوتی ہے اور جو کچھ اُنکے کھلانے پلانے مین خرچ ہوتا ہے وہ اس سے علاوہ ہے پس کل مصر شمالی مین آبشار اول سے لیکر السیوط تک فلاحین کے سنہ فصلی سے اُنکے کاشتکاری کی یہ کیفیت ہے جو مجملاً بیان کی گئی۔

اس قدیم طریقہ زراعت سے یہ فائدہ ہے کہ جتنی مشقت کرنی پڑتی ہے اور جتنا روپیہ صرف ہوتا ہے اُس سے بہت زیادہ غلہ وغیرہ پیدا ہوتا ہے مگر اس قدر پیداوار بھی مصر کی زمین اور آب ہوا کی پوشیدہ خاصیتون کے مقابلہ مین بہت کم ہے تقریباً نصف سال تک تو زمین بے کاشت اور رعایا بیکار پڑی رہتی ہے کیونکہ موسم گرما مین مٹی خشک ہوکر پتھر کے مانند سخت ہوجاتی ہے اور ہل سے بالکل نہین ٹوٹ سکتی اور فصل خریف مین کئی فیٹ پانی مین غرق رہتی ہے۔ علاوہ اسکے سیلابی آب پاشی کے طریقہ سے اُن اشیا کا پیدا ہونا محال ہے جنسے نفع کثیر ہوتا ہے جیسے مثلاً جوار۔ روئی اور گنا ہے کیونکہ ان چیزون کی کاشت مین سینچائی فصل ربیع مین ہونی چاہیے مگر اس فصل مین دریاے نیل اُتار پر ہوتا ہے اور اگر فصل خریف مین جو دریا کے چڑھاو کا زمانہ ہے انکی کاشت کیجاے تو سیلاب اور طغیانی آب سے بالکل تباہ و برباد ہوجائین پس اگر مصر جیسے ملک کی زمین سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنی منظور ہو تو یہ ضرور ہے کہ سیلابی طریقہ آبپاشی کو موقوف کرکے ایک دائمی طریقہ آب پاشی کا جو سب فصلون کے لیے مناسب و موزون ہے

 139

اور جس سے کھیت بالکل تو پانی مین نہ ڈوب جائین مگر سال بھر پانی انمین بافراط موجود
ہے جاری کیا جائے بہت قدیم زمانہ سے مصر کے کاشتکار اِس امر سے خوب واقف
ہین اور جن خوش نصیب کاشتکارون کی زمین دریا سے ملحق یا کسی نہر سے متصل ہے
وہ مدت سے اُسی طریقہ کو عمل مین لا رہے ہین جس سے پیداوار افراط کے ساتھ ہوتی ہے
یعنے دریاے نیل کے بڑھاؤ کے زمانہ مین باندھ وغیرہ باندھکر اپنے کھیتون کو سیلاب فصل ۴
سے بچاتے ہین اور دریاے مذکور کے اُتار کے زمانہ مین شدوف اور سقیہ اور اسی
قسم کی اور آسان تدبیرون سے جنکی کیفیت سے سیاحان وادی نیل خوب واقف
ہین پانی سینچتے ہین محمد علی پاشا کے عہد حکومت تک جو صدی رواں کے نصف
اول مین شروع ہوا تھا یہ نافع طریقہ آب پاشی کا کثرت کے ساتھ مصر مین نہین جاری
ہوا تھا اور اب تک یہ طریقہ دوآبہ کے ملک اور اضلاع متوسطہ پر محدود ہے
بالاے مصر کے اضلاع متوسط مین بھی یہ طریقہ علی العموم مستعمل نہین ہے کیونکہ دشت لیبیا
کے کنارے جو ملک بڑی دور تک چلا گیا ہے اور القاہرہ کے شمال تک پہونچ
گیا ہے اسمین ہی قدیم طریقہ اب تک جاری ہے اور اب تک بڑے بڑے حوض جنمین
سیلاب کا پانی بھر جاتا ہے آب پاشی کے کام مین لائے جاتے ہین یہی وجہ ہے کہ جو
سڑک القاہرہ سے اہرام مصریہ کو گئی ہے اُسکے دونون طرف فصل خریف مین
کھیت بالکل پانی مین ڈوبے رہتے ہین مگر جو کھیت پل سے اُس وقت دکھائی دیتے
ہین جب القاہرہ سے جنوب کی جانب نہر ابراہیمیہ کے کنارے کنارے اسیوط
کو جائیے وہ یا تو بالکل خشک ہوتے ہین یا کچھ تھوڑے بہت سینچے ہوے ہوتے ہین
دوآبہ کے اضلاع جنوبی مین بھی جہان دھان بویا جاتا ہے سیلابی طریقہ آب پاشی کا جاری ہے
جہان جہان یہ زیادہ تر نافع طریقہ آب پاشی کا جاری ہے وہان وہان فلاحین کے
زراعتی اشغال زیادہ تر مسلسل اور مختلف ہین بہ نسبت اس قلیل کے جب دریاے نیل

چڑھاؤ پر رہتا ہے سال بھر فلاحین پانی بھر بھر کے اپنے کھیتون کو سچا کرتے ہین
اور جب فصل کو بوتے ہین تو اُس مہمل طریقہ سے نہین بوتے ہین جو سابق مین بیان
کیا گیا بلکہ عنوان شایستہ سے بوتے ہین جسمین ایسے ایسے مشقت طلب کام بھی داخل
ہین جیسے ہل جوتنا اور زمین کو توڑنا - جن اشیا کی کاشت سے اُنکو زیادہ فائدہ
ہوتا ہے جیسے جوار روئی - اور گنا انکی کاشت وہ اسطور سے کرتے ہین کہ اپنی جوت
کی کل اراضی کو تین قسم کے کھیتون پر منقسم کر لیتے ہین اور ہر قسم کے کھیتون مین سال مین
تین بار بدل بدل کر چیزین بوتے ہین - روئی کی کاشت اس اُلٹ پھیر سے کیجاتی ہے
کہ ماہ اگست مین جب سنہ فصلی شروع ہوتا ہے تو جو کھیت جون اور جولائی مین جوتا گیا تھا
اب اُسکے ایک حصہ مین جوار بوئی جاتی ہے اور چند ہفتون کے بعد اُسی کے دوسرے
حصہ مین ترفیل بوئی جاتی ہے - نومبر مین جوار کاٹی جاتی ہے اور جس مین ترفیل
بوئی تھی وہ صاف کیجاتی ہے تب سارا کھیت روئی کی کاشت کے لیے تیار کیا جاتا ہے
اور فروری مین روئی بوئی جاتی ہے ستمبر مین کاٹی جاتی ہے اور اسکو کاٹ کر جو اُسی
گیہون بونے کی تیاری فوراً کر دیتے ہین اور اکتوبر اور نومبر مین اُنکو بوکر اپریل و مئی
مین کاٹتے ہین تب اُس کھیت کو خریف تک یونہین بے کاشت پڑا رہنے دیتے ہین اور
خریف مین اُس کھیت کے ایک حصہ مین ترفیل اور دوسرے حصہ مین سیم بوتے ہین
تب سیم کو اپریل مین کاٹ لیتے ہین اور ترفیل کو ۱۵ جون تک کاٹ لیتے ہین یا چروا
دیتے ہین - ۱۵ جون کو پھر وہی سہ سالہ تبدیل فصول یعنے فصلون کا اُلٹ پھیر شروع
ہو جاتا ہے اور زمین جوار کے لیے تیار کیجاتی ہے - اگر اوکھ بونا منظور ہے تو روئی
کے بدلے اُسکو بوتے ہین اور اُسکی کاشت سے ہر سہ ماہی کے بعد تبدیل فصل مین
جسکی کیفیت بیان کی گئی کچھ بڑا فرق نہین پڑتا -

اس طریقہ سے پیداوار تو زیادہ ہوتی ہے مگر زمین کی قوت پیداوار بہت

سلب ہو جاتی ہے اور عموماً پایا جاتا ہے کہ دریاے نیل کی گیلی مٹی زمین کو شاداب کرنے ۱۳۲
کے لیے کافی نہین ہوتی علی الخصوص اس حالت مین جبکہ پانی سیدھا دریا سے نہین
لیا جاتا بلکہ کسی ایسی نہر سے لیا جاتا ہے جسمین وہ گیلی مٹی تہ نشین ہوجاتی ہے ایسی
حالت مین کچھ زائد کھاد کا استعمال کرنا مناسب ہے۔ جو کھاد اکثر مستعمل ہوتی ہے وہ
ایک قسم کی مہین مہین خشک مٹی اُن ٹیلون کی ہوتی ہے جو قدیم شہرون اور دیہات کے
مواقع پر بنگئے ہین اُس مٹی مین کسیقدر کھاری مادہ شریک ہوتا ہے جسکی ضرورت
زمین کو ہے مگر افسوس ہے کہ اس مادہ نمکین سے بھی زیادہ شورہ اور وہ نمک جسکو
سوڈا کہتے ہین ملا ہوتا ہے اور یہ چیزین بمقدار کافی زمین مین پیشتر ہی سے موجود ہوتی
ہین بعض اوقات جب اُس سے بھی قوی تر جزو کیمیائی کی ضرورت ہوتی ہے تو کسان
کبوتر کی بیٹ کو بطور کھاد کے استعمال کرتے ہین اور کبوتر کی بیٹ کو کشتیون مین لاد
لاد کر ہر سال مصر شمالی کے دیہات سے لاتے ہین مگر اس قسم کی کھاد مین چونکہ صرف
بہت پڑتا ہے لہذا اسکا استعمال بہت کثرت کے ساتھ نہین ہوتا ہے۔ بلکہ قدیم شہرون
اور دیہات کے ٹیلون کی خشک مٹی بھی جسکا ذکر سابق مین کیا گیا عموماً بطور کھاد کے
نہین مستعمل ہوتی ہے کیونکہ اگرچہ یہ مٹی مفت ملتی ہے مگر اسکو بورون مین بھر بھر کر اور انکو
خچرون یا اونٹون پر لاد کر بڑی بڑی دور لیجانے مین بہت خرچ پڑجاتا ہے۔

بہرکیف۔ چاہے کسان ان کھادون کو استعمال مین لائے چاہے نہ لائے
کوئی نہ کوئی کام اسکو ضرور کرنا پڑتا ہے اور اسکا وقت بیکار نہین ضائع ہونے پاتا۔
جوہین سیلاب کا پانی اسکی زمین سے نیچا ہوجاتا ہے اسیوقت سے اسکو روئی یا گنے
کے کھیتون کے لیے پانی بھرنا پڑتا ہے اور انکو دوسرے کھیت مین بونا پڑتا ہے۔
بعد ازان روئی کو کاٹ کر اُس کارخانہ مین بھیجنا پڑتا ہے جہان روئی صاف کیجاتی
ہے اور گنے کو کاٹ کر اُس مقام پر بھیجنا پڑتا ہے جہان شکر وغیرہ بنائی جاتی ہے

روئی یا گنے کو کاشتے ہی زمین کا تردد روئی یا گنے یا جَو کی فصل جدید کے لیے کرنا پڑتا ہے اور اپریل تک تعدد متوار رہتا ہے وہی زمانہ سیم اور جَو اور گیہون کی فصل کاٹنے کا ہے۔ تب جون اور جولائی مین ان اشیا کو کوٹ پیٹ کرا اور صاف کر کے اور خچرون پر لاد کر بازارون مین بھیجتے ہین اور جوار کے لیے زمین کو تیار کرتے ہین۔ جب سیلاب منتہی کے درجہ کو پہونچ جاتا ہے تو کسان کو یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ باندھ وغیرہ خوب مضبوط ہین اور کہین سے ٹوٹے پھوٹے نہین ہین کیونکہ اگر پانی انکو توڑ کر چلا آئے تو بیچارے کسان کے مکان کو بہا لیجاے اور اُسکے بال بچون کی جان کے لالے پڑجائین اور اُسکے مواشی ورطۂ ہلاکت مین پڑین اور اُسکی فصل استادہ بھی یقیناً تباہ ہو جائے مگر اُسکے بنی عم یعنے مصر شمالی کے کسان اس خطرہ سے محفوظ ہین اور صرف اسوجہ سے محفوظ ہین کہ دریاے نیل کے بڑھاؤ کے زمانہ مین اُنکے یہان فصل استادہ ہوتی ہی نہین۔ الغرض مصر کے اضلاع جنوبی اور اضلاع متوسطہ کے کسانون کو سال بھر علی الاتصال ایک نہ ایک کام ضرور کرنا پڑتا ہے اور سال مین ۱۲۰ روز جو اُنکو سرکار کے حکم سے بیگاری کے صیغہ مین مزدوری کرنی پڑتی ہے وہ گھاتے مین ہے۔

اسمین شک نہین ہے کہ سال بھر علی الاتصال آبپاشی کا طریقہ جاری ہونے سے مصر کی پیداوار مین بہت کثرت سے افزونی ہوئی ہے۔ جو اشیا مصر سے غیر ملکون مین بسبیل تجارت بھیجے جاتے ہین اُنکی آمدنی گذشتہ ساٹھ برس کے عرصہ مین کئی لاکھ پونڈ سے ترقی کر کے ایک کروڑ پچاس لاکھ پونڈ تک پہونچ گئی ہے اور یہ افزونی اسوجہ سے ہوئی ہے کہ عمدہ تر طریقۂ زراعت اُس ملک مین جاری ہوا ہے۔ مگر ساتھی اُسکے اس تغیر سے یہ نقصان بھی ہوا ہے کہ اسکی وجہ سے صیغۂ تعمیرات سرکاری پر نہایت شدید فرائض اور بہت سخت ذمہ داریان عائد ہوئی ہین اور افسوس ہے کہ اُن فرائض کی تعمیل ایمانداری سے نہین ہوئی ہے۔ اس مطلب کی توضیح کے لیے مجھکو

یہ بیان کرنا لازم ہوا کہ مصر کی زراعت مین آب پاشی سے کیا کام نکلتا ہے۔

یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ مصر پر کیا موقوف ہے ہر ملک کی زراعت مین آبپاشی کا خاص کام زمین اور فصل کو بقدر ضرورت رطوبت یعنے تری پہونچانا ہے۔ البتہ یہ امر لوگون کو کم معلوم ہے کہ دریاے نیل کے پانی مین چونکہ دریائی مادہ بہت ہوتا ہے لہذا اُس سے زمین کو رطوبت اور کھاد دونون چیزین ملتی ہین پس اگر اس پانی مین یہ شاداب کرنے والا مادہ اس سبب سے نہ باقی رہے کہ وہ مدت تک کسی حوض وغیرہ مین بند رہا ہے یا اس باعث سے ضائع ہو جاے کہ وہ متواتر آب پاشی کے کام مین آچکا ہے تو کاشتکار کو بے شک شکایت کا موقع ہے۔ تیسرا امر جس سے بہت ہی کم لوگ واقف ہین یہ ہے کہ نیل کے پانی کی ضرورت صرف رطوبت اور کھاد ہی کے لیے نہین ہے بلکہ اسلیے بھی اسکی ضرورت ہے کہ زمین کو پاک اور صاف رکھے اور نمکھارے شورا اور ہر قسم کے مضر نمکون کو سطح زمین پر نہ آنے دے۔ یہ نمک شادابی کے بڑے دشمن ہین اور بدعملی کی طرف مائل بالطبع ہین اور انکو سطح زمین پر نہ آنے دینا نہایت مشکل کام ہے چونکہ زمین کے نیچے کی تہ مین مسامات کثرت سے ہین لہذا رود نیل اور نہرون کا پانی ان مسامات کی راہ سے ہمیشہ زمین کی تہ مین جذب ہوا کرتا ہے اور سیلاب کے زور سے وہ پانی رفتہ رفتہ بلند ہوتا جاتا ہے اور مضر نمکون کو گھلا گھلا کر بمقدار کثیر زمین کے اوپر اپنے ساتھ بہا لاتا ہے۔ پس ہر سال نمک آمیز پانی یا آب شور تہ زمین سے نکلکر اوسکے اوپر کی سطح کو تر رکھتا ہے اور اُسکے مضر اثر کو دفع کرنے کا عمل طریقہ صرف یہ ہے کہ زمین کے اوپر کی تہ کو اوپر سے پانی آکر تر رکھے تاکہ وہ رطوبت جسمین نمک شور ملا ہوا ہے اُسکی سطح تک نہ پہونچنے پائے یا اگر وہ اوپر کی سطح پر آگیا ہے تو پانی اُسکو بہا لیجائے۔ بہرتقدیر یہ دیکھنا ضرور ہے کہ پانی بے تکلف بہتا چلا جاتا ہے کیونکہ اگر وہ رکی ہے اور زمین تخمیر ہونے لگے تو مادہ شور جو اُسکے اندر ہے

وہ زمین مین رہیگا اور اگر متواتر ایسا ہی ہوا کرے تو زمین کے اوپر ایک نمین پرت سفید
نمکون کی دھوپ مین چمکتی دمکتی دکھائی دیگی اور ہر قسم کے نباتات کے نمو اور روئیدگی
کی مانع و حارج ہوگی - قدیم سیلابی طریقۂ آب پاشی مین بمقابلہ اس جدید علمی طریقہ کے
جسمین آب پاشی سال بھر علی الاتصال ہوا کرتی ہے عہدہ داران صیغہ تعمیرات سرکاری کو
ان سب پیچیدہ اور باریک باتون کا لحاظ رکھنا کچھ ضرور نہین ہے - طریقۂ قدیم آب پاشی
کے بموجب انکو صرف اتنا کرنا پڑتا ہے کہ باندھون کی مرمت کرکے انکو مضبوط و مستحکم
رکھتے ہین اور پانی کو حوضون یا نہرون کی راہ سے وقت معین پر نکالدیتے ہین اور جو
کچھ کام باقی رہ جاتا ہے اسکو سیلاب خود کرلیتا ہے یعنے ہر کاشتکار کو ایک واجبی حصہ
پانی اور شاداب کرنے والے مادہ کا سیلاب سے حاصل ہوتا ہے اور سیلاب مادۂ شورہ کو
نہ زمین سے اوپر کے سطح پر نہین آنے دیتا - مگر برخلاف اسکے طریقہ جدید آب پاشی
کے موافق مہتممان تعمیرات سرکاری کو صرف باندھون اور حوضون ہی کی مرمت
نہین کرنی پڑتی ہے بلکہ مفصلۂ ذیل دقتون کو رفع کرنے کی بھی تدبیر کرنی پڑتی ہے
یعنے ہر ایک کاشتکار کے لیے چاہیے اسکی زمین دریا سے کتنی ہی دور ہو بقدر اسکی ضرورت
کے پانی سال بھر مہیا کرنا پڑتا ہے اور یہ فکر کرنی پڑتی ہے کہ پانی کے رکے رہنے کی وجہ
سے یا اور کسی سبب سے شاداب کرنے والا دریائی مادہ اسمین سے نہ جاتا رہے
اور پانی کو نہرون مین حتی الامکان بہت بلند رکھنا پڑتا ہے تاکہ اسکو نہرون سے
کھینچکر کھیتون مین ڈالنے مین بہت مشقت نہ کرنی پڑے نہ بہت وہ یہ خرچ ہونے
پائے اور یہ سب تدبیرین اس احتیاط سے کرنی پڑتی ہین کہ اراضی ملحق لسواء نہ مین مع زیادہ
شورہ نہ سرایت کرنے پائے - اور بالآخر ایسی تدبیر کرنی پڑتی ہے جس سے ہر ایک
کاشتکار فضول اور زائد پانی کو اپنے کھیتون سے بہا دے مگر وہ پانی قرب و جوار کے
کھیتون مین نہ جانے پائے - ان سب دقتون کو یکبارگی رفع کرنا ایک کار دشوار ہے

۱۳۵ لہذا اس مطلب کی توضیح مین مین چند کلمات نسبت امر مرسوم کے عرض کرتا ہون یعنے یہ امر
کہ پانی نہرون مین حتی الامکان بلندی پر رہے ۔ یہ مقصد مختلف طریقون سے حاصل ہوتا ہے
ایک طریقہ یہ ہے کہ جب دریاے نیل بڑھاو پر ہوتا ہے تو نہر مین باندھ بنا کر اُسکو
حوض کی قطع پر کر لیتے ہین دوسری تدبیر یہ ہے کہ جہان سے نہر مین پانی آتا ہے
اُس مقام کو بند کر کے نلون کے ذریعہ سے نہر مین ہمیشہ پانی بھرا کرتے ہین ۔ تیسری
تدبیر یہ ہے کہ دریا مین ایک قسم خاص کا باندھ بنا کر اُسکے پانی کو اونچا کر دیتے ہین
الغرض ۔ ان سب تدبیرون کی آزمایش کی گئی مگر لائق اطمینان نہین ثابت
ہوئین اسکا سبب کچھ تو یہ ہے کہ ان سب تدبیرون مین فی نفسہ کچھ نقص ہے مگر
اسکا باعث قوی یہ ہے کہ باندھ اور حوض وغیرہ ابتدا ہی مین ناقص بنائے گئے تھے
اور اب اُنکی مرمت نہین ہو سکتی یا اسمین غفلت ہوتی ہے ۔ جب نیل کے بڑھاو کے
وقت نہر کا پانی باندھ سے روک دیا جاتا ہے اور وہ بطور حوض کے استعمال مین لائی
جاتی ہے تو اسمین بمقدار کافی پانی نہین رہتا اور شاداب کرنے والے مادہ کے
نکل جانے کی وجہ سے وہ پانی خواہ مخواہ خراب ہو جاتا ہے ۔ یہ عیوب دوسری تدبیر سے
رفع ہو سکتے ہین یعنے یہ تدبیر کہ چھوٹی چھوٹی نہرون مین نیل کا پانی نہ لایا جاے بلکہ
ایک بڑی سی نہر سے لایا جاے جو دریا کے محاذات مین برابر چلی جائے اور اس سے
بلندتر ہو ۔ مگر افسوس ہے کہ اس قسم کی تدبیرین غفلت و سہل انگاری کے سبب سے
ناکام رہی ہین ۔ اس قسم کی نہرین مٹی سے پٹ گئی ہین اور کاشتکارون کو افسوس ہے
کہ یہ آزمایش کیون کی گئی کیونکہ اول تو پانی کی وہی قلت ہے جو پیشتر تھی دوسرے
جو پانی نہرون سے آتا ہے وہ اُس پانی سے بھی بدتر ہے جو سابق مین دریاے نیل سے نوٹ؟
براہ راست آتا تھا ۔ جن مقامات سے نہرون مین پانی آتا ہے اُن مقامات پر بڑی
بڑی دو دو کلین لگائی گئین مگر اس تدبیر سے بھی مقصد برآری نہین ہوئی ۔ اکثر صوبون ؟

تدبیر سے فائدہ کم ہوا اور خرچ بہت پڑگیا اور عموماً پانی کی بمقدار کافی نہین
ن سب تدبیرون سے زیادہ ناکامی اس تدبیر مین ہوئی جسکا مفاد یہ ہے
...یہ ہم خاص کا باندھ بنا کر دریا کا پانی اونچا کردیا جاے۔ تین برس کا عرصہ گذرا
ہے کہ جب اس مقام پر جہان دریاے نیل کے دو ٹکڑے ہوکر دوآبہ کی صورت پیدا
ہوگئی ہے بڑے بڑے فرانسیسی انجنیرون نے ایک عالیشان باندھ بنایا تھا
جس سے حسن عمارت اور ہنر انجنیری دونون باتین کم و بیش نمایان تھین [illegible]
معلوم ہوگیا تھا کہ اس عمارت کی بنیاد ایسی گہری نہین رکھی گئی ہے کہ پانی کے
ریلے کی مقاومت کرسکے لہذا اہتمام صیغۂ تعمیرات سرکاری نے اُسکے تاون کو
بند کرنے کی کبھی جرأت نہین کی ہے۔ بعض مقامات پر جو نہرون کے پانی کو بلند
کرنے کا مسئلہ عملاً حل کیا گیا ہے تو اس سے بہت خراب نتائج پیدا ہوے ہین جنکی پیشتر
امید نہ تھی۔ مثلاً سابق مین طل الکبیر کے قریب بہت سی اراضی مزروعہ تھی جسکا رقبہ
۲۲۰۰۰ ایکڑ کا تھا مگر لیسپس صاحب کی نہر شیرین کی وجہ سے جو اس ضلع مین
بلندی پر واقع ہے رقبۂ مذکورہ کم ہوکر اب ۲۰۰۰ ایکڑ کا رہگیا ہے۔ علی ہذا القیاس
نہر ابراہیمیہ نے جس سے بنج اور اسیوط کے درمیان دائرہ سینیہ کے بڑے بڑے گنے کے
کھیتون مین آب پاشی ہوتی ہے مادۂ شور خارج ہونے کے باعث سے ہزارہا ایکڑ
زمین کو جو پیشتر سرسبز و شاداب تھی تباہ و برباد کردیا ہے۔ میرا مطلب یہ نہین ہے
کہ نہرون کے پانی کو اونچا رکھنے سے قرب و جوار کی اراضیات مین مادۂ شور ساری
ہوجانا خواہ مخواہ لازم آتا ہے۔ بلکہ میری غرض صرف اتنی ہے کہ اگر اس خرابی کے
انسداد کا معقول تدارک نہ کیا جائیگا تو اس خراب نتیجہ کے پیدا ہونے کا ضرور اندیشہ ہے
اگر یہ بات سچ ہے (جیسا بعض معزز حکام کا قول ہے) کہ اسکا معقول اور آسان تدارک
یہ ہے کہ نہر کے کنارے ایک خندق کھودی جائے اور عموماً پانی کو نکالنے

کی تدبیر کیجائے تو میرے نزدیک حکام موصوفین پر دوہرا الزام عائد ہوتا ہے ۱۲۹
اور غفلت کی وجہ سے اس خرابی کو باقی رکھا جسکا انسداد بآسانی ہو
دوآبہ کے عمدہ ترین اضلاع مین ایسی فاحش غلطیان تو نہین کی گئی ہین...
سابق مین بیان کی گئین مگر کل انتظام آب پاشی مین رفتہ رفتہ تنزل ہوتا جاتا ہے
آب پاشی کی نہرین مٹی سے پٹ گئی ہین نالے نہریان بھی کہین کہین تو بے پروائی سے
بند ہو گئی ہین جیسے ریل کی سڑکون مین ہوا ہے جنہین نالے نہین ہین اور کہین کہین کسانون
نے آب پاشی کے لیے پانی حاصل کرنے کے واسطے انکو عمداً بند کر دیا ہے۔ بلکہ بعض مقامات
مین تو آب پاشی کی نہرون اور نالون مین مطلق فرق و تمیز نہین باقی رہا ہے اور کھیتون مین
نالون کے پانی سے برابر آب پاشی کیجاتی ہے۔ البتہ اس پانی مین شاداب کرنے والا
دریائی مادہ بالکل نہین ہوتا ہے بلکہ اسمین مادۂ شور ملا ہوتا ہے جو زراعت کے حق مین
سم قاتل ہے مگر جو کسان اسکو استعمال کرتے ہین وہ کہتے ہین کہ ہمین اس سے بہتر پانی
نہین میسر آتا ہے لہذا مجبوری اسکو کام مین لاتے ہین۔ انکا یہ قول ہے کہ خراب پانی سے
بعض قسم کی فصل تو پیدا ہو جاتی ہے لہذا اسکا استعمال اس سے تو بہتر ہے کہ کھیت یونہین
خشک پڑے رہین اور کچھ بھی نہ پیدا ہو۔
اگرچہ نہرون کے ذریعہ سے آب پاشی کرنے کے طریقہ پر مصر کی سرسبزی اور رونق ص ۳
موقوف ہے اور یہ طریقہ ایسا خراب کر دیا گیا ہے کہ اسکو دیکھکر افسوس ہوتا ہے تاہم یہ
خیال کرنا چاہیے کہ کسان اس بیگار کام سے بری ہو گئے ہین جو اس طریقہ کی عملدرآمد
کے لیے لازم ہے۔ سال مین دو مرتبہ اقل مراتب دو دو مہینے تک بلکہ اکثر اس سے بھی
زیادہ مدت تک کسانون سے بیگار اور مفت کام لیا جاتا ہے بس چاہیے تھا کہ جسقدر
مشقت اور تکلیف کسانون کو اس کام مین اٹھانی پڑتی ہے اس سے یہ کام انجام کو پہونچ
جاتا۔ مگر افسوس ہے کہ ہر سال انسے مشقت شاقہ لیجاتی ہے اور انکو محنت تکلیف

دیجاتی ہے۔ مگر کوئی مفید نتیجہ نہین نکلتا۔ اُسکا باعث کچھ تو حکام اعلیٰ کی جہالت و غفلت
ہے اور کچھ اسکا سبب یہ بھی ہے کہ سب جو ن کے اہل کاران سرکاری قلیون کے
جمعدارون سے لیکر وزرا صیغۂ تعمیرات تک بد نیتین اور خیانتین کرتے ہین اور سب
اہلکار باستثنار نفسے چند کے جو کچھ بھی تعلق صریحی یا ضمنی بیگار کے صیغہ سے رکھتے ہین یہی
چاہتے ہین کہ کسی طرح ہمارا پیٹ بھر جاے خواہ ملک کی سرسبزی مین کچھ ترقی ہو خواہ
نہو۔ بڑی بڑی بدعتون کی مختصر کیفیت لکھنے کے لیے بھی اس سے زیادہ گنجایش
درکار ہے جتنی وسعت اس مختصر کتاب مین ہے اور ایسا طول کلام ناظرین کو بھی سخت
ناگوار گذرے گا لیکن جو کیفیت ذیل بطور مشتے نمونہ از خروارے بیان کی جاتی ہے۔
سال مین ایک مرتبہ چیف انجنیران اور دیگر عہدہ داران صیغۂ تعمیرات سرکاری جو
آبپاشی سے کچھ تعلق رکھتے ہین مقامات صدر پر جمع ہو کر اس امر کا تصفیہ کرتے ہین کہ
سال آیندہ مین کیا کیا کام ہونگے اور بیگار کام رعایا مین کیونکر تقسیم کیا جائیگا۔ یہ لوگ کام
۲۵ اس طور سے نہین تقسیم کرتے کہ ہر ایک کسان کو حتی الامکان اپنے گانون کے قریب کام
کرنا پڑے بلکہ وہ دیدہ و دانستہ ایسا انتظام کرتے ہین کہ کسانون کو بڑی بڑی دور جا کر
ایسے ایسے کام کرنے پڑتے ہین جنسے وہ کچھ بھی واسطہ نہین رکھتے ہین۔ جب ان بدنصیب
کسانون کی روانگی کا وقت آتا ہے تو وہ دو ایک پونڈ دیکر اپنی گلو خلاصی کر لیتے ہین
اور ایک مقدار کثیر اس گلو خلاصی کے روپیہ کی انجنیرون اور انکے شرکا کو ملتی ہے مگر جو بیچارے
اتنا مقدور نہین رکھتے ہین کہ کچھ دے لیکر اپنی گلو خلاصی کر لین اُنکی اوقات یون
ضایع ہوتی ہے اور اُنکی قوت اسطرح سلب ہوتی ہے کہ کوسون جا کر کام کرتے ہین
اور پھر اپنے گھر کو واپس آتے ہین پانی کی تقسیم مین بھی ایسی ہی بدعتین ہوتی ہین چونکہ
ہزارہا خواستگارون مین پانی تقسیم کرنے کا اہم کام انجنیرون سے متعلق ہے لہذا وہ
اُن لوگون سے رشوت لیتے ہین جنکو وقت معین پر پانی بمقدار کافی لینے کی فکر ہوتی ہے

اور جو رشوت دینے کا مقدور بھی رکھتے ہین بعض اوقات انجنیرون کی باعثون سے
اسباب اور بھی ہوتے ہین جو حرام خواری کی عادت سے کچھ کم نہین ہین مثلاً مین اس
قصہ سے واقف ہون کہ ایک مرتبہ ایک انجنیر نے سارے ضلع کو پانی کے لیے بڑی
مدت تک ترسایا اور اُس فصل مین ترسایا جبکہ پانی کی ضرورت بہت تھی اور اسوجہ سے
ترسایا کہ اس سے اور مدیر سے لڑائی تھی اور مدیر کو ضرر پہونچانا چاہتا تھا اور محمد علی پاشا کی
نقل مشہور ہے کہ وہ کہتا تھا کہ مین نے سب قسم کے بدمعاشون کو خوب ہی ٹھیک بنایا
مگر انجنیر اور انسپکٹر ایسے ذات شریف ہین جنسے میری کچھ بس نہین چل سکتا۔ حرام خواری مین
جو نام اُنھون نے اسوقت پیدا کیا تھا وہی آج تک باقی ہے۔

مین گمان کرتا ہون کہ فلاحین کے کام کاج کی کیفیت ناظرین کو اب خوب معلوم
ہو گئی ہے مگر شاید ناظرین کو یہ امر دریافت کرنا منظور ہو کہ آیا اُن مظلومون کی حالت موجودہ
حالت سابقہ سے بہتر ہے یا بدتر اور آیا اس زمانہ مین اور اس انیسوین صدی مین اُنکی حیثیت
مین ترقی ہوئی ہے یا تنزل ہوا ہے۔ جہان تک میرے امکان مین ہے مین اس دلچسپ
سوال کا جواب دونگا اور بڑی خوشی سے اسکا جواب لکھونگا اور بعض ایسے واقعات
بیان کرونگا جنسے مصر کے کسانون کی حالت موجودہ جو نہایت ابتر ہے ناظرین کی
سمجھ مین بخوبی آجائے تاکہ شاید نیک نہاد اور ذکی الطبع آدمیون کو کوئی ایسی تدبیر
سوجھ جائے جس سے اُنکی حیثیت مین اصلاح ہو سکے میرے نزدیک اس امر کو تحقیق کرنے کا
سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ بعض مطلب خیز اور نہایت معتبر واقعات جمع اور مترتب
کیے جائین اور اس کام مین مجھے کسی شخص سے ایسی اعانت کی امید نہین ہے جیسی
قفر سلیمان کے ضعیف اور نابینا فقیر عبدو نامے سے ہے۔ اگرچہ یہ بیچارا ایک غریب
آدمی کا لڑکا تھا اور کچھ مایہ و بضاعت نہ رکھتا تھا تاہم اسکے حالات اس قابل ہین
کہ ایک علحدہ باب مین بیان کیے جائین فقط

باب ہشتم

ایک ضعیف فلاح کے تجربون کے بیان مین

قفر سلیمان اور اُسکے گرد و نواح مین ہر مرد و زن بلکہ بچے تک ضعیف اور نابینا عبدو سے واقف ہین پس جب ہم اُسکے گانون مین یا اُسکے قریب پہونچ گئے تو اُسکے گھر کا پتا ملنا کیا مشکل تھا۔ مگر وہ ناظرین با تمکین جنکو مضامین علمی کے تحقیق کرنے کے نہایت پسندیدہ اور عالمانہ طریقے بکمال احتیاط سکھائے گئے ہین شاید ایسے سفر مین جسکو اگر وہ ایک بیہودہ اور بے مصرف جنگلی چڑیون کا شکار سمجھین تو بیجا نہین ہے میرے ہمراہ جانے مین کچھ اغماض کرین۔ مصر کے فلاحین کے حالات موجودہ اور حالات ماضیہ کو تحقیق کرنا یا یہ کہیے کہ اُس ملک کے کسانون کے طرز معیشت کو دریافت کرنا کہ صدہا روان مین اُنکی کیا کیفیت ہے اور کس سے دریافت کرنا کہ ایک ضعیف اور نابینا بڈھے ایک وسط درجہ کے فہمیدہ اور تربیت یافتہ آدمی کو ایسا رکیک امر معلوم ہوگا جو اس مضمون کی عظمت اور وقعت سے کچھ نسبت ہی نہین رکھتا ہے اور اُسکے ذہن مین خواہ مخواہ یہ آئیگا کہ کیا اس وقائع نگار کو کوئی دفتر سرکاری نہین ملا جسکو دیکھتا یا اسکو محققین حالات مصر کے تصنیفات نہین میسر آئے جنکو یہ دیکھ لیتا۔ کیا مصر کے وزرا اور نظام و عمال و کتاب اور دیگر روشن ضمیر صفا تخمیر اہل کاران سرکاری اس بات پر آمادہ نتھے کہ واقعات کے علم کے مالا مال خزانے جو اُنکے پاس موجود تھے بڑے آدمیون کی سفارش سے اس جفاکش محقق کے حوالہ کردین۔ ہان۔ اے اس کتاب کے ناظر فضیلت مآثر آپکے علم و فضل کا بندہ قائل ہے اور آپ کا یہ فرمانا بھی درست اور بجا ہے کہ مصر مین ایسی ایسی چیزین اور ایسے منتخب

لوگ موجود ہین مگر کچھ عیوب تو ہین ہین اور کچھ نقائص خود مجھ مین ہین اسوجہ سے مین انکی
تعلیم و تلقین سے مستغنی نہین ہو سکتا۔ ہر درجہ کے سرکاری دفتر مین ہر قسم کے سرکاری
کاغذات کے انبار لگے ہوے ہین مگر شاید اس قسم کے کاغذات نہین ہین
جنکی ضرورت مجھکو اسوقت ہے۔ اور بندہ عربی نحو و صرف اور عربی املا نویسی سے
اسقدر واقف نہین ہے کہ ان کاغذات کو نظر سرسری سے دیکھکر کچھ فائدہ اُٹھائے اور
اگر بندہ علم الالسنہ کا عالم متبحر ہوتا تو بھی تو آخر بشر ہی تھا عمر نوح و خضر کہان سے لاتا کہ اس ضخیم
دفتر پریشان کے ایک عشر عشیر کو بھی مرتب کر لیتا۔ جو کتابین مصر کے حالات مین میرے پیشتر
لوگون نے لکھی ہین انکا احترام مجھکو لازم ہے ورنہ میرے بعد جو لوگ ایسی کتابین تالیف
کرینگے اُنسے مجھکو اپنے احترام کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ مگر مین یہ نہین کہ سکتا کہ اس مادہ
خاص مین مین نے اکثر واقعات انکی کتابون سے اخذ کیے ہین انمین سے اکثر صاحبون نے
مصر کے صرف روسا ے قدیم کی مصاحبت اختیار کی ہے یعنے فراعنہ اور فاتحان عرب
اور بزرگان دین مسیحی اور ایسے ہی اور مشاہیر کے حالات پر اکتفا کی ہے اور جن صاحبون نے
بیچارے غریب فلاح کے حال عبرت مال پر توجہ فرمائی ہے اُنھون نے اسکی صحبت
نہین اُٹھائی ہے اور نہ اُسکے مصائب و صعوبات کو دریافت کرنے کی کوشش کی ہے
بلکہ اُسکو زرق برق پوشاک پہنا کر لال بجھکڑ یا ہولی کا سوانگ بنایا ہے۔ مین نے مصر کے
اہل کاران روشنضمیر سے اس مقدمہ مین استصواب کیا ہے اور پاشا سے لیکر
دیہاتی محرر تک کسیکو بے پوچھے نہین چھوڑا اور مین خود اقرار کرتا ہون کہ بعض
اوقات مجھکو اُن لوگون سے نہایت مفید باتون کا علم حاصل ہوا ہے مگر ان حضرات کی
تعلیم و تلقین کو عموماً ایسا سمجھیے کہ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار۔ یا۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند
بلکہ انکی رہنمائی کو ایسا تصور فرمائیے کہ کوئی شریر آدمی کسی نابینا کو عمداً لیجا کر کنوین مین ڈھکیل دے
مگر وہ مرد پیر عبدو اور ہی قسم کا رہنما ہے اگرچہ مین یہ دعوے تو نہین کرتا کہ وہ کرو ...

غریب سے بالکل بری ہے کیونکہ آخرہ بھی تو قوم کا فلاح ہے لیکن چونکہ مین اُسکا ممنون
و شکور ہون اور اُسکے ساتھ انصاف کرنا چاہتا ہون لہذا چند کلمات اُسکی شان مین بیا
بھی یہوی عرض کرتا ہون۔ اول تو یہ ملاحظہ فرمائیے کہ سب مشرقی ملکون مین درویشی اختیار کرنا
کوئی عیب کی بات نہین ہے اور وہان فقرا و مساکین کی پرورش کے لیے امرا و اہل ثروت
سے کوئی خاص چندہ نہین لیا جاتا ہے کہ وہ لوگ درویشی کو گناہ کبیرہ قرار دیکر بیچارے
درویشون پر حق ناحق بھی غصہ کرین بلکہ برخلاف اُسکے اگر کوئی شخص برضا و رغبت خود
درویشی اختیار کرے تو ثواب سمجھا جاتا ہے گناہ نہین سمجھا جاتا۔ درویشی مسلمانون کے
طرز معاشرت کا رکن اعظم ہے۔ کیونکہ اگر اسلام مین درویشی کوئی چیز منوع تو مسلمانان
پاک اعتقاد زکات کسکو دیتے اور زکات سب سے زیادہ اہم و ضروری فرض مذہبی ہے جسکی
ثنا و صفت جابجا قرآن شریف مین لکھی ہے اور جسکا اجر آخرت مین صوم و صلوۃ سے بھی
زیادہ ملیگا یعنے زکات دینے والون سے جابجا انہار و اشجار اور حور و قصور اور دیگر
نعمات بہشت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ علاوہ اسکے عبدو کوئی بھاٹ نگا فقیر نہ تھا جیسے
عموماً نظر آتے ہین بلکہ درویش مرتاض تھا۔ اُسکے خاص گاؤن اور گرد نواح کے دیہات
مین بھی اُسکے ہم قوم غلاصین ایک غریب اور بے شر آدمی سمجھکر اُسکی عزت کرتے ہین اور
اگرچہ اُسکے مصائب مین شدت شاید اُسکے خصائل نفسانی کی وجہ سے ہوگئی تھی مگر وہ مصائب
کچھ تو اُسکی نابینائی کے سبب سے پیدا ہوے تھے اور کچھ ان اسباب معیشت سے پیدا ہوے
تھے جو اُس بیچارے غریب آدمی کے حیطۂ قدرت اور حیز امکان سے باہر تھے اور جنکو وہ
صاف اپنی زبان سے بیان کرسکتا تھا مگر اُنکی علت سے واقف نہ تھا۔ سابق مین وہ ایک
اچھا خاصا کسان تھا اور بھلی چنگی زمین اُسکے پاس تھی اور گاؤن کے کنارے اُسکا جھونپڑا اب
موجود ہے اور وہ ایسا جھگڑالو اور پیچ در پیچ قصہ نہین ہے جیسے مشرقی ملکون مین ہٹا جہان اہل یورپ
کی صورت دیکھکر فقیر اکڑنے لگتا ہے اور سوال کرتے کرتے اُنکا ناک مین دم کردیتا ہے

اُس گانؤن بھر مین عبدو جس جھونپڑے مین جاتا ہے وہان اسکی خاطر مدارات ہوتی ہے
اور جو کچھ نان خشک اُسوقت موجود ہوتی ہے اسمین شریک کیا جاتا ہے اور اُسکے معاوضہ
مین وہ معدن روایات قدیم و تجربہا ے گوناگون قصص و حکایات کا تار باندھ دیتا ہے شرح
اور اُسکی عاقلانہ باتون اور دلچسپ حکایات کو سامعین اگرچہ مکرر و متواتر سُن چکے
ہون تاہم قند مکرر سمجھکر گوش ہوش سُنتے ہین۔ اور لڑکون کو تو اُس سے عشق تھا
کیونکہ وہ عجب عجب کہانیان اُنسے کہتا ہے بلکہ جب بوڑھون مین بھی کسی ایسے واقعہ
یا حادثہ کی نسبت اختلاف راے ہوتا ہے جسکو پچاس ساٹھ برس گذرے ہین تو اُسکی
اکثر استصواب کرتے ہین۔ پس آپ نے ملاحظہ کیا کہ عبدو کوئی بھاٹ منگا فقیر نہین ہے
بلکہ اگر اُسکو کوئی بڑا بھاری خطاب دینا منظور ہے تو یہ کہیے کہ وہ ایک چلتا پھرتا تواریخی
کتب خانہ تھا جسکا خرچ برج چندہ سے ملتا ہے۔

مگر اس سے کسی برتی بات کی امید کرنی چاہیے نہ اُس سے کوئی ایسی شے
طلب کرنی چاہیے جو اُسکے پاس موجود نہو مین سابق مین عرض کر چکا ہون کہ عبدو
وقایع نگار تو ہے مگر ایک جاہل آدمی ہے اور اُسکو ایسا ہی سمجھکر اُسکی باتون سے مستفید
ہونا چاہیے۔ وہ واقعات کو گنگیا اسطور سے بیان کرتا ہے جسطرح آلہ مقیاس الحرارت گرمی
اور سردی کی کمی و بیشی کو خود بخود لکھتا چلا جاتا ہے یعنے وہ واقعات کو بے سمجھے بوجھے
بیان کرتا چلا جاتا ہے اور جو نتایج عقلی اُنسے مستخرج ہو سکتے ہین اُنکو بالکل نہین سمجھ سکتا۔
وہ بڑا کبی آدمی ہے کیونکہ مثل مشہور ہے کہ بڑھاپے مین آدمی کو بک لگ جاتی ہے اور
اُسکا حافظہ بھی بڑا ہی قوی ہے اور ذرا ذرا سی بات کو برسون یاد رکھتا ہے اور تھوڑی
بہت قوت بیانیہ بھی رکھتا ہے مگر یہ نہین جانتا کہ جو واقعات اور حالات ہم بیان کرتے
ہین اُنمین باہم کیا مناسبت ہے اور اُنکو تاریخ وار یا سلسلہ وار بیان کرنیکا سلیقہ نہین
رکھتا ہے فی الواقع اُسکے پاس سواے مادۂ خشک و خام کے اور کچھ نہین تھا پس جب مین اُسکی

یا مین سنتا تھا تو مجھکو اُن کتب تواریخ کا خیال آتا تھا جنمین واقعات کو جیسا پایا ہے اصلاح بے جھکائے اور بے سلسلہ لکھدیا ہے اور جنکو یورپ کی بعض گورنمنٹین مآثر قدیمہ کے لقب سے چھاپ کر مشتہر کرتی ہین۔ مین فلاحین کے شیخ علی یا جعفر زٹلی کی پھبتیان کہکر خوب قہقہے لگاتا تھا۔

خیر جو قصے عبدو نے بیان کیے اُنکو تاریخ وار دیکھنے سے مجھے معلوم ہوا کہ محمد علی پاشا کے عہد حکومت سے اُسکو واقعات خوب یاد ہین مگر اُسکے پیشتر کے حالات سے نہین واقف ہے اور محمد علی کا ذکر وہ ہمیشہ بڑے احترام سے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مین نے اپنے اسی گانون مین محمد علی پاشا کو بارہا دیکھا ہے وہ بڑا ہی جفاکش اور بیدار مغز حاکم تھا اور مصر مین خدیوی حکومت کا بانی وہی ہوا تھا مگر نہ مجھکو اور نہ کسی اور اہل دیہ کو اس امیر کبیر کے متواتر تشریف لانے سے کچھ مسرت ہوئی۔ اُسکا پہلی مرتبہ آنے کا معرکہ تو مجھے عمر بھر نہ بھولیگا ایک دن ایک فلاح علی الصباح گانون مین دوڑتا ہوا اور یہ کہتا ہوا آیا کہ خبردار رہنا وہ مہیب پاشا (محمد علی) آتا ہے۔ اس خبر وحشت اثر کو سنکر گانون کے لوگون کی ارواح سلب ہوگئی اور یہ خبر مثل شعلۂ جوالہ ایک چشم زدن مین سارے گانون مین پھیل گئی اور عورتین مین اپنے بچون کو لیکر مارے دہشت کے تہخانون مین جاکر اسطرح چھپین کہ گویا کوئی خونخوار شیر یا بھیڑیا اُنکے گانون مین گھس آیا ہے۔ یہ تو سب جانتے تھے کہ چند روز سے پاشا قرب وجوار مین دورہ کر رہا ہے مگر لوگون کو یہ گمان تھا کہ اس کور دیہ مین وہ کیون آنے لگا بلکہ جیسا اُسکا قاعدہ ہمیشہ رہا ہے ویسا ہی ابکی بھی وہ بڑی سڑک سے چلا جائیگا جو یہان سے کئی میل کے فاصلہ پر ہے مگر اُسکے آنے کی خبر سچی نکلی اور چند ہی سنٹ مین ایک ترپ ہتیار بند سوارون کا سامنے سے نمودار ہوا اور اُنکے آگے آگے ایک مرد بزرگ سفید خچر پر سوار چلا آتا تھا۔ اب تک تو اتنی امید تھی کہ یہ عزرائیل کے پیادے اپنے سیدھے چلے جائینگے اور یہان نہین ٹھہرینگے مگر یہ محض خیال خام تھا کیونکہ وہ سب سوار اپنے اپنے قاتروان سے

اُترا اُتر کے ایک بڑے سے درخت کے سایہ مین کھڑے ہو گئے جو عمدہ کے مکان کے
سامنے ایک چھوٹی سی مسجد کے پہلو مین آج تک موجود ہے - چونکہ اس گانُون کا
عمدہ اسوقت موجود نہ تھا لہذا چھ شیوخ البلد نے پاشا کا استقبال کیا اور بکمال
عجز و انکسار آداب بجا لا کر اُس مرد سفید ریش (محمد علی) کے سامنے ترسان و لرزان
کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ جو کچھ حکم ہو ہم جان نثار اسکو بجا لائین - اُن چھ شیوخ مین
عبدہ کا باپ بھی ایک شیخ تھا اور وہ کسیقدر فاصلہ پر کھڑا ہوا یہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ پاشا
نے یکبارگی کہا کہ وہ دو چور یعنے علی او عثمان جو تمہارے گانُون مین چھپے ہوے ہین
اُنکو ہمارے پاس پکڑ لاؤ - وہ شیوخ یہ خوب جانتے تھے کہ پاشا کن لوگون کو طلب
کر رہا ہے مگر اُنکے شرکا کے انتقام سے ڈرتے تھے لہذا اُن سب نے متفق اللفظ ہو کر
عرض کیا کہ ہمارے گانُون مین کوئی چور اُٹھائی گیرا بدمعاش نہین ہے اور ہم سب
حضور کی رعایا ہے وفادار و جان نثار ہین - پاشا نے اس جواب پر مطلق اعتنا نہ کی
اور ذرا چلا کر کہا کہ اُنکو ہمارے پاس لے آؤ - شیوخ نے پھر یہی عرض کیا کہ ہمارے گانُون
مین کوئی بدمعاش نہین ہے جسکو ہم حضور مین لا کر حاضر کرین - ہنوز اُنکا یہ کلام نہ تمام
ہوا تھا کہ پاشا نے اپنی اُنگلی سے اشارہ کیا (اس مقام پہ پہونچکر عبدہ نے پاشا کی نقل بڑی
شفقت سے کی) بس ایک چشم زدن مین وہ چھٔون شیخ زمین پر مُنھ کے بھل گر پڑے اور
پاشا کے ہمراہیون مین سے آٹھ دس قوی ہیکل جوانون نے اُنکو دھڑا دھڑ کوڑے
مارنے شروع کیے - اب وہ ہزارون قسمین کھاتے ہین کہ سرکار ہم ان بدمعاشون سے ص ۲۶۲
اصلا نہین واقف مگر کون سنتا ہے - آخر جب بیس پچیس کوڑے کھا چکے تو انمین سے
ایک شخص نے ذرا چیخ کر کہا کہ مین ان دونون آدمیون کو لے آتا ہون جنکو حضور طلب
فرما رہے ہین - بس اُسوقت فوراً پاشا نے اشارہ کیا اور مار پیٹ موقوف ہو گئی اور
سراغ رسان زمین سے اُٹھکر پچھلے پاؤن لنگڑاتا ہوا بھاگا اور چند سرکاری سوار بھی

اسکے ساتھ ہولیے۔ اور ان مجرمون کو فوراً لا کر حاضر کیا اور جب پاشا کو یہ یقین ہو گیا کہ
انھین ذات شریفون کی تلاش جسکو تھی تو اُسنے حکم دیا کہ ان دونون کو فوراً لیجا کر اُس
ٹیلے پر جو سامنے دکھائی دیتا ہے پھانسی دیدو تا کہ سب بدمعاشون کو نصیحت ہو جاے
ایک طرف تو اُس حکم قضا شیم کی تعمیل مین وہ سوار مصروف تھے دوسری طرف پاشا لوگون
سے پوچھ رہا تھا کہ یہ گانون قرب وجوار کے دیہات کی نسبت اتنا مفلس و پریشان حال
کیون معلوم ہوتا ہے شیوخ نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالی کی مشیت مین کسکو دخل ہے ابکی سال
فصل خراب ہوئی ہے اسوجہ سے یہ پریشانی اس گانون پر چھائی ہوئی ہے اور اسی قسم کی
اور باتین کہین مگر ایسے پوچ و لچر جوابات سے پاشا کو تسکین نہین ہوئی اور وہ ہر پھیر کے
یہی سوال کرتا گیا آخر کو جو سچی بات تھی وہ نکل آئی اور معلوم ہوا کہ اس گانون کا عمدہ کسانون
وغیرہ سے اسقدر مشقت شاقہ لیتا ہے کہ اُن بیچارون کو اپنے کھیت بونے جوتنے کی مہلت
نہین ملتی اور نہ اتنی طاقت باقی رہتی ہے کہ اپنی ذاتی کھیتی کی خبر لیں اور جب وہ
سدرمق سے کچھ کبھی زیادہ غلہ کسی ترکیب سے اُٹھا لیجاتے تھے تو کسی نہ کسی حیلہ سے
وہ بھی اُنسے لے لیا جاتا تھا۔ فلاح کا قاعدہ ہے کہ جب اپنا دکھڑا رونا شروع کرتا ہے
اور یہ سمجھتا ہے کہ سننے والا میری دادرسی کی کچھ نہ کچھ تدبیر ضرور کریگا تو پھر خوب جی کھولکر ۲۶
سارا اپنا حال بیان کر دیتا ہے۔ پس جب پاشا کو اُس ظلم کی کیفیت فوراً معلوم ہو گئی جنکی
شکایت اہل دیہ کو تھی اور جب اس تحقیقات سے فراغت ہوئی تو اُسنے دھیمی آواز
سے چند سطرین اپنے میر منشی سے لکھوائین جو اثناے تحقیقات مین دست بستہ پاشا
کے قریب کھڑا رہا تھا بعد ازان اُسنے گانون کے اندر جا کر اراضیات کا معاینہ بتوجہ
تمام کیا۔ اہل دیہ حیران ہوے کہ پاشا نے یہ کیا کیا ہے لیکن بعد ازان اسکی لم انکی
سمجھ مین آگئی کیونکہ وہ عمدہ اُس گانون مین پھر کبھی نہین آیا اور اسکی جگہ پر یارتک
کرنیل عبد اللہ بے نامے اُس گانون کا عمدہ مقرر ہوا جسنے روئی اور نیل کی کاشت کرائی

شروع کی اور یہ کاشت علاوہ اُن اشیا کے تھی جنکی کاشت وہان کے کسان کیا کرتے
تھے۔ یہ کرنیل بڑا چست اور سخت آدمی تھا اور کسانون سے بھی ویسی ہی مشقت لیتا تھا
جیسی محنت خود کرتا تھا اور اپنے پیشتر کے عمّال کیطرح کوڑہ بازی بھی خوب کرتا تھا مگر
اُسکے عہد مین اتنا تو تھا کہ کاشتکارون کے کھانے پینے کو بہت کچھ ملتا تھا سوا
ایک سال کے کہ اُس سال قحط پڑا تھا۔ الغرض اُسکے عہد مین کوئی گھر نان شبینہ کا
محتاج نہین ہوا۔ بلکہ ہر گھرانے اتنی زمین تھی کہ جوار اور لوبیا اور اور چیزین اپنے کھانے
پینے کے لیے بو لیتے تھے اور چند درختہاے خرما بھی رکھتے تھے اُنسے اپنی اور ضرورتون
کو رفع کرتے تھے۔ جب کسی خاندان کا رئیس مر جاتا تھا تو بے موصوف اُسکی اراضی کو
بلحاظ فائدہ جداجدا اہلیہ کے تقسیم کرتا تھا اور حقوق وراثت کا لحاظ نہ کرتا تھا اور جب متوفی کا
کوئی وارث اپنی حق تلفی کی شکایت کرتا تھا تو بے اُس سے صاف کہدیتا تھا کہ مصر کی
زمین پاشا کا مال ہے تمھارے باپ کا مال نہین ہے جو کچھ تمکو ملگیا ہے اُسی کو غنیمت
سمجھکر پاشا کو دعا دو۔ اب بیگار کام سابق سے بھی زیادہ لیا جاتا تھا کیونکہ بے نے جو
فصل ۲ روئی بوئی تھی اُسکے کھیتون مین کام کرنا پڑتا تھا اور نیل کیواسطے حوض بنانے پڑتے تھے
اور قرب و نواح مین نئی نئی نہرین کھودنی پڑتی تھین لیکن اتنی خیریت تھی کہ اب بیگار
کام سب سے برابر لیا جاتا تھا اور سب اس کام کو کرتے تھے مگر کوئی تباہ و برباد نہین ہونے
پاتا تھا۔ چند سال تک تو روئی اور نیل کی کاشت مین کامیابی نہین ہوئی اکثر کسانون
نے اُس نئے کام کو ناپسند کر کے حتی المقدور بہت کوشش کی کہ بے ان
چیزون کی کاشت کو موقوف کر دے یہانتک کہ بعض نوجوان کسان راتون کو
روئی کے کھیتون مین پوشیدہ طور سے جا کر جو تخم صبح کو بویا تھا اُسکو زمین سے کھود کر پھینک
دیتے تھے تاکہ بے کو یہ یقین ہو جائے کہ یہان کی زمین روئی کی کاشت کے لیے مناسب
نہین ہے مگر آخر کو یہ فریب ثابت ہو گیا اور سخت سزائین دیکر اور پہرے مقرر کر کے

اسکا انسداد کامل کیا گیا۔ نیل کی کاشت مین اس سے بھی زیادہ دقتین پیش آئین ایک سیاہ فام اور تجربہ کار ہندوستانی کو پاشا نے بھیجا کہ ان گنوارون کو نیل بنانا سکھائے مگر کسانون نے اس کام کو بڑی مدت مین سیکھا اور جبر و تشدد سے یہ کام زبردستی کرایا جاتا تھا تو وہ شکایت کرتے تھے کہ یہ اندھیر دیکھیے کہ جو کام ہمارے باپ دادا نے کبھی نہ کیا تھا وہ ہمسے لیا جاتا ہے۔ مگر فوج مین بھرتی ہونے کی مصیبت سب سے زیادہ تھی کیونکہ فلاح کو سپاہ گری سے جب بھی ایسی ہی نفرت تھی جیسی اب ہے اور اسکو اپنے وطن مین مشقت شاقہ کرنا اور تکلیفین اٹھانا گوارا تھا مگر اپنے گانؤن سے دور جا کر بارکون مین بعیش و عشرت رہنا گوارا نہ تھا۔ عبدو نے کنایۃً بیان کیا کہ مائین اپنے بچون کو عمداً لنگڑا لولا کر دیتی تھین تا کہ اس بلا سے محفوظ رہین مگر یہ تدبیر بھی نہ چلتی تھی کیونکہ تھوڑے عرصہ کے بعد جو لوگ لنگڑے لولے ہوتے تھے انکو بھی اورون کیطرح فوج مین بھرتی ہونے کے لیے پکڑ لیجاتے تھے مگر بے موصوف نے جو کوشش اپنے کسانون کو فوجی خدمات سے بچانے کے لیے کی اسمین بہت کامیابی ہوئی اسکو روئی اور نیل کی کاشت کے لیے قوی آدمیون کی ضرورت تھی اور جب پاشا سال مین ایکبار روئی اور نیل کے کھیتون کو دیکھنے کے لیے آتا تھا تو بے اس سے یہی عرض کرتا تھا کہ سال آیندہ کے لیے یہ گانؤن فوجی خدمت سے بری فرمایا جائے اور یہ عرض اسکی منظور ہوتی تھی۔

وہ بڈھا پاشا اور وہ بے جنھے اسکی خدمتگزاری ایسی عمدہ طور سے کی تھی دونون نے قریب ہی قریب انتقال کیا (۱۸۴۹ء) اور ان دونون سانحون سے اہم نتائج اس گانؤن کے حق مین پیدا ہوئے یعنے اسکے باشندے فوجی خدمات سے بری نہین رہے مگر اسکا معاوضہ انھسے یہ کیا گیا کہ روئی اور نیل کے کھیتون مین جا کر کام کرنے سے وہ بری کر دیے گئے اور انھون نے وہی اپنی قدیم روش معاش اختیار کر لی یعنے صرف دُرہ اور لوبیا اور اُس قسم کے ماکولات کی کاشت کرنے لگے۔ جو فصل پیدا ہوتی تھی وہ صرف انکے حوائج یومیہ کیلیے

کے لیے زمین کافی ہوتی تھی بلکہ بہت کچھ اُس زمین سے بچ رہتا تھا اور اس زمانہ میں ٹیکس
جبری لیا جاتا تھا نقدی نہین لیا جاتا تھا - یعنے روزمرہ کے صرف سے جو کچھ غلہ وغیرہ
بچ رہتا تھا وہ ٹیکس مین دے دیا جاتا تھا اور رعایا کی مار پیٹ کی نوبت نہ آتی تھی -
شیخ مذکور کے مرنے کے بعد اُسکا بیٹا اُسکا جانشین ہوا جسنے ایک مکان اُس
زمین پر بنوایا جسکو اُسکے باپ نے درست کیا تھا اور جسمین وہ کھیتی کیا کرتا تھا -
عبدہ نے بیان کیا کہ اُس گانون کی دیگر اراضیات کی نسبت اُس زمین کی بابت کم
ٹیکس لیا جاتا ہے کیونکہ خود اسکا ایک رشتہ دار جسنے بعد ازان اُس زمین کو خرید لیا
تھی ایکڑ قریب نصف اُس مالگذاری کے دیتا ہے جو اُسکے قرب جوار کے کاشتکار دیتے ہین -
عبدہ کو ابراہیم پاشا خاعد الرشید محمد علی پاشا کی کیفیت اپنے تجربۂ ذاتی سے
بہت کم معلوم تھی حالانکہ ابراہیم نے اپنے والد کی حیات مین بطور متولی یا نائب السلطنت
کے چند روز تک کام کیا تھا اور اُسکے مرنے کے بعد چندہی روز زندہ رہا تھا - عبدہ نے ص ۲۶۶
ابراہیم کو عمر بھر مین صرف ایک مرتبہ چند منٹ تک دیکھا تھا اور اس سے اسقدر ڈرتا تھا
کہ اسکی طرف نظر نہ کرسکتا تھا - مگر اُسنے ابراہیم کی کیفیت ان فلاحین سے بہت کچھ
سُنی تھی جو ملک شام کی لڑائی مین ہمراہ رکاب ظفر انتساب اس سپہ سالار کے رہے
تھے اور عبدہ بہت سی دلچسپ حکایتین اُس لڑائی کی بیان کرسکتا تھا لیکن چونکہ
مصر کے فلاحین کے طرز معاشرت سے اُن حکایات کو کچھ تعلق نہین ہے لہذا اُنکو
اس مقام پر نقل کرنا کچھ ضرور نہین ہے
عبدہ کو عباس کا حال جو ابراہیم کے بعد خدیو مصر ہوا تھا اس سے بھی کم
معلوم تھا - اُسنے عباس کو کبھی نہین دیکھا اور وہ کہتا تھا کہ سوائے اُسکے خوجون
کے اور کسی نے بھی اسکو کبھی نہین دیکھا - یہ تو مبالغہ ہے مگر البتہ اتنی بات سچی ہے
کہ عباس اپنے محلسرا مین بیٹھا رہتا تھا اور بہت کم لوگون سے ملاقات کرتا تھا اور محمد علی

کیطرح وہ سارے ملک مین دورہ کرکے رعایا کی دادرسی نہ کرتا پھرتا تھا۔ مگر عبدہ کے
قول کے بموجب عباس کا عہد حکومت (۱۸۴۹ء سے ۱۸۵۴ء تک) فلاحین کی
آرام و آسایش کا زمانہ تھا یعنے جو خدیو اُسکے قبل گذرے تھے اور جو اُسکے بعد گذرے
اُنکے عہد حکومت کی بہ نسبت عباس کی حکمرانی کے زمانہ مین فلاحین کو زیادہ راحت ہی
باین معنی کہ پاشا اور بے کے کھیتون مین انکو اشقت شاقہ نہ کرنی پڑتی تھی اور نئی نہرین
بھی بہت کم کھودنی پڑتی تھین بلکہ صرف اتنا بیگار کام اُنسے لیا جاتا تھا کہ پُرانی نہرون کو
صاف کردیتے تھے اور فوج مین بھی بہت کم لوگ بھرتی کیے جاتے تھے کیونکہ عباس کے عہد
مین کسی غیر ملک سے اتنی مدت تک لڑائی نہین ہی جتنے عرصہ تک اسکی عہد کے بعد ملک
حجاز دموریا اور شام سے جنگ ہی اور اُسکے عہد مین بہت کم آدمی اپنے ہی ملک مین
کام کرنے کے لیے فوج مین بھرتی کیے گئے۔ اور اُسکے عہد مین ٹکیس کبھی زیادہ نہین لیا گیا
اور عموماً بے تکلف تحصیل کرلیا جاتا تھا۔ پس فلاحین کے زعم ناقص مین عباس اُسکی
بہ نسبت بہت اچھا حاکم تھا جیسا اہل یورپ نے اُسکو اسوجہ سے بیان کیا ہے کہ اُسنے
وہ کبر و نخوت کرتا تھا اور اُنکو راضی و خوشنود رکھنے کی کوشش نکرتا تھا۔

عباس کے بعد سعید پاشا خدیو مصر ہوا یہ وہی سعید پاشا ہے جسکا نام ایم ڈی
لیسپس کے نام کے ساتھ اخبارات وغیرہ مین اکثر درج کیا جاتا ہے سعید کا ذکر تو عبدہ
نے ایسی بے تکلفی سے کیا گویا اُس سے ذاتی شناسائی رکھتا تھا مگر کچھ کلمات اُسکی تعریف
کے نہین کہے بلکہ یہ بیان کیا کہ سعید ایک بیتہ قد اور فربہ آدمی تھا اور گھڑی گھڑی
گرگٹ کے سے رنگ بدلا کرتا تھا یعنے لحظہ ہی بھر مین کبھی تو بڑے زور و شور سے ہنسنے لگتا
تھا اور کبھی غصہ سے کھوکیانے لگتا تھا اور پھر اسیطرح قہقہہ مار کے ہنسنے لگتا تھا۔ الغرض کسی
بات مین وہ اپنے باپ پر نہین پڑا تھا۔ سعید پاشا کا گذر فقر سلیمان مین اکثر ہوتا تھا
اور جب یہان آتا تھا کئی ہزار آدمی کی فوج اپنے ہمراہ لاتا تھا اور فلاحین کی عقل حیران تھی کہ

اسقدر فوج کو ہمراہ لیکر یہ گانون گانون کیون گھومتا پھرتا ہے - ایک مرتبہ عبدو نے بھی اُس سے ملاقات ہوئی تھی - اگر صرف ایک ہی مرتبہ عبدو کو اس سے بات چیت کرنے کی نوبت آئی تھی جیسا مجھے گمان ہے تو یہ شاہ و گدا کی ملاقات اسی قسم کی تھی جیسے آئرلینڈ کے ایک آدمی نے فوج کے جرنیل سے ملاقات کا حوصلہ کیا تھا تو جرنیل نے اُسکو دھتکار دیا تھا اُس یادگار موقع پر عبدو ایک شیخ منجملہ شیوخ البلد کے تھا اور فوج کی رسد رسانی اس خندہ پیشانی سے نکرسکتا تھا جیسا پاشا کو مطلوب تھا - پاشا نے اُسکو فوراً طلب کر کے اس جرم کی بازپرس اس سے کی اور غصہ کے مارے کانپنے لگا اور عربی زبان مین اُسکو خوب گالیان دین جسمین کچھ ترکی الفاظ بھی شریک تھے جنسے عبدو خوب آگاہ تھا کیونکہ ترک اور سرکاشین حکام کی گالیان ترکی زبان مین وہ بارہا کھا چکا تھا ہنوز پاشا گالی گلوج کر رہا تھا اور قریب تھا کہ مارپیٹ کی نوبت آئے کہ پاشا کے ایک مصاحب نے خدا جانے کیسی مضحکہ انگیز اقتادپڑی کہ پاشا کا غیظ و غضب بالکل فرو ہو گیا اور بے اختیار قہقہہ مار کر ہنسنے لگا - بس اُسکا اسطرف مخاطب ہونا تھا کہ مجرم (عبدو) آنکھ بچا کر چپکے سے کھسک گیا مگر سعید پاشا جیسے نیک نیت اور متلون المزاج خدیو سے جو عبدو کینہ دیرینہ رکھتا تھا تو اسکا سبب اتنا ہی نہ تھا کہ پاشا نے اسکو عالم طیش مین کچھ سخت سست کہا تھا یا چند مختصر اور چست الفاظ مین اُسکو تنبیہ و تخویف کی تھی - بلکہ مدت سے اسکو پاشا سے بڑی بڑی شکایتین چلی آتی تھین - ایک شکایت تو یہ تھی کہ اُسکے تین بیٹے تھے انمین سے ایک بیٹے کو پکڑ کر فوج مین بھرتی کر لیا تھا اور وہ ملک سوڈان کی وبائی بیماریون مین مر گیا تھا اور دوسرے بیٹے کو پکڑ کر ریگستان مین ایک عظیم الشان نہر کھودنے کے لیے بھیجدیا تھا پھر وہان سے اُسکو لوٹنا نہ نصیب ہوا اس منجھلے بیٹے کا ذکر عبدو نے ایسی غربت اور توکل اور صبر و رضا کے ساتھ کیا کہ دیکھنے والے کو بڑی عبرت ہوئی یہی لڑکا عبدو کے سارے گھر کی جان تھا اور عبدو اُسکو بہت چاہتا تھا - ایک روز صبح تڑکے وہ چیندا ور

کسانون کے ساتھ گانون سے نکلکر کسی نہر پر بیگاریکام کرنے کو گیا اور خوشی خوشی یہ کہتا گیا کہ اب مین دو تین مہینے کے بعد یہان واپس آؤنگا مگر وہ دو تین مہینے بھی گذر گئے اور کچھ خیر خبر اسکی نہین آئی۔ آخر الامر جب اُسکے چند رفقا جو اُسکے ہمراہ گئے تھے وہان سے واپس آئے تو انھون نے اُسکے نہ آنے کا یہ قصہ بیان کیا کہ چند روز تک مثل دیگر قلیون کے اُسکا بھی یہ دستور رہا کہ کمر کمر بھر پانی کے اندر اترکر کام کرتا تھا اور شب کو ہوائے سرد مین سوتا تھا جو اس ملک مین اکثر چلا کرتی ہے پس وہ بھی مثل اور قلیون کے بیمار پڑا اور مر گیا اور اُسکے مردہ کو تھوڑی دور لیجا کر ریگستان مین گاڑ دیا۔ عبدو اگرچہ پیر کہن سال تھا مگر رقیق القلب نہین تھا۔ البتہ جب وہ اس حادثہ جانکاہ کو بیان کرتا تھا تو اُسکی آواز ذرا نرم ہوجاتی تھی اور اُسکی آنکھون کی کچھ عجب کیفیت ہوجاتی تھی۔

سعید پاشا کے آخر عہد مین اس گانون کے کسانون نے روئی کی کاشت کرنی شروع کی۔ سابق مین بیان کیا گیا کہ وہ لوگ اس اجنبی درخت یعنے روئی کی کیسی نفرت کلی رکھتے تھے اور جب اُنکو بیگار کے روئی کے کھیتون مین کام کرنا پڑتا تھا اور اُنکو اسکی کاشت مین کچھ منافع نہ ملتا تھا تو انھون نے جلکر ایسی تدبیر کی تھی کہ روئی کی کاشت بالکل موقوف ہوجائے لیکن جب وہ روئی کی کاشت اپنے ذاتی کھیتون مین کرنے لگے اور اُسکو نرخ گران پر فروخت کرکے اپنا ذاتی فائدہ حاصل کرنے لگے تو وہ تعصبات شدید جو اُنکے دل مین روئی کی نسبت سمائے ہوئے تھے کم ہوتے ہوتے آخر کو بالکل رفع ہوگئے نقد سلیمان کے ایک کسان نے اپنے چند دوستون کی ترغیب سے جو اسکندریہ مین رہتے تھے کچھ روئی بوئی اور جب وہ قیمت گران پر فروخت ہوئی تو اُسکے قرب وجوار کے کسانون کو بھی اُسکی تقلید کرنے کی جرأت ہوئی اس آزمائش مین اُنکو ایسی کامیابی ہوئی جسکا کبھی وہم وگمان بھی نہ تھا کیونکہ اب روئی کا نرخ سال گذشتہ سے کچھ زیادہ گران ہوگیا تھا اور اب اس گانون کے ہر کسان کے دل مین

روئی کی کاشت کا حوصلہ پیدا ہوا۔ اکثر کسانون کی یہ آرزو تو بلا وقت بر آئی کیونکہ
چند یونانی مہاجن مستعد ہو گئے کہ جتنی تقاوی یا بیابسارہ درکار ہو ہم سے لو۔ عبدو نے
بھی وہی کیا جو اور کسانون نے کیا تھا اور چند ہی مدت مین وہ اپنے تئین امیر کبیر
سمجھنے لگا یعنی کہ اُسکے پاس سو اشرفیون سے بھی زیادہ جمع ہو گئی تھین جنکو اُسنے ایک
سڑے ہوے چیتھڑے مین باندھکر اپنی خوابگاہ کے ایک کونے مین گاڑ رکھا تھا۔ ایک
فلاح کے لیے جسنے مدت العمر کبھی بیس اشرفیان بھی اکٹھی [illegible] دی مین اتنا کیا کم تھا۔ مگر وہ
سب لوگون سے زیادہ مالدار تو ہرگز نہ تھا کیونکہ مثلاً اُسکے پڑوس مین ایک شخص **عثمان** نامے
رہتا تھا جو اس سے دہ چند متمول تھا اسواسطے کہ اول تو اُسکے پاس بہت سی ذاتی زمین
تھی دوسرے ایک زمانہ مین اُسنے بے کے بیٹے سے جو اب القاہرہ میں اکثر رہا کرتا
تھا ۲۰۰ ایکڑ زمین اگانی لیکر فلاحین کو کاشت کے لیے دے دی تھی **عثمان** ہمیشہ
عالی حوصلہ تھا مگر اُسکی عالی حوصلگی شہوت پرستی کی طرف مائل تھی جیسا فلاحین کا قاعدہ
ہے اُسکو یہ آرزو تھی کہ بڑے بڑے بے اور **پاشاؤن** کیطرح ایک حسینہ و جمیلہ گرجن
یا نہین تو کوئی خوبصورت حبشن ہی میرے ہاتھ لگے تو مزا ہے۔ روئی کے نرخ مین
ایسی بے حد و پایان گرانی ہو گئی کہ جس بات کا حوصلہ عثمان کے دل مین لڑکپن سے
تھا اب وہ ظہور مین آئی۔ تقریباً دو ہفتہ تک **القاہرہ** مین قیام کرکے وہ ایک روز
شام کے وقت اپنے مکان پر پھر آیا اور دوسرے ہی دن صبح کو سب اہل دیہ کو معلوم
ہو گیا کہ عثمان کے گھر مین ایک خوبصورت گرجن موجود ہے۔ اس خبر فرحت اثر کو سنکر
لوگون کے دل مین ایک جوش پیدا ہوا اور سب اُس پری پیکر کو دیکھنے کے مشتاق ہوے
مگر وہ عورت جسکو عثمان نے نہین معلوم کے ہزار روپیہ کو مول لیا تھا ایسی نازک دماغ
تھی کہ اُسنے اپنا حسن و جمال عوام الناس کو دکھانا نہین منظور کیا۔ خیر۔ وہ بیچاری اسی ٹوٹے
پھوٹے جھونپڑے مین پڑی رہی کیونکہ عثمان ایسا بے شعور اور بدسلیقہ آدمی تھا کہ اسی

ماہ جبین کو تو لے آیا تھا مگر اُسکے رہنے کے لیے کوئی تحفہ مکان نہین لیا تھا - ہمسایہ کی
عورتین یا جو کوئی طبیعت دار راہگیر کسی حیلہ یا بہانہ سے اس راہ سے نکلتا تھا عثمان کے
دروازہ کو جسکا ایک پٹ کھلا رہتا تھا نیچی نگاہ سے دیکھتا ہوا گذرتا تھا باین امید کہ
شاید اس پردہ کی ذراسی جھلک دکھائی دے - مگر اُسکے حُسن کے شایقون کی کوئی تدبیر
نہ چلی یہان تک کہ چند عورتون نے اُس جھونپڑے کے سامنے جمع ہوکر خوب چلّا چلّا کر
باتین کرنی شروع کین تا کہ ہماری آواز کو سُنکر شاید وہ دروازہ پر آ کھڑی ہو - اتنے مین
فاطمہ (زہے نصیب اس عورت کے جو پیغمبر اسلام کی دختر نیک اختر کی ہمنام تھی) دروازہ پر
چلی آئی اور اُن عورتون کو جو چیخ چیخ کر اُسکی آسایش مین خلل اندازی کرتی تھین ایسا نظر
غضب سے دیکھا کہ اُنکا زہرہ آب ہوگیا - اُسکا تیر نظر جو اِن بیچاریون کے جگر سے پار ہوگیا تھا
اُنکی شہرت کا باعث اسقدر ہوا کہ چند روز تک تو یہ کیفیت رہی کہ عمائد دیہہ بھی انکی تعظیم و تکریم
کرنے لگے کہ یہ وہ بیبیان ہین جنھون نے فلان عورت کو جو چند روز سے ہمارے گاؤن مین
آئی ہے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے - اُن لوگون نے صدہا باتین اُنسے پوچھین مگر وہ بیچاریان
ایک بات کا بھی جواب نہ دے سکین - انھون نے جو جوابات دیے تھے اگر انپر اپنی طرف سے
کوئی حاشیہ نہ چڑھایا جاے اور کوئی بات اپنی طبیعت سے گڑھکر انمین نہ ملائی جاے تو
اُنکا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ فاطمہ ایک بڑی موٹی تازی اور زشت رو عورت ہے انمین سے
ہر عورت نے یہی کہا کہ اول تو اسمین کوئی حُسن و نزاکت نہین ہے اور اگر بالفرض کوئی
حسن بھی ہے تو جب وہ اپنے دروازہ پر آکر کھڑی ہوئی تھی اُسوقت اُسکا سارا بدن
ایک سفید غلغول جامہ سے ڈھکا ہوا تھا اور ایک موٹے کپڑے کی ترکی نقاب اُسکے
مُنھ پر پڑی ہوئی تھی وہ اُس قسم کی نیلی اور ڈھیلی نقاب تھی جو فلاح عورتین اپنے مُنھ پر
تھوڑا بہت ڈالے رہتی ہین تب فاطمہ کی ایک چھوٹی سی خواص نے بیان کیا کہ جب
ہماری بی بی دروازے سے پلٹ کر اپنے مسند تکیہ پر جا کر بیٹھین تو خوب ہنسین کہ ہمنے

ان گانوں والیوں کو کیا اُلو بنایا ہے۔ مگر جب عثمان گھر میں آتا تھا تو وہ عورت (فاطمہ)
پھر اپنا چڑچڑی بنکر اور منہ تھتا کر بیٹھی تھی اور جب وہ اسکی خوشامد درآمد کرتا تھا تو وہ
جھنجھلا پڑتی تھی اور اُسکے منڈے ہوے کیسر وسے سر اپنے دل کی بھڑاس خوب
نکالتی تھی اور ٹوٹی پھوٹی عربی زبان میں جو اسکو گالیاں کوسنے دیتی تھی اسکی آواز ہمسایون
کے کان تک پہونچتی تھی ایک تو عثمان اپنی اس بیوقوفی سے بدنام ہو ہی چکا تھا اب اس
کوسنے کاٹنے سے اور بھی زیادہ رسوا ہوگیا۔ وہ عورت عثمان سے کہتی تھی کہ اگر میں اپنے
ملک کی امیرزادی ہوں تو مجھے اس ذلیل جھونپڑے میں رہنے کو لایا ہے مجھے القاہرہ میں
لیجا کر کسی عمدہ مکان میں رکھ جہاں میں اپنے ہمچشمون اور ہمجولیون کے ساتھ چین سے
رہا کرتی تھی۔ الغرض۔ عثمان اپنے فقیرخانہ کی پادشاہ زادی کی لاکھ خاطر و مدارات اور
دلجوئی کرتا تھا اور اسکے عوض میں ہزارہا صلواتین سنتا تھا یہاں تک کہ اسی کی خاطر سے
اُسنے اپنے فرمان بردار اور محنتی بیٹے کو گھر سے نکالکر اصطبل میں جلایا اور اسکے لیے
بڑے بڑے موتیون کی بالیان اور سونے کے کڑے اور ایک اتنا بڑا اور ایسا مضبوط
توڑا یا چمپاکلی بنوا دی کہ ایک چھوٹے سے کتے کے گلے میں باندہ دیجیے تو کبھی اسکو نہ توڑ سکے
اور ریشمی فرش فروش نہایت قیمتی اُسکے لیے خریدا تھا اور انواع و اقسام کے عطر بھی خریدے
تھے تاکہ فلاح کے جھونپڑے کی بدبو عطر کی خوشبو سے دبی رہے۔ اور جب اُسنے دیکھا کہ
کہ یہ عورت ایسی نازک دماغ ہے کہ جب میرے قریب آتی ہے تو اپنے نتھنے سکیڑ لیتی ہے
تو اُسنے اپنے بدن سے بدبو دفع کرنے کے لیے ساری شیشی نہایت بیش قیمت عطر کی
اپنے اوپر انڈیل لی۔ غرض یہ سب کچھ کیا مگر کچھ بھی نہ ہوا۔ جس لذت دنیا اور لطف
زندگی کی تمنا اسکو مدت سے تھی اور جسکو وہ اپنے زعم ناقص میں سمجھا تھا کہ اب وہ
نعمت عظمےٰ مجھے ملگئی ہے جسکی فکر مجھکو عرصہ سے تھی وہ اسکی بو سے کوسوں بھاگتی تھی
اور جب وہ جام عشرت کو اپنے منہ سے لگاتا تھا تو وہ زمین پر گرکر ٹکڑے ٹکڑے اڑجاتا تھا

کاش گھر کی بی بی ہی اُسکو نصیحت سیاست کرتی اور اس سے نفرت کرتی تو بھی غنیمت
ہوتا اب تو دوست آشنا بھی اُسکو نظر حقارت سے دیکھنے لگے تھے اور کہتے تھے کہ اُس لڑاکا
عورت کو گھر مین لاکر اس کمبخت نے ہماری آسایش مین بھی خلل ڈالا اور اپنی زندگی بھی
تلخ کر دی کیونکہ اب ہر کسان کے جھونپڑے مین عورتون نے وہ باتین کرنی شروع کی ہین
جو دیدہ نہ شنیدہ اور عورتون کی ناخوشی اور نافرمانی کا طوفان روز بروز بڑھتا ہی جاتا ہے
یہانتک کہ اب یہ خوف ہے کہ شوہر کی اطاعت کی عمارت کہنہ کو بالکل جڑ پیڑ سے اُکھاڑ کر
خانہ خرابی کے سمندر مین نہ بہا لیجائے۔ اس طوفان کی ہیبت شوہرون کے دل پر ایسی
چھا گئی کہ اُنھون نے اپنی بیبیون کو لاکھ سمجھایا بجھایا اور زیور وغیرہ بنا کر اپنے مقدور کے
موافق بہزار جہد اُنکی خوشامد درآمد بھی کی کہ کسیطرح تو یہ طوفان تھم جائے مگر وہ نہ رکنا تھا
نہ رکا۔ اُنکے سمجھانے بجھانے کو تو اُنکی بیبیون نے گوز شتر سمجھکر ٹال دیا اور جو تحفہ تحائف
اُنھون نے لا دیا اُسکو دیکھکر اُنکی تیوری اور آسمان کو جا کر لگی۔ اور وہ اپنے شوہرون سے
کہنے لگین کہ خدا کی قدرت یہ گرجن جھوکری تو ایسی باریک ریشمی پوشاکین پہنے اور سر سے
پانوُن تک بیش قیمت زیور سے لدی رہے اور ایسی معطر رہے کہ دروازہ سے دس گز کے
فاصلہ تک اُسکے بدن سے عطر کی مہک آئے اور ہم ایسے گئے گذرے ہوے کہ موٹے جھوٹے
گزی گاڑھے کے کپڑے اور چھوٹا چھلا زیور پہنین کیا وہ کہین کی شہزادی ہے اور
ہم فقیر بھک منگے ہین کیا اُسکا خاوند فلاح مہین ہے اور ہمارے خاوندون کی ذات
برادری کا نہین ہے۔ ان نامعقول شکایتون سے اُنکے شوہرون کو خواہ مخواہ غصہ آیا
اور سب آئی گئی کمبخت عثمان کے سر ہوئی اور وہی مثل ہوگئی کہ طویلے کی بلا ... کے سر
حیف صد حیف عثمان پر کہ وہ ایک سفید ہتھنی کو زر کثیر خرچ کرکے لایا اور اسی نے
اُسکو پامال کیا اور دوست آشناؤن نے بھی اُسکے حال زار پر کچھ ترس نہ کھایا بلکہ اُسکو
نگاہ قہر سے دیکھا اور سرزنش کرنے لگے آخر اپنے کیے کی اُسنے سزا پائی گو اُسنے از روے

احکام قرآنی یہ کوئی گناہ نہین کیا تھا۔ اور بڑا ستم یہ ہوا کہ اُسنے گناہ بھی کیا تو گناہ بے لذت
کیونکہ اُسکو وہ لذت کب نصیب ہوئی جسکو یاد کرکے اوباش آدمی اپنے دل کو کچھ تسکین
دے لیتے ہین۔ خدا جانے اُسکی عقل پر کیا پتھر پڑے تھے کہ اُس ظالم و جفاکار عورت کو
القاہرہ مین لیجا کر اُسکے گھر کیون نہین پہونچا دیا اور جس بردہ فروش سے اُسکو مول
لیا تھا اُسکے ہاتھ کچھ کم قیمت پر اُسکو کیون نہین بیچ ڈالا۔ غالباً یہ خیال اُسکے دل مین اکثر آتا تھا
مگر اُسکے مزاج مین بڑی ضد تھی جیسی فلاحین کی خاصیت ہے کہ بڑے ضدی ہوتے ہین
اور اُس چڑچڑی متلون مزاج کُندہ ناتراش عورت مین کوئی ادا تو ایسی تھی جسپر عثمان مرا
ہوا تھا۔ آخر عثمان نے اپنے دل مین یہ بات ٹھان لی کہ اِس عورت کو بے ٹھیک
بنائے نہ رہونگا اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اُسنے اُسکو ٹھیک ہی بنا کر چھوڑا
یعنے اُسکو اتنا دھیرا تو کر لیا کہ وہ ہر روز کی بک بک زق زق تو موقوف ہوئی
اور کچھ مزا تو خانہ داری کا ملا۔ مگر باوجود ان مصائب خانگی کے زمانہ اُس سے موافق
رہا اور اُسکے دنیاوی معاملات مین ترقی ہوئی اور اُسنے اپنے لیے اور اپنی گرجن حرم
کیواسطے ایک بڑا سا مکان بنوایا۔ جونہین فاطمہ اُس نئے مکان مین گئی اُسکی طبیعت
لگ گئی اور وہ خوشی خوشی اُسمین رہنے لگی اور اپنے شوہر سے محبت کرنے لگی۔ سچی
بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی قسم کی عورتون مین خراب عورت نہ تھی کیونکہ جس عورت کو
اپنے حسن و جمال پر غرہ ہو اور جو یہ جانتی ہو کہ خانگی جھگڑون ہی مین ہمیشہ شوہر پر دو
رہونگی اور جسکو مدت سے یہ امید ہو کہ ایک متمول پاشا کی حرم بنکر بعیش و عشرت بسر کرونگی
اگر اُسکو ایک فلاح کے ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے مین یکایک رہنا پڑے اور وہ بدمزاجی اور
کج خلقی اختیار کرے تو کچھ بیجا نہین ہے اور اگرچہ اُسکے شوہر نے اُسکو ایک بردہ فروش
سے طریقہ شرعی کے موافق مول لیا تھا مگر ایسے معاہدہ بیع کے معنی جو اُس عورت نے
اپنے ذہن مین قرار دیے تھے اُنہین اور اُسکے شوہر کے خیالات مین جسنے اُسکو خریدا تھا

کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوگا۔ مگر فاطمہ پر جیسی پڑی ویسی اُسنے سہی اور اُسنے کوئی بیجا حرکت نہین کی۔ بلکہ جب اُسکو اچھا سا مکان رہنے کے لیے ملگیا اور اُسنے اپنے شوہر کو لباس اور عادات مین کچھ تمیز اور سلیقہ سکھا دیا تو پھر وہ چڑچڑا پن اُسکا جاتا رہا اور کبھی کبھی جو اُسکو بہت غصہ آجاتا تھا وہ بھی جاتا رہا اور اُسنے امور خانہ داری و معاملات تجارت کے انتظام مین بڑی لیاقت ظاہر کی جیسی اُسکی قوم کی عورتون کی خاصیت ہے جو دولت عثمان کو گویا چھپّر پھاڑ کر ملگئی تھی اگر وہ اُسکے پاس باقی رہی بلکہ اور زیادہ ہوگئی تو یہ امر بھی فاطمہ کی صلاح و مشورہ اور اعانت سے ہوا۔ اور عثمان کے مرنے کے بعد بھی وہ اُسکے مال و دولت کا انتظام بڑی لیاقت اور دانشمندی کے ساتھ کر رہی ہے۔ جب فاطمہ ابتدا مین قصر سلیمان مین آکر رہی تھی تو اُسکی خاطر سے عثمان نے اپنے بیٹے کو گھر سے نکال دیا تھا اور وہ بیچارہ اصطبل مین پڑا رہتا تھا اب وہ بھی اپنے باپ کے مکان مین آکر اپنی سوتیلی مان کے ساتھ رہنے لگا اور ہمیشہ اُسکی تعریف کیا کرتا ہے۔ اُسکو کوئی اولاد نہین ہوئی مگر وہ عثمان کے بیٹے کی اولاد کو اپنا پوتا سمجھکر بہت پیار کرتی ہے۔ وہ لڑکا غالباً کسی روز اُس گانون کا عمدہ ہوجائیگا بلکہ اس سے بھی کوئی بڑا عہدہ پائیگا کیونکہ اُسکی دادی اُسکو خوب پڑھوا لکھوا رہی ہے اور اُسکے لیے سرکاری نوکری کی فکر مین ہے۔

مگر عورتون کی اُس نافرمانی کا کیا انجام ہوا جو فاطمہ کی بدولت اُس گانون مین پیدا ہوئی تھی وہ طوفان بے تمیزی چندہی مدت تک باقی رہا بعد اُسکے ایک اور طوفان ایسا آیا جسنے اُسکو بھی مات کردیا۔ اس بڑے طوفان کی کیفیت عبدو سے سُنیے کہ اسمین وہ اور اُسکا خاندان تباہ ہوا تھا۔

جب تین چار برس تک روئی کی کاشت اچھی طرح سے اور قاعدہ کے ساتھ ہوئی تو عبدو کے دل مین یہ خیال آیا کہ جو روپیہ ہمارے پاس جمع ہے اس سے

قرب و جوار کی زمین کو لگان پر لیکر اسمین روئی کی کاشت کرین اگرچہ اُسکو اس
زمین کا لگان بہت دینا پڑا مگر جب روئی کی فصل اچھی ہوئی تو منافع بھی بہت ہوا
جہان تک روئی کی کاشت متعلق تھی وہان تک تو خیریت ہی رہی مگر یکایک نرخ
گھٹنے لگا اور جب وقت کاٹنے کا آیا تو عبدہ کو جتنی امید تھی اُسکی آدھی قیمت بھی نہین ملی
اور یہی حال اُسکے سب اہل جوار کا ہوا۔ یہ بلاے عظیم اسپر ایسی نازل ہوئی کہ پھر وہ کبھی
نہین سنبھلا۔ دوسرے سال اُسنے پھر کوشش کی باین امید کہ شاید نرخ پھر گران ہوجائے
مگر اُسکو مایوسی ہوئی اور وہ بیچارہ بے زر کیسا مقروض بھی ہوگیا۔ اسوقت سے اُسکی
تباہی کی کیفیت بالکل اس حال کے مشابہ ہے جو ہمنے حسن کی زبانی سابق مین
بیان کیا لہذا اُسکو دوبارہ مفصل لکھنا کچھ ضرور نہین ہے۔ جون جون ٹیکس کا بار بڑھتا گیا
بیچارے عبدہ پر قرضہ کا بار بھی زیادہ ہوتا گیا آخر کو یہ نوبت پہونچی کہ اُسنے اپنی زمین
بھی بیچ ڈالی مگر اُسکی قیمت کا جو روپیہ اُسکو ملا وہ بھی اُسکا قرضہ ادا کرنے کے لیے کافی نہوا
اور اُسی زمانہ مین وہ بیچارا اندھا ہوگیا اور اُسکا بیٹا بھی مرگیا اور وہ فقیر و محتاج ہوگیا
جن کسانون نے عبدہ کیطرح کچھ روپیہ اُس زمانہ مین پیدا کرلیا تھا جب روئی کا
نرخ بہت گران تھا انہین سے بہت کم آدمی ارزانی نرخ کے زمانہ مین آسودہ حال
باقی ہے۔ اسی زمانہ مین وہ یونانی سودخورے مہاجن اُس گانون مین آکر بسے تھے جنھون
نے پہلے تو کسانون کو کچھ سودی روپیہ دیکر اُس بلا کو اُنکے سر سے ٹالا لیکن بعد اُسکے اُن
بیچارون کی کھلی کھتری کرلی۔ ایک اور آفت عظیم اس گانون پر نازل ہوئی کہ اُسکی تین ربع
اراضی کو سرکار نے ضبط کرلیا ضبطی کی وجہ یہ ہوئی کہ چونکہ روئی کا نرخ ارزان تھا اور ٹیکس کی
مقدار سابق سے بہت زیادہ تھی لہذا گانون کے ذمہ بہت سا ٹیکس باقی رہگیا تھا اور ایک
روز ایک اہل کار سرکاری القاہرہ سے وہان آیا اور وہان کے عمدہ اور شیوخ سے مشورہ
کرکے کہ اس مقدمہ مین کیا کیا جاے اُسنے یہ پوچھا کہ آیا بقایاے ٹیکس یکبارگی ادا ہوسکتا ہے

اور جب اُس سے لوگون نے کہا کہ یکبارگی تو اُسکا ادا ہونا غیر ممکن ہے تو اُسنے اس امر کا
اعلان کیا کہ خدیو اسمعیل پاشا اس قرضہ کو مع ایک جزو سالانہ کے خود دے لیگا۔ عبدو اس ص۲۷
کارروائی کی حقیقت مطلق نہ سمجھا تھا جسکو اہل کار موصوف نے بیان کیا تھا کہ خدیو
نے براہ لطف وکرم یہ کارروائی منظور فرمائی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل دیہ کی تین ربع
اراضی کو ایک ربع سے علیحدہ کرکے ایک عظیم الشان خدیوی تعلقہ مین شامل کرلیا
جو اس گانون کے قریب قائم ہو رہا تھا - اس تعلقہ مین گنّے کی کاشت ہوتی تھی اور
ایک بڑا سا شکر کا کارخانہ اسٹیم تھا جو اس گانون کے قریب ایک ٹیلہ سے صاف دکھائی
دیتا ہے۔ چونکہ کسانون پاس اپنی ذاتی زمین بقدر کافی نہ باقی رہی تھی لہذا وہ اُس
تعلقہ اور اس کارخانہ مین کام کرنے لگے مگر جو تنخواہ اُنکی مقرر کی گئی تھی وہ بہت کم تھی اور
اور برابر ملتی بھی نہ تھی اور ٹیکس اتبک ویسا ہی سنگین تھا جیسا سابق مین تھا اور اہلکاران
سرکاری نے لاکھ سر پٹکا ہزار خاک چھانی تو بھی ٹیکس مین باقی پڑہی گئی - اسپر طرہ یہ کہ بہت سا
کام مفت اور بیگار لیا جاتا تھا کیونکہ ایک بڑی سی نہر کھودی جاتی تھی اور نیچ اور اسیوط
کے درمیان ریل بن رہی تھی اور جن خدیوی تعلقون مین گنّا بویا جاتا تھا اور جو گرمتون
کیطرح پیدا ہی ہوتے جاتے تھے اُنمین بھی چارون طرف ریلین بن رہی تھین۔

الغرض سنہ ۱۸۷۶ء سے تین ہی چار برس ادہر تک فلاحین پر ایسا ادبار چھایا
رہا کہ اس صدی مین تو ایسا زوال اُنپر کبھی نہ آیا تھا اور جب عبدو کے مُنہ سے سنیے کہ اُن
کمبختون پر کیسی کیسی جفائین اور کیا کیا ظلم اور کس قیامت کی زیادہ ستانیان ہوئین تو خواہ مخواہ
آدمی کو تعجب ہوتا ہے کہ ایسی حالت مین وہ زندہ کیونکر رہے اور انکی نسل کیونکر بڑھی۔ فلاحین
فی الواقع بڑے مضبوط ہوتے ہین اور اُنکی مضبوطی کی دلیل قوی یہ ہے کہ ایسے شدید ظلم و تعدی فش
کے عالم مین بھی وہ زندہ رہے اور اُنکی تعداد مین اگر زیادتی نہین ہوئی تو کمی بھی نہین ہوئی۔
جو قصے عبدو نے صاف صاف بے ریو ریا بیان کیے ہین وہ تو اسی قابل ہین کہ فوجداری

سے انمین تحقیقات کیجائے چونکہ ان سب کا مضمون تقریباً واحد ہے اور وہ سب بہت مکروہ معلوم ہوتے ہین لہذا انکی پوست کندہ کیفیت اس مختصر کتاب مین لکھنا فضول ہے اور ناظرین سے انصافاً یہ توقع نہین ہوسکتی کہ صبر و تحمل اور دیگر اوصاف رکھتے ہین جو حکام فوجداری مین ہونے چاہیین لہذا جو حکایتین اور جن لوگون کی شکایتین ایک نابینا اور معمر دوست عبدو نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ مجھسے بیان کی ہین انکی کچھ کیفیت مین مجملاً عرض کرتا ہون —

ان حکایتون مین سراسر ایسے فلاحین کا ذکر ہے جو محنت کرتے کرتے مرے جاتے ہین تب بھی پیٹ کو روٹی نہین نصیب ہوتی اور جو ایسے غریب مسکین ہین کہ ایسے ایسے ظلم و جفا اٹھاتے ہین مگر کبھی منھ سے چون نہین کرتے نہ ظالمون سے انتقام لینے کی خواہش رکھتے ہین - یہ تماشا اول سے آخر تک عبرت خیز ہے مگر کوئی درد انگیز تماشا انکے مضمون مین کہین نہین دکھائی دیتا ہے - جدھر سنیئے چٹاخ چٹاخ کوڑے کی آواز آرہی ہے اور جن مظلومون کو کوڑے پڑرہے ہین کبھی کبھی انکی ہاے ہاے واے واے کی بھی کچھ دھیمی سی صدا آتی ہے مگر کوڑے کی چٹخار سنکر معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے کان پر کبھی جون بھی نہین رینگتی اور نہ کہین کوئی قاتل خنجر براّن لیے ہوے ظالم کے قتل پر آمادہ نظر آتا ہے حکما کا قول ہے کہ جب کوئی اتفاقی اور فوری اثر انسان کے دل پر ہوتا ہے اور اتنی مہلت اسکو نہین ملتی کہ ادراک کے درجہ تک پہونچے تو وہ اثر فوری بھی اسکے گوشہ خاطر مین کہین پڑا رہتا ہے اور جب مدت کے بعد کوئی محرک قوی اسکی طبیعت کو افروختہ کرتا ہے تو وہ اثر دوبارا اپنا رنگ دکھاتا ہے - اسیطرح سے شاید فرض کیجیے کہ فلاحین بھی بشر ہین اور انمین بشریت انہین موجود ہے کہ قانون حکمت کے دائرہ کے اندر آسکتے ہین ممکن ہے کہ یہ واقعات جنکا کچھ تماشائیون کے دل پر نہین ہوتا اور جنکی طرف وہ مطلق توجہ و اعتنا نہین کرتے عوام الناس کو یاد آجائین اور انکی افروختگی کا باعث ہون اور وہ سنگدل ظالمون

۲

سے ویسی ہی سنگدلی سے انتقام لینا شروع کرین اور آپ جانین کہ دنیا کا تو عجب
کارخانہ ہے کہ آٹے کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے اُنکے ساتھ بیچارے بیگناہ ہون کو بھی
لے ڈالین مگر بالفعل تو کوئی علامت ایسی نہین دکھائی دیتی ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ
عنقریب غدر ہونے والا ہے بلکہ خدیو حال اسمٰعیل کو مصر کی رعایا ابتک ظل اللہ سمجھتی ہے
اور اُسکے حکم کو نوشتہ تقدیر سمجھتی ہے جو کسی کے مٹائے نہین مٹ سکتا نہ کسی کے روکے
رک سکتا ہے اور نہ کوئی اُسکا بھید جان سکتا ہے اور مصر مین بھی اور ملکون کیطرح ایسے
جبری آدمی کم نظر آتے ہین جو حاکم وقت سے بگاڑین۔

اس تماشے مین فلاحین کو تو صرف تماشائیون کا قول سمجھیے جو چپکے کھڑے
تماشا دیکھ رہے ہین سوانگ بھرنے والے اور ہی لوگ ہین مُدیر یعنے صوبہ کا ناظم سب سے
بڑا آدمی ہے اُسکے چہرہ پر تو وہ شقاوت اور شیطنت نہین برستی ہے جسکا خیال اُس
آدمی کی نسبت ہو سکتا ہے جو ناحق مردم آزاری اور غریب کُشی کرتا ہے مین یہ بات
اپنے تجربۂ ذاتی سے کہتا ہون کیونکہ مین نے مصر کے مُدیر کو اُسکی کچہری کے باہر بھی
دیکھا ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ اُسکا چہرہ ذرا بد قطع اور بھدا ہے اور اُسکے دہن کا کچھ ایسا انداز
ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا ترس آدمی نہین ہے مگر اُسکے چہرہ سے کوئی علامت
شقاوت اور خباثت کی نہین پائی جاتی اُس سے بیچ کی ملاقات کیجیے تو بہت اچھا ہے
معلوم ہوتا ہے اور خانگی تعلقات مین اسکی یہ کیفیت ہے کہ اپنے چھوٹے سے بیٹے پر
انتہا کا لطف اور شفقت پدری رکھتا ہے۔ فی الواقع وہ بڑا شریر و بدکار اور جفا کار
نہین ہے اور وہ خود تو بانی ظلم بھی نہین ہے بلکہ صرف ایک درمیانی آلہ اس ظلم کا ہے
جو کہ کارمنصبی سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر طرز حکومت اچھا ہو تو وہ بہت عمدہ اہلکار رہے
کیونکہ وہ اپنے افسران اعلیٰ کے احکام کی تعمیل ٹھیک ٹھیک کرتا ہے اور اور اہلکارون سے
زیادہ رشوت ستان بھی نہین ہے۔ اسکو تو یہ حکم ملا ہے کہ جسقدر روپیہ اپنے صوبہ کی رعایا سے

وصول کردو ورنہ فوراً برطرف ہو جاؤگے پس جب بات کو وہ اپنا فرض سمجھتا ہے صرف اسی کی تعمیل
اُن معمولی ذریعون سے جو اسکو ملیہر ہین کرتا ہے۔ اگر وہ تعمیل حکم سرکار سے انکار کرے
یا وسائل ضروری کو استعمال مین لانے سے اغماض کرے تو فوراً اُسکی تنخواہ موقوف
ہوجاے جسکی ضرورت شدیدہ اُسکو اسلیے لاحق ہے کہ اپنی اولاد کی پرورش اور پرداخت اپنی
دہی کے موافق کرے اور اگر وہ براہ عدل و مروت اپنا ذاتی نقصان بھی گوارا کرے
تو بھی اُسکے نقصان سے فلاحین کو کچھ نفع نہوگا کیونکہ کوئی شخص اُس سے بھی زیادہ بے ایمان
اُسکی جگہہ پر ناظم مقرر ہو جائیگا۔ الغرض اگر اُسکے مزاج مین کچھ بھی انصاف اور خداترسی ہے
اور اگر اسکو اپنے افعال پر کسیوقت بھی تنبہ ہوتا ہے تو ایسی ایسی دلیلین وہ اپنے کردار کی
تائید مین پیش کرتا ہے مگر مجھکو تو یہی شبہہ اس امر کا ہے کہ اپنے ہم صحبتون کے خیالات کا اثر
اسپر بہت ہوا ہے اور وہ اپنا ظلم و جفا یاد کرکے کبھی شب کو بھی اپنے دل مین نہین نادم
ہوتا حالانکہ رات کا وقت وہ وقت ہے جبکہ کیسا ہی شقی کیون نہو اسکو بھی جب
ص۲۴ اپنی شقاوتون کا خیال آتا ہے تو نیند مین چونک پڑتا ہے۔ اسمین تو شک نہین ہے کہ
دربار عام مین اس سے کبھی کوئی شائبہ بھی رحم اور مروت کا نہین ظاہر ہوتا بلکہ جبتک
مظلوم سے ذرا بھی روپیہ ملنے کا گمان باقی رہتا ہے اسوقت تک وہ ظالم اسکو تسمے یا
لکڑی سے بے تحاشا پٹوائے جاتا ہے اور اسمین بھی شبہہ نہین ہے کہ جو مطلب اس مدعا کا
بعض اوقات وہ مدت کے بعد بر آتا ہے اور دیکھنے والا اپنے دل مین یہ کہنے لگتا ہے کہ
اب اس کمبخت کو برابر سزا دیے جانا بلکہ یہ کہیے کہ برابر اسکو آزار پہونچائے جانا محض
بیفائدہ ہے اس غرض سے مجھکو لازم ہوا کہ چند کلمات اس باب مین عرض کرون کہ جب
فلاحین پر ایسی عقوبت کیجاتی ہے اسوقت وہ بیچارے کیا روش اختیار کرتے ہین
کیونکہ مجھے امید ہے کہ اس امر کے بیان کرنے سے ایک سخت غلط فہمی رفع ہو جائیگی۔
جن اہل یورپ کو عرصہ تک مصر مین رہنے کا اتفاق ہوا ہے وہ ایسا سمجھا کرتے

ہین کہ گویا اُنکے دل کو صدق ہے کہ جس فلاح پر کوڑے پڑ رہے ہون اُسکے حال پر
رحم کھانا ہمدردی اور رحمدلی کو مفت خاک مین ملا دینا ہے وہ کہتے ہین کہ فلاح کے
تلوے محض بےحس ہوتے ہین یعنے انہین درد محسوس ہی نہین ہوتا بلکہ اگر اعتدال
کے ساتھ کوڑے لگائے جائین تو سچ کیسا فلاح کو اس سے راحت ہوتی ہے کیونکہ جب
حکام اسکو آٹھ دس گھونسے بطور انعام کے نہ لگا چکین اُسوقت تک وہ ٹیکس دینے سے برابر
انکار ہی کیے جاتا ہے۔ مین یہ تو ہرگز نہین مانتا کہ فلاح کے تلوے کہنا تمام بےحس
ہوتے ہین بلکہ مین خود اس امر کو تسلیم کرتا ہون کہ پانون ننگے پھرنے کی عادت جو
اُسکو پشتہا پشت سے چلی آتی ہے اُسکی وجہ سے اُسکے پانون کی کھال بہت موٹی اور
سخت ہو جاتی ہے مگر ٹیکس وصول کرنے کے لیے کوڑے کو اور سب آلات تعذیر پر ترجیح دینا
میرے نزدیک اسکی دلیل ہے کہ گو فلاح کے پانون کی کھال کیسی ہی موٹی اور سخت
ہو گئی ہو مگر کچھ حس و ادراک انہین ضرور باقی رہتا ہے لیکن پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ فلاح
کے پاس روپیہ پوشیدہ رکھا ہوا ہے مگر جب تک وہ بہت سے کوڑے نہ کھا لے اسوقت تک
روپیہ نہین دیتا۔ اسکا جواب آسان ہے اور یہ ہے کہ با قیدار فلاح جانتا ہے کہ میرے پاس
اتنا روپیہ نہین ہے جس سے ٹیکس وصول کرنے والا راضی ہو جائے پس بہر کیف مجھپر مار
ضرور پڑیگی پھر تھوڑا سا روپیہ جو میرے پاس ہے اُسکو بھی مفت کیون ضائع کرون اور جو
تھوڑا سا روپیہ میرے پاس چھپا ہوا ہے اگر اُسکو فوراً پیش کر دون تب بھی مجھکو اس امید سے
کوڑے مارے جائینگے کہ اور روپیہ اس سے ملیگا لیکن اگر مین کوڑے کھاتے جاؤنگا اور یہ کہے
جاؤنگا کہ مفلس ہون میرے پاس ایک کوڑی بھی نہین ہے تو شاید میری اس سخت جانی
اور ڈھٹائی کو دیکھکر ظالمون کو یقین آ جائے کہ اس بیچارے پاس کچھ نہین ہے بہرکیف
مار تو مین ضرور سہی جاؤنگا پس اگر مین نے مار بھی خوب کھائی اور ذرا سا روپیہ جو میرے
پاس ہے وہ بھی دیدیا تو پھر میرے دل کو کیونکر تشفی ہوگی مجھے (مصنف کو معلوم ہوتا ہے

کہ اس معاملہ مین نازک مزاج ناظرین کے پاس نازک اور فلاحین کے پاس سخت و کرخت
مین صرف اتنا فرق ہے کہ فلاح کی بہ نسبت ناظرین کی عقل اذیت بدنی کے باعث سے
زیادہ خبط ہو جائیگی لہذا ایسے ہنگام مین غالب ہے کہ وہ عقل سلیم کے حکم پر نہ چلینگے
اور اپنے فائدہ کا خیال نہ کرینگے - فلاح بھی آخر بشر ہی ہے اُسمین اور اور آدمیون مین
کچھ ایسا فرق نہین ہے -

خیر باز آمدم بر سر مطلب - اب اُس مُدّر کی کیفیت پھر سُنیئے کہ مدت مدید کے
تجربہ سے اُسکو معلوم ہو گیا تھا کہ کتنی ایذا سے فلاح کے حواس باختہ ہو جاتے ہین بس سمجھتا
اتنی ہی ایذا اُسکو دیتا تھا جب اُسکو یقین ہو جاتا تھا کہ فلاح کی قسمین سچی ہین اور
واقع مین اُسکے پاس روپیہ نہین ہے تو وہ روپیہ لینے کی دوسری تدبیر کرتا تھا یعنے وہ
فلاح کو مار پیٹ کر کہتا تھا کہ اچھا اگر تیرے پاس روپیہ نہین ہے تو کسی سے قرض لے تب
فلاح نظر یاس سے دیکھکر کہتا تھا کہ بھلا مجھ غریب کو کون روپیہ قرض دیگا - اسکے جواب مین
مُدّر صاحب فرماتے تھے اچھا اسکا بندوبست ہم کر دینگے - اتنے مین ایک یونانی مہاجن جو
پشت پر کھڑا ہوا تھا اور جسکا نام دمتری تھا آگے آکر کھڑا ہو گیا - دمتری نے یہ حکمت
کی تھی کہ یہ امر پیشتر ہی دریافت کر رکھا تھا کہ کون کون اراضی رہن ہے پس اُسکو
یہ بات کسان سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ تھی اور اُسنے وہ شرائط فوراً بیان کر دیے
جن شرائط سے اُسکو ٹیکس کے لیے روپیہ قرض دینا منظور تھا اُس بیچارے کسان کو اب
کیا چارہ کار باقی رہا تھا پس اُسنے اُن شرائط کو قبول کر کے تمسک پر مہر کر دی تب اُسکو
جانے کی اجازت ملی - یہ مین نہین کہسکتا کہ اُس روپیہ کے منافع مین دمتری نے
مُدّر صاحب کو کیا حصہ دیا یہ اپنے انکی بیچ کی بات تھی اُسکو وہی خوب جانتے تھے -

چونکہ مین نے سابق مین یونانی اور شامی مہاجنون کا اکثر ذکر کیا ہے اور یہان
آیندہ مین بھی انکا تذکرہ کرونگا لہذا مناسب ہے کہ اُس سودخورے مہاجن کی قوم مین جو جو فی

کا آدمی تھا اُسکی کیفیت ناظرین سے بیان کرون ڈمتری جسکو لوگ اسکے ہم پیشہ مہاجن ڈمیتر
کے نام سے پکارتے تھے جزائر یونان مین سے ایک جزیرہ کا باشندہ تھا اور مذہب
مین عیسائی اور کلیسائی یونان کا تابع تھا۔ اپنے سب دوست آشناؤن مین محب وطن مشہور
تھا مگر محب وطن صرف اس معنی سے نہین تھا جس معنی مین یونانی اس لفظ کو عموماً استعمال
کرتے ہین بلکہ محب وطن اس معنی سے تھا جس معنی مین اہل یورپ اس لفظ کو استعمال
کرتے ہین کچھ تعجب نہین ہے کہ جس جزیرہ کا وہ باشندہ تھا اسمین یا شہر اتھنس پایۂ تخت
یونان مین وہ کوئی اسکول اپنے نام اور اپنے صرف سے قائم کریگا جسمین آئندہ کی نسلون کے
لڑکے تعلیم پائینگے۔ مگر بالفعل تو اُسکے پاس آتنا روپیہ نہ تھا کہ وہ اپنی حب الوطن کو دخل دیکر
اپنے ملک کے لڑکون کی تعلیم مین زر کثیر صرف کرتا۔ اُسکے مان باپ غریب آدمی تھے
اُسنے صرف ایک ابتدائی اسکول مین تعلیم پائی تھی اور پہلے تو اُسنے قسطنطنیہ مین جا کر
کسیکی نوکری کرکے کچھ کما کھایا تھا بعد اسکے جس یونانی سوداگر کا وہ نوکر تھا اُسکے ہمراہ اسکندریہ
مین چلا گیا۔ وہان اس سے اور اُسکے چند ہموطنون سے اتفاقاً آشنائی پیدا ہوگئی اور وہ
لوگ چھوٹی چھوٹی چیزون کی خرید و فروخت سے اپنی اوقات بسر کرتے تھے۔ ڈمتری کی عقل
معاش اپنی قوم کیطرح ایسی تیز تھی کہ اُسنے بھی اپنے ہم قوم یونانی سوداگرون کی دیکھا دیکھی
پیشۂ تجارت اختیار کیا۔ مگر اسکندریہ مین اُسنے اپنے فن کے آدمی بکثرت پائے لہذا اُسنے چاہا
کہ دیہات مین جا کر قسمت آزمائی کرے چند پونڈ جو اُسنے اپنے خرچ مین بہت کفایت کرکے بچا
رکھے تھے اُنکی اُسنے چند ایسی متفرق چیزین خرید لین جنکو وہ جانتا تھا کہ فلاحین ایسی چیزون کے
بڑے شائق ہوتے ہین بعد ازان ایک دن صبح کو وہ ایک بقچہ اپنے پشت پر لاد کر چل کھڑا ہوا
اور دو تین ہفتے گانون گانون خوب گھوما۔ اور اتنی ہی مدت مین اپنا مال بیچ لیا گو بہت
نفع اسکو نہین ہوا کیونکہ فلاحین کے مذاق کو جیسا وہ پہلے سمجھا تھا نفس الامر مین اُسنے بالکل
خلاف پایا مگر چونکہ وہ تیز اور ہوشیار آدمی تھا لہذا جو تجربہ اُسکو پہلے پہل حاصل ہوا تھا اُس سے

دہ مستفید ہوا اور ایکدفعہ جو اُسنے سودا بیچا تو اُسمین اُسکو بہت زیادہ نفع ہوا۔ اسی ایام مین
روئی کے نرخ کے زیادہ گران ہوجانے کی وجہ سے فلاحین متمول ہونے لگے تھے اور
دمتری نے دیکھا تھا کہ وہ لوگ جھوٹا زیور اور ریشمی مال بہت خریدتے ہین۔ پس
دوسری دفعہ اُسنے خاصکر ایسی ہی چیزین خرید کر اُنکو ایسی قیمت گران پر فروخت کیا جسکی امید
نہ تھی یہ نتیجہ اسوجہ سے پیدا ہوا تھا کہ وہ ہوشیار آدمی تھا اور اپنا مال ایک ترکیب سے بیچتا تھا
او جب وہ لوگون کو اپنا اسباب تجارت دکھاتا تھا تو یہ ضرور کہدیتا تھا کہ صاحب میرا مال معمولی
قسم کے سونے کا نہین ہے جسکی گنتیان بنتی ہین (یہان تک تو اُسکا قول بالکل صحیح تھا) بلکہ
اس مال کو مین نے خاص فرمایش کر کے ایسے طلاے خالص سے بنوایا ہے جو مصر کی
گورمنٹ نے بھی کبھی خواب مین نہ دیکھا ہوگا۔ مین اسوقت اُسکو نہین بیچنا چاہتا ہون کیونکہ
جب مین القاہرہ مین پہونچونگا تو جو قیمت یہان کہتا ہون اُسکی دہ چند قیمت پر اسی مال کو
وہان بیچ لونگا مگر مین اُن لوگون کے ساتھ رعایت کرنا چاہتا ہون جنھون نے اسوقت
میرا مال خریدا تھا جب مین پہلی دفعہ یہان آیا تھا۔ یہ سب اور اسی قسم کی اور باتین مکار
دمتری کچھ تو ٹوٹی پھوٹی عربی زبان مین بیان کرتا تھا اور کچھ اپنے کلام کی
تفسیر ایسے اشارون سے بیان کرتا تھا جنکو دیکھکر لوگ بے اختیار ہنس پڑتے تھے
اگر وہ لوگ اُسکی پیاری پیاری مادری زبان (یونانی) کو سمجھ سکتے تو اُسکی فصاحت ثمن
کے بحر مواج مین غریق رحمت ہی ہوجاتے۔ لیکن خیر اُسکے کلام کو سنکر لوگ ہنستے بہت
تھے اور کچھ اُسکی بات کا یقین بھی آجاتا تھا اور بعض زود یقین آدمی اُسکی یاوہ گوئی کا
اعتبار کر کے ایک آدھ چیز اُس سے خرید بھی لیتے تھے اور کبھی کبھی تو فروشندہ (دمتری) اپنے
دل مین خوش ہوتا تھا کہ فی الواقع یہ لوگ بے انتہا قیمت دیتے ہین مگر براہ دانشمندی اپنی
باطنی خوشی کی ذرا بھی علامت نہ ظاہر ہونے دیتا تھا۔ بلکہ برخلاف اُسکے وہ اپنا منھ ایسا
بنا لیتا تھا کہ گویا اُسنے کسی کارخیر مین اپنا نقصان عظیم گوارا کیا تھا اور خریدارون کو ایسی

نظر حسرت سے دیکھتا تھا گویا اُنکی خوش قسمتی پر رشک کرتا تھا۔ چنانچہ یہ افواہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ اُسنے ایک مالدار کسان کو جو اپنے ہمجنسون پر فوق لیجانا چاہتا تھا بھسلا کر ایک پتیل کا آفتابہ جس سے کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے ہین طلاے خالص کا کہکر اُسکے ہاتھ بیچڈالا اور یہ فریب اُسکا کئی ہفتون تک کسیکو نہین معلوم ہوا۔ مگر مجھکو اس قصہ کی صحت مین تامل ہے گو اسکا ناقل عبدو جیسا معتبر اور راست گو آدمی ہے۔ البتہ یہ تو صحیح ہے کہ دمتری بحیثیت ایک سوداگر کے **قفر سلیمان** مین بہت نیکنام نہ تھا گو میری سمجھ مین یہ نہین آتا کہ اُسنے ایسا فریب کیا تھا جو آسانی سے ظاہر ہو گیا۔

اس دست فروشی یا بساطگری کے کام مین **دمتری** کو چندہی مدت تک فروغ حاصل رہا اور تین چار برس کے بعد اُسکے گاہکون کی تعداد اور مقدمات بہت کم ہو گئے یہانتک کہ جو زحمت اُسکو اُٹھانی پڑتی تھی اُسکے مقابلہ مین کچھ بھی نفع نہ ہوتا تھا۔ زر نقد کا نرخ ارزان ہو گیا تھا اور کسانون پاس نہ نقد اتنا نہ تھا کہ وہ بے تحاشا صرف کر ڈالتے بلکہ وہ اور روپیہ قرض لینے کی فکر مین رہتے تھے۔ **دمتری** نے زمانہ کا رنگ بدلا ہوا دیکھا اور جیسا وقت دیکھا جھٹ ویسی ہی روش اختیار کر لی۔ جب تک اُسکے فلاح دوستون کی گرہ مین کچھ مال اسوقت تک تو اُسنے انکو خوب ہی نچوڑا اور اب جو انکو روپیہ کی ضرورت ہوئی تو وہ انکو روپیہ قرض دینے کو مستعد ہو گیا اور اِس نئے قسم کے معاملہ مین اُسکو اور زیادہ منافع کی امید ہوئی لیکن اب اسکو ضرور ہوا کہ اپنے کام کی ایک حد مقرر کرنے اور گھومنے گھامنے کو ترک کر کے ایک مقام پر جمکر تجارت کرے۔ آخر اُسنے ایک وسیع گانون کو جسمین تجارت بہت ہوتی تھی **قفر سلیمان** کے قریب پسند کیا اور وہان ایک ماحلا کارخانہ کھڑا کیا یعنے مسافرون کے لیے ایک سراے لی اور ایک پنساری کی بھی دوکان کھولی۔ اور اُسنے اپنا بہت سا روپیہ لوگون کو بہت سے سود پر تھوڑی سی مدت کے لیے قرض دیا۔ اور قرضہ وصول کرنے کی اُسنے یہ تدبیر کی کہ اپنے قرضہ مین قرضخواہون سے روپیہ نہ لیتا تھا جسکی تعداد معین کرنا آسان

ہے بلکہ پیداوار اراضی لیتا تھا علی الخصوص روئی بہت لیتا تھا یہان تک کہ چند ہی روز
مین وہ ایک بڑے روئی کے تاجر کا گماشتہ ہوگیا جو اسکندریہ مین مال بھیجا کرتا تھا-
یہ تو اُسنے بڑا ہاتھ مارا کیونکہ اُسکی بدولت تو اسکو یہ بات نصیب ہوئی کہ فیصدی دس سے
پندرہ پونڈ سالانہ تک اُسنے بہت سا روپیہ لیکر فیصدی تین یا چار روپیہ ماہواری پر لوگون
کو قرض دیا- پہلے تو اُسنے قرضہ کی ضمانت مین صرف اسناد یعنے اقرارنامون پر اکتفا کی
لیکن جب فلاحین پر قرضہ کا بار زیادہ ہوتا گیا اور اپنی جائداد سے بہت زیادہ روپیہ
اُنھون نے قرض لیا تو دمتری کو ضرور ہوا کہ باضابطہ رہن نامے تحریر کرا لے تاکہ
جب فلاحین پر کوئی آفت نازل ہو تو اُسکا دعوے اُنکی اراضیات پر اور سب کے
دعوے پر مقدم سمجھا جاوے-

چند سال کے عرصہ سے دمتری کفر سلیمان مین مفقود الخبر ہے لیکن الحمد للہ
مجھکو اسکا احوال اخیر تک ملگیا ہے- جب کفر سلیمان کے قریب کے گانون سے وہ چلا گیا
تو اسکندریہ مین جاکر سوداگر اور مہاجن بنگیا اور جب اسمعیل پاشا کو روپیہ کی بڑی قلت
ہوئی اس ہنگام مین دمتری نے اسکو بہت سا روپیہ تھوڑا تھوڑا کرکے قرض دیا اور ادھر اُدھر گھوم گھام
اپنا خاندانی نام پیدا کرلیا اور ابھی دمترلیس کے نام سے مشہور ہے اور اچھا خاصا مالک التجار بنا ہوا ہے ص ۲۵۹
مدیر یعنے ناظم اس موٹے یونانی مہاجن کو اور بہت سے خواصون کو ہمراہ لیکر گانون
مین صرف اُسوقت آتا ہے جبکہ گانون والون پر کچھ زیادہ دباؤ ڈالنا منظور ہوتا ہے
مگر شیوخ اور عمدہ اور صراف اور چھوٹے چھوٹے مہاجن جو اُسی گانون مین رہتے
ہین بیچارے کسانون کے سر پر ہمیشہ نازل رہتے ہین اور ہمیشہ اُنکو نوچا اور کھسوٹا
کرتے ہین جو گورنمنٹ رعایا سے بڑی شد و مد سے خود ظلم ستانی کرتی ہے وہ چھوٹی ذات
کے لوگون سے جو اس کام مین اُسکو مدد دیتے ہین اور اس اصول پر عمل کرتے ہین کہ مزدور
کو اُسکی محنت کے موافق مزدوری دینی چاہیے ظلم ستانی کی بازپرس نہین کرسکتی

یہ چھوٹے ظالم بھی انھین ذریعون سے مردم آزاری کرتے ہین جن ذریعون سے انکے
افسران اعلیٰ غریب کشی کرتے ہین۔ ایک آلۂ عقوبت (قرباش) کا ذکر تو مین متواتر کر چکا
ہون غالبًا ناظرین کو اب اُسکے نام سے نفرت کلی ہو گئی ہوگی۔ لہذا مین ناظرین تمکین سے
عفو قصور چاہتا ہون کہ ایسے لفظ مکروہ کو متواتر لکھکر ناحق اُنکی دماغ خراشی کی مین خوب
جانتا ہون کہ ایسے مذموم کلمہ کو متواتر تحریر کرنا سراسر خلاف تہذیب ہے اور داب نکتہ چینی
کے بھی سراسر خلاف ہے۔ لیکن مین کیا کرون۔ فلاحین کے حالات گذشتہ اور کوائف
موجودہ کو بیان کرنا اور جو چیز اُنکی زندگی کا گویا جزو اعظم ہو گئی ہے اُسکو بالکل قلم انداز
کر دینا ایسا ہے جیسا مجنون کا قصہ تو بیان کیا مگر لیلی کو بالکل بالاے طاق رکھدیا۔

عبدو نے بیان کیا کہ تین چار برس ہوے جب فلاحین کے حال مین کچھ اصلاح
شروع ہوئی تھی۔ قریب اُس زمانہ کے اسمعیل پاشا مصر سے چلا گیا اور اُسکی جگہ پر اُسکا
بیٹا توفیق پاشا خدیو مصر ہوا شاید خدیو کی تبدیلی سے کچھ ٹیکس کا بار کم ہو گیا ہے اور اب
مدرا در اُسکے حوالی موالی گانؤن مین اُتنی دفعہ نہین آتے ہین جتنی مرتبہ پیشتر آتے تھے اور
ہر ایک کسان کو ایک کاغذ کی فرد دیدی گئی ہے جسمین یہ لکھا ہوا ہے کہ کتنا روپیہ
ٹکس کس فصل مین اُسکو دینا پڑیگا اور جبتک کسان جملہ رقوم کو جو اُس کاغذ مین درج ہین برابر
ادا کرتا رہتا ہے اُس وقت تک تو اُسکو مدر سے کچھ اندیشہ نہین رہتا تاہم شیخ اور صراف
اور گانؤن کے مہاجن اُسپر بہت ظلم کرتے ہین۔ کسانون کو اپنی حالت مین کچھ ترقی
نہین محسوس ہوتی ہے بلکہ بعض کسان تو ایسی داد و فریاد کرتے ہین کہ جس زمانہ مین اُنپر ظلم
شدید ہوتا تھا تب بھی ایسی آواز بلند سے سرکار کی شکایت نہ کرتے تھے اُنکی ناراضگی کی
وجہ یہ ہے کہ ازہر یونیورسٹی کے بعض طالب العلمون نے جو اُس گانؤن مین کبھی کبھی آتے ہین
اُنکو خوب بھڑکایا ہے چنانچہ ایک نوجوان طالب العلم نے کسانون سے علانیہ کہا کہ تم بڑی
مدت سے غیر ملک والون کی ظلم و جفا سہ رہے ہو لیکن خاطر جمع رکھو تمھارا نجات

دہندہ بہت جلد خروج کیا چاہتا ہے۔ جب عبدہ نے اُسکا یہ کلام سُنا تو اُسنے صاف کہدیا کہ اس سے تو کچھ بھی نہوگا مگر شاید اور پیشین گویوں کیطرح جنکا کلام مُنھ سے نکلتے کے ساتھ ہی عقلمند یقین کرلیا جاتا۔ عبدہ نے بھی مابعد کے واقعات پر نظر کرکے اپنی اس پیشین گوئی مین کچھ ترمیم کی ہے خیر یہ تو کچھ ہو سو ہو لیکن اسمین شک نہین ہے کہ اکثر کسانون کو ایسے انقلاب کا اندیشہ تھا بلکہ اُنکو یہ یقین تھا کہ کوئی ایسا امر عظیم ہونے والا ہے جو ہمارے حق مین مفید ہوگا اور ازہر یونیورسٹی کے طلبہ کی ترغیب سے اُنھون نے عربی پاشا کو اپنا نجات دہندہ قرار دے لیا تھا۔ القاہرہ مین جنادید مصر کا مشورہ کے لیے جمع ہونے اور اُسکے بعد کے واقعات کی ٹوٹی پھوٹی خبر قفر سلیمان مین بھی پہونچی اور جب وہان کے لوگون کو یہ معلوم ہوا کہ عربی تو یہ چاہتا ہے کہ مہاجنون کا قرضہ جو رعایا پر ہے اُسکو منسوخ کردے مگر خدیو اس امر مین مانع ہوتا ہے تو اُن لوگون کے دل مین عربی کے ساتھ ہمدردی اور خدیو سے مخالفت پیدا ہوئی۔ اور جب مزید برآن اُنکو یہ بھی معلوم ہوا کہ عربی کفار سے جہاد پر آمادہ ہے اور خدیو کفار کا شریک ہوگیا ہے تو ایک سے محبت اور دوسرے سے عداوت اُنکو اور زیادہ ہوگئی۔ اگر عربی اکیلا کفار سے لڑتا تو خلائق کے دل مین اُسکی ہمدردی کا بڑا جوش اور ولولہ پیدا ہوتا اور سب اُسکو تحسین و مرحبا کہتے۔ مگر افسوس ہے ایک اکیلے آدمی کے لڑنے سے یہ جھگڑا نہین طے ہوا بلکہ اُسکو طے کرنے کے لیے بڑی بڑی قومین کھڑی ہوئین اور اُنمین ہزارہا آدمیون کو بھرتی کرنیکی ضرورت ہوئی اور سارے ملک سے زبردستی روپیہ تحصیل کرنا پڑا۔ ان دو باتون کے خیال سے رعایا کا جوش و خروش بہت کم ہوگیا مگر جب سود خورے مہاجن بے اپنا حساب کتاب طے کیے ہوے گانون سے بھاگ گئے اور قومی فریق کے قاصدون نے بالاعلان کہدیا کہ مہاجنون کا قرضہ ہمیشہ کے لیے منسوخ کیا گیا تو بیشتر رعایا کو خواہ مخواہ خوشی ہوئی۔ پھر شکست کی خبر آئی اُسوقت کے اضطراب کا حال کچھ نہ پوچھیے ایک روز صبح کے وقت کسان آپسمین یہ ذکر کر رہے تھے

کہ ایک لڑائی مین لشکر اسلام کو فتح مبین حاصل ہوئی اور غیر ملک والون کی فوج بری کو ویسی ہی شکست فاحش ہوئی جیسی انکی فوج بحری کو اسسے پیشتر ہزیمت ہو چکی تھی اور انکے جنگی جہاز تباہ و برباد ہو گئے کہ اتنے مین ایک کسان جو فوج مین زبردستی بھرتی کر لیا گیا تھا رسالے کے گھوڑے پر سوار کوٹ ورکمربند اور ہتیار ندارد سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ بھاگو انگریز آ گئے۔ جہانتک اُسکے دبلے پتلے فاقی ٹانگن سے دوڑا گیا وہ رات دن سرپٹ بھاگا چلا آیا تھا اور اب ایسا تھک گیا تھا کہ جب گھوڑے سے اُترا تو اُسکو کھڑے رہنے کی طاقت نہ تھی۔ القصہ جب اُسکے ہوش و حواس ذرا درست ہوئے تو اُسنے یہ داستان بیان کی کہ مین طل الکبیر کے لشکر مین تھا کہ ایک روز قبل طلوع آفتاب بندوقون اور توپون کی مہیب آواز سے میری اور میرے ساتھی سپاہیون کی آنکھ کھل گئی اور ابھی ہم فوج مخالف کے حملہ کو روکنے کی تیاری نہ کرنے پائے تھے کہ فوج مذکور کے لوگ مورچون کو پھاند کر قلب لشکر مین گھس آئے۔ یقین تو ہے کہ شیطان اُنکی مدد کر رہا تھا جب تو وہ کسی کے روکے نہ رکی اور کوئی اُنسے مقابلہ نہ کر سکا یہانتک کہ خود عربی نے فرار اختیار کیا۔ پھر اُسنے کہا کہ جب مین نے عربی کو دیکھا کہ وہ اور ہمراہان فوج کے ساتھ گھوڑا اُڑاتا ہوا اسٹیشن کیطرف چلا جاتا ہے تو مین نے اپنے دل مین کہا کہ بھئی اب تم بھی یہان سے کھسکو۔ خدا کی قدرت سے اُسوقت میرا گھوڑا مجھکو ملگیا اور مین اپنے امیر (عربی) کے عقب مین بہت جلد روانہ ہوا مگر اسٹیشن پر ایسی بھیڑ تھی کہ ریل تک پہونچنا دشوار تھا اور ریل چھوٹا ہی چاہتی تھی کہ مین نے آنکھ اُٹھا کر جنگاہ کی سمت جو دیکھا تو ایک رسالہ انگریزی سوارون کا بگٹٹ گھوڑے دوڑاتا ہوا نظر آیا اور مجھکو خیال ہوا کہ چند ہی منٹ مین یہ لوگ اس مقام پر آ پہونچینگے جہان مین کھڑا ہوا ہون۔ پس مین نے ایک لحظہ بھی تامل و توقف نہین کیا اور گھوڑے پر سوار ہو اپنے گھر کی راہ لی۔ کئی مرتبہ مین نے انگریزی رسالہ کی کھڑکھڑاہٹ اپنے عقب مین سُنی مگر اللہ نے میرے حال پر رحم کیا اور میری جان بچائی۔ اب انگریز القاہرہ

مین پہونچ گئے ہونگے کیونکہ وہ جلپا بن الجلپ (کلاب بن الکلاب) بڑے تیز رفتار ہین اور کوئی انکو نہین روک سکتا۔ یہ اخیر کا فقرہ اُسنے چپکے سے کہا گویا اُسکو یہ خوف تھا کہ مبادا وہ جلپا بن الجلپ اس کلمہ کو سُن لین۔

چند روز کے عرصہ مین اس گانوٗن کے اکثر آدمی جو پیادون کی پلٹنون مین تھے اپنے وطن مین پھر آئے اور اُس سوار نے جو قصہ بیان کیا تھا اُسکی تصدیق کی جب وہ لوگ وہان پہونچے تو اُنکے پاس کوٹ ہتیار اور بوٹ وغیرہ کچھ بھی نہ تھا اور سب سے پیشتر انھون نے یہ کیا کہ اپنی فوجی وردی کو اُتار کر معمولی پوشاک پہن لی یعنے وہی نیلی قمیص اور اُسی قطع کی چھوٹی سی ٹوپی جیسی فلاحین اکثر پہنے رہتے ہین۔ مگر لطف یہ ہے کہ گانوٗن مین پہونچنے کے پانچ ہی منٹ کے بعد وہ خدا و رسول کی قسم کہانے کو مستعد تھے کہ ہمنے طل الکبیر یا قفر الدوار کا کبھی نام بھی نہین سُنا ہے اور کئی مہینہ سے ہمنے ایک روز بھی اس گانوٗن سے باہر قدم نہین نکالا ہے۔ آخرش مین نے عبدہ سے سوالات ذیل کیے۔

(سوال) انتظام موجودہ کی نسبت کسانون کی کیا راے ہے اور وہ اُسکو کیا سمجھتے ہین۔

(جواب) کسان کبھی ایسے امور کا خیال نہین کرتے نہ کبھی انکا ذکر کرتے ہین سب باتین بدستور ہین۔

(سوال) اب عربی کہان ہے۔ تمھاری دانست مین وہ کبھی پھر بھی آئیگا

(جواب) بھلا صاحب ضعیف نابینا فلاح ایسی باتین کیا جانے۔ نعوذ باللہ استغفر اللہ فقط

باب نہم

حکایات مذکورۂ بالا کی شرح کے بیان مین

یہ تو مین نہین جانتا کہ اور لوگون کو کیا خیال ہو۔ کیونکہ ہم ایک عجب آزاد ملک مین رہتے ہین جہان ہر مرد و زن جب سن تمیز کو پہونچ جاے تو پھر اُسکو اختیار ہے جیسا چاہے خیال کرے۔ مگر جو حکایات اس مرد پیر عبدو کی زبانی مین نے نقل کیے ہین میرے نزدیک وہ کچھ تاریخی وقعت رکھتے ہین اور یہی سمجھکر مین نے اُنکو اس شرح و بسط سے نقل کیا ہے۔ مگر جیسا لوگون کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی نئی بات دریافت کرتے ہین تو اسکی وقعت اُنکی نظرون مین بہت سما جاتی ہے ویسے ہی مین نے جو تازہ حالات تحقیق کیے ہین شاید اُنکی عظمت میرے دل مین بہت سما گئی ہے۔ لہذا اب مین قلم نہ اُٹھاؤنگا تاوقتیکہ اس شک کو اپنے دل سے دفع کر لونگا اور ان حکایات کی صحت کی پوری ذمہ داری اُس شخص پر ثابت نہ کر لونگا جسکو اُسکا ذمہ دار ہونا لازم ہے اور یہ فعل مین اور بھی زیادہ طیب خاطر سے اس وجہ سے کرتا ہون کہ میرا شفیق معظم و رفیق مکرم جسکے بیانات پر باب سابق کے مضامین کا دار و مدار ہے اب قابل نہین رہا ہے کہ اپنی طرف سے خود جواب دہی کرے۔ ابکی ڈاک مین مجھکو یہ خبر وحشت اثر پہونچی ہے کہ اُسنے اس دنیاے فانی سے رحلت کی اور اپنے جھونپڑے سے جو بیابان اور سنسان پڑا ہوا ہے ذرا آگے بڑھکر ایک درخت خرما کے سایہ کے نیچے دفن کیا گیا۔ الحمد للہ کہ وہ اس سراے فانی سے اُس عالم جاودانی مین پہونچا جہان حریص شیخ اور ظالم مدر کے ہاتھ سے اُسکو کوئی آزار نہین پہونچ سکتا اور جہان تھکے ماندے فلاح محنت سے چور چور اور کوفت سے مجروح و مقروح ہو کر استراحت کرتے ہین۔ مگر دنیا مین اُسکا نام تو باقی ہے اور اُسکو باقی رکھنے کی فکر مجھکو ہے

جب اُسنے یہ حکایات مجھسے بیان کیے تو مجھکو یہ گمان نہ تھا کہ مین اُنکو کبھی مصر مین لاؤنگا
وہ بیچارہ ایک سیدھا سادہ گنوار تھا اُسکو یہ حوصلہ کب تھا کہ لقمان کو حکمت سکھائے اور
انگلستان کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ اور روشنضمیر خلقت کو راہ راست پر لائے یا محققین انگلستان
کی مجموعی حکمت عملی پر اپنی داستان گوئی کا اثر پہونچائے اگر اُسنے کچھ گناہ کیا ہے تو اُسکا
عذاب میرے سر ہے۔ خدا اُسکو فشار قبر سے بچائے اور غریق رحمت کرے مجھے یہ گمان
نہین ہے کہ اس دنیاے فانی سے وہ اپنے دل مین بغض و کینہ لیگیا ہے اُسکے سینہ مین کینہ کی
گنجایش کہان تھی۔ وہ سچا مسلمان تھا اور خدا پر توکل کرنا اُسکا عین ایمان تھا۔ وہ اہل یورپ سے
کچھ کینہ یا عداوت نہ رکھتا تھا اور نہ سیاحان یورپ کے ذوق و شوق کی پوچھا پوچھی اور چھیڑ چھاڑ
سے بچنے کی فکر اُسکو تھی مگر جو لوگ میرے بعد آئینگے اُنکے حال پر مجھے بڑا افسوس آتا ہے کہ
مصر کے واقعات کے علم کا ایسا ذریعہ اُنکے ہاتھ سے جاتا رہا جس سے وہ بہت کچھ احوال دریافت
کر کے جیسے نتایج کا استخراج مین نے کیا ہے اُنسے بہتر نتایج نکال سکتے۔

۲۹ حل — ایک شخص کا قول ہے کہ اگر آدمی غلطی کرے اور اُسمین مستقل اور ثابت قدم رہے
تو وہی غلطی اُسکی کامیابی کا باعث ہو جاتی ہے۔ یہ شخص اُس مرد پیر عبدو کی طرح اس دنیاے
فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر چکا ہے مگر جب زندہ تھا تو بڑا تجربہ کار اور ہوشیار آدمی تھا
اور دنیا کے رنگ ڈھنگ سے خوب واقف تھا۔ اُسکے اس قول پر مین عمل کرنا چاہتا ہون۔
اگر مین نے باب سابق لکھنے مین غلطی کی ہے تو اُسی غلطی پر مین قائم رہنا چاہتا ہون اور ناظرین کو
خبر بتائے دیتا ہون کہ میرا یہ ارادہ ہے کہ اپنی خطا پر اصرار کرون لیکن خیر مین اپنے
طور طریق کو کچھ تو درست کرنے کی کوشش کرونگا۔ اب مین عبدو کا ذکر عمداً تو کبھی نکرونگا لیکن
اگر اتفاقاً اُسکا ذکر کہین آجاے تو کچھ مضائقہ نہین۔ البتہ جو حکایتین اُسنے بیان کی تھین
اُنکی شرح ضرور لکھونگا۔ اور جیسے اس مضمون کی عظمت و جلالت کا مقتضا ہے ویسے ہی کسیقدر مفصل اور
مختصر عبارت مین اُنکو بیان کرونگا تاکہ اس کتاب کے تلخ مزاج نکتہ چینون کو جو میری یا وہ گوئی اور

موج بیانی سے عاجز اور نالان ہین تسکین ہو اور تاکہ میری طول تحریر سے اُنپر خواب راحت کا غلبہ ہو جیسا انسان کی طبیعت کا خاصہ ہے کہ مضامین خیالی کو پڑھتے پڑھتے نیند آجاتی ہے پس مین ابتدا اس قصہ سے کرتا ہون کہ ایک مرتبہ **محمد علی** پاشا اُسکا نوکرن مین جسکا نام **فقر سلیمان** ہے اچانک چلا آیا اور کانون والون کو اُسکا آنا سنگ آمد سخت آمد ہوا بیشک ایک کیاک حکایت ہے اور اس قابل نہین ہے کہ اُس کتاب مین لکھی جاوے جسمین نہایت دقیق مضامین ملکی بیان کرنا منظور ہے تاہم اُس شخص کو ایسا قصہ لکھنا عیب نہین ہے جو واقعات اصلی اور حوادث و اتفاقات محض مین تمیز کرنیکا عادی ہے اور جو اس قصہ کو اتنی غرض سے بیان کرتا ہے کہ اس عجیب غریب سلطنت کے اوصاف مخصوصہ ناظرین پر منکشف ہو جائین جسکو بانی دولت خدیویہ نے اس حکومت مملوکیہ کو منہدم کر کے بطور اسکے نعم البدل کے قائم کیا تھا شاید اصحاب ناظرین محتسبان نکتہ بین اُس نا خداترس خدیو (محمد علی) کی مذمت کرین جسکا وطن اصلی صوبہ البینیا تھا اور جسنے خونریزی اور مردم کشی کو اپنے عروج کا ذریعہ گردانکر اپنے دشمنون کو دفع کیا تھا اور جو لوگ اس مسئلہ کے قائل ہین کہ ہر قسم کی ملکی ترقی کو چاہیے کہ تدریجاً اور قاعدہ کے ساتھ عمل مین لائی جاوے شاید وہ یہ فرمائین کہ انتظامات موجودہ کو یکبارگی منقلب کر دینا مقتضے عقل سلیم نہین ہے لیکن اکثر مستند القول و مسلم الثبوت اشخاص کا قول ہے کہ انتظام امور مملکت اور نظم مہمات سیاست مین لیاقت فطری کا سچا معیار کامیابی و سرخروئی ہے۔ اگر یہ قول سچ ہے تو سب غیر متعصب و منصف مزاج آدمی اس امر کو تسلیم کر لینگے کہ اس شخص نامی و گرامی کا ذکر حکایت مسطورہ بالا مین ہے وہ اعلی درجہ کی لیاقت فطری امور سیاست و فرمانروائی مین رکھتا تھا۔ اسکی ابتدا تو یہ ہوئی کہ ایک تھوڑی سی ترکی فوج بے قاعدہ کا افسر درجہ دوم مقرر ہوا حالانکہ وہ کوئی مربی با اختیار نہ رکھتا تھا اور نہ کوئی دوست با وقار رکھتا تھا جو اسکی سعی سفارش کرتا۔ اور اسکی انتہا یہ ہوئی کہ بڑی بڑی کٹھن جھیل کر اور کھکھیڑین اٹھا کر اور فتنہ پردازی کی پیچیدہ راہون کو طے کر کے رفتہ رفتہ وہ اس درجہ عالی پر

پہونچ گیا جو عالی ہمت اور بلند حوصلہ آدمی کی تسکین کے لیے کافی ہے۔

مجھکو گمان ہے کہ ان مضامین سنگین اور کلمات شیرین کو تحریر کرنے سے میری مضمون نگاری اور انشا پردازی کے عیوب واقعی یا فرضی کی مکافات ہوگئی اور اگرچہ مجھے بڑی فکر اس بات کی ہے کہ جن خطاؤن سے مین نے توبہ کی ہے کہین پھر وہی خطائین میرے قلم سے نہ سرزد ہون مگر چونکہ مین ایجاز و اختصار کا وعدہ ناظرین سے کر چکا ہون لہذا اگر وہ اجازت دین تو وہ طرز تحریر اختیار کرون جو بہت ثقیل اور طولانی نہو مین نے اس مثنوی کی تقلید اختیار کی ہے جسکو شاید ادھیڑ آدمیون نے اپنے لڑکپن مین کسی اسکول کی کتاب مین دیکھا ہوگا جواب پرانی اور متروک ہوگئی ہے۔ اس مثنوی مین اس حکایت کو نظم کیا ہے کہ ایک گنہگار نے اپنے گناہون سے توبہ کرنی چاہی تو پادری صاحب نے اسکو حکم دیا کہ تمھارے گناہون کی مکافات اسطرح ہو سکتی ہے کہ تم اپنے جوتے مین چنے بھلوا کر اسکو پہنکر روم تک پیدل چلے جاؤ۔ خیر اُس بیچارے نے یہی کیا مگر جب اُسکے پاؤن مین چنے چبھے اور تکلیف دینے لگے
تو اُسنے انکو جوش کر ڈالا اسیطرح سے مین بھی ناظرین کے امتثال امر کے ساتھ اپنی آسائش ص ۲۹
اور سہولت کا ضرور خیال رکھونگا اور گستاخی معاف اپنے چنون کو ابال لونگا۔

خیر۔ یہ تو نری ظرافت اور لفاظی تھی۔ اب سیدھی سادی بات سنیے کہ محمد علی نے جو کچھ کیا اُسکی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب مملوکون کی حکومت مصر مین تھی تو چھوٹے چھوٹے اہلکاران سلطنت بھی فرعون بے سامان بنے ہوے تھے اور سلطان روم کے تابع تو صرف برائے نام تھے مگر درحقیقت کسی افسر کی اطاعت نکرتے تھے بجز اُس شخص کے جو اُنکا ہم قوم ہو اور اسوقت خاص مین سب سے زیادہ ذی اختیار بھی ہو۔ الغرض انھون نے سارے ملک کو آپسمین تقسیم کرلیا تھا اور ہمیشہ آپسمین لڑا کرتے تھے اور ایک دوسرے کو اپنا رقیب سمجھکر اُس سے اپنا انتقام لیتا یا اُسکو مغلوب کرلینا چاہتا تھا۔ اس بدنظمی اور طوائف الملوکی کو جو مدت سے چلی آتی تھی محمد علی نے دفع کرکے ایک زبردست اور مطلق العنان سلطنت شخصی قائم

کی اور جب ایک مرتبہ اپنی حکومت کو باستحکام تمام قائم کر لیا تو مصر کے قدرتی اسباب معیشت کو
ترقی دینے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا اور یورپ کی تہذیب و شائستگی کو جہانتک کہ یہ
مقصد اُس سے بر آسکتا تھا اس ملک مین جاری کرنے کی کوشش بلیغ کی پہلا کام جو اُسنے کیا یہ تھا کہ
ص ۲۸ دوآبہ کے ملک مین برابر نہرین بنوادین جسکے سبب سے کسانون کو تو بیگار کام بہت کرنا پڑا
مگر ساتھ ہی اسکے ملک کی سرسبزی اور شادابی مین بھی بے انتہا افزونی ہوئی۔ محمد علی کی حکمت
عملی مین مقدم عظیم یہ تھا کہ اسکو رعایا کی اصلاح معاشرت اور تہذیب اخلاق نہین مد نظر رہی بلکہ وہ
اس فکر مین رہا کہ سامان ضروری بہم پہونچا کر اپنے ولی نعمت حضرت سلطان المعظم سے مقابلہ کرے
ص ۲۹ اور انکو زک دے۔ لہذا اُسنے اہتمام بلیغ اس باب مین کیا کہ خراج ملک مین جو افزونی ہو اُسکا بڑا
حصہ خزانۂ خدیوی مین داخل ہوا کرے اور منجملہ اور تدابیر کے ایک نہایت مؤثر تدبیر اپنے
مقصد بر آری کی اُسنے یہ بھی کی کہ بعض اشیا کے خرید و فروخت کا اختیار جو گورنمنٹ کے
ساتھ مخصوص تھا اُسکو بحال و برقرار رکھا بلکہ اُسکو اور زیادہ وسیع کر دیا۔ گورنمنٹ کو یہ حق بلا شرکت
غیرے حاصل تھا کہ جو چیزین زراعت سے پیدا ہوتی ہین اُنکو خود خرید کر بیرون جات مین بھیجتی تھی اور
آپ ہی ایک قیمت مقرر کرکے کاشتکارون کو اس شرح کے موافق دیتی تھی جسمین اُسکو اپنا
زیادہ سے زیادہ نفع متصور ہوتا تھا سلطان روم نے اپنے حریص صوبہ دار (محمد علی) کی حکومت
کو ضعیف کر دینے کی یہ حکمت کی کہ یورپ کی سلطنتون سے جو عہدنامے معاملات تجارت کے
باب مین تحریر ہو چکے تھے اور جنکے بموجب غیر ملک کے لوگون کو اہل مصر سے تجارت کرنے کا
اختیار حاصل تھا اُن عہدنامون کو مصر پر حاوی کر دیا۔ مگر محمد علی نے اپنی حسن تدبیر سے
اُس وار کو رد کیا جو اُسکے مخصوص اختیارات خرید و فروخت پر سلطان نے لگایا تھا اور
وہ مصر کے کاشتکارون اور غیر ملک کے سوداگرون کے درمیان واسطہ رہا اور اس بات پر
اصرار کیا کہ خراج جنسی یعنے بذریعہ جنس دیا جاے اور اُسکی مقدار کو ایسا سنگین کر دیا کہ بہت کم
بچت ہی جو دوسرے طور سے صرف ہو سکتی۔ اُس سے صریحاً یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ تعمیرات سرکاری

یعنے نہروں وغیرہ سے رعایا کو بہت کم فائدہ ہوا حالانکہ رعایا ہی کے روپیہ اور محنت سے وہ تیار ہوئی تھین۔

محمد علی کے انتظام ملکی کا ایک جزو اعظم دیسی فوج کا تیار ہونا تھا جب عایا پر ایک ایسا نیا بار پڑ گیا جو اسکو بیگار کام کے بڑھ جانے سے بھی زیادہ شاق گذرا تو اس سے پیشتر کسی پادشاہ مصر نے اور پادشاہوں سے عزم جنگ نہ کیا تھا اور خود ملک (مصر) کے اندر جو لڑائیاں ہوتی تھین اُنہین **مملوک** اور اُنکے موالی لڑتے تھے فن ج
یا ترکی فوج لڑتی تھی۔ اب یہ سارا انتظام فوراً بدل گیا جب محمد علی مملوکون کو قتل عام کرکے نیست و نابود کر چکا اور اُسکو یہ خیال آیا کہ اب **البینیا** والون سے بھی پیچھا چھڑانا ضرور ہے کہ یہ لوگ بڑے مفسد ہین حالانکہ اُنھین کی امداد سے اُسنے مملوکون کو نیست و نابود کیا تھا تو اُسکو ایک نئی فوج مصریون کی بنانی پڑی اور اُسنے فلاحین کو زبردستی فوج مین بھرتی کرنا شروع کیا۔ حالانکہ جب اُسکو غیر ملکون سے لڑائیان درپیش ہوئین تب اُسنے ترکی فوج **باشی بزوق** سے کام لیا جسکے وجوہ آیندہ بیان کیے جائینگے تاہم اُسکی فوج مین مصر کے کسانون کی بڑی کثرت تھی۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ مصر کے کسان ہر قسم کی سپاہگری سے نفرت کُلی رکھتے ہین علی الخصوص میدان جنگ مین جاکر غنیم سے لڑنا تو اُنکے نزدیک سچ مچ حضرت عزرائیل سے سامنا کرنا ہے پس فوج مین زبردستی بھرتی کرنے کا قاعدہ اُنکو نہایت درجہ شاق ہوا۔

ان جملہ امور کا لحاظ کرکے ہم کسیقدر صحت کے ساتھ قیاس کر سکتے ہین کہ محمد علی کی دانشمندانہ اور جابرانہ حکومت فلاحین کی نظرون مین پادشاہان سابق کی بدنظمی اور طوائف الملوکی سے کچھ بہتر نہین معلوم ہوئی۔ شاید اُسکے عہد مین حفاظت جان و مال تو اُنکو حاصل ہوئی اور اب اُنکو یہ خوف نہین باقی رہا کہ ایک مملوک تو ہمیشہ ظلم و ستم کر ہی رہا ہے اور اب جو اُسکا رقیب کوئی دوسرا مملوک آئیگا وہ بھی ہمارے

کاشتکارون کو لوٹ لیجاے گا۔ اور اراضی کو درج رجسٹر کرنے کے قاعدہ جدید سے جسکی کیفیت مین باب سابق مین بیان کرچکا ہون فلاحین کو اراضی دیہی کا ایک محدود حصّہ پانے کا حق حاصل ہوگیا۔ الکن برخلاف اسکے فوج مین زبردستی بھرتی کرنے کا قاعدہ جاری ہونے سے اُنکو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ اور زندگی تلخ ہوگئی تھی کیونکہ بادشاہان سابق کے عہد مین وہ اس تکلیف سے ہمیشہ بری رہے تھے اور وہ اپنی اراضی کی کاشت اسوجہ سے نہ کرنے پاتے تھے کہ اُنکو سرکاری کام بیگار کرنا پڑتا تھا اور پاشاؤن اور بیئون کے علاقون مین بھی مفت کام کرنا پڑتا تھا اور جو کچھ فائدہ اُنکو آبپاشی کی اصلاح سے ہوا تھا وہ بھی ٹیکس کی زیادتی سے جاتا رہا تھا اور ٹیکس کا روپیہ اُن کامون مین صرف کیا جاتا تھا جنسے رعایا کو کچھ سروکار نہ تھا۔ البتہ اتنی بات تو ضرور تھی کہ انتظام کی کل اگرچہ فی نفسہ بقاعدہ اور بے قرینہ تھی مگر جس کل کی جگہ پر یہ کل قائم کی گئی تھی اسکی بہ نسبت تو اُسکی ترکیب اور فعل دونون چیزین درست تھین۔ مگر میرے نزدیک ایک سادہ لوح اور کندۂ ناتراش کسان جو اس امر سے مطلق نہین واقف ہے کہ فرانسیسیون کے انتظام کا کیا طریقہ ہے اور جرمنی والون کے انتظام کا کیا ڈھنگ ہے اس پیچیدہ کل کی خوبیون اور باریکیون کو کیا خاک سمجھے گا جو خاص کر اس غرض سے ایجاد کی گئی تھی کہ جو کچھ اُسکی جانکاہی اور عرق ریزی سے زمین سے پیدا ہوا وہ اس سے چھین لیا جاے اور جتنی محنت کرنے کی طاقت اسمین ہو وہ بھی نکال لی جاے۔

محمد علی کے بعد ابراہیم پاشا خدیو مصر ہوا۔ اُسنے اپنی ولیعہدی کے زمانہ مین جزیرۂ موریا کو تاخت و تاراج کیا تھا اور ملک شام کو فتح کیا تھا اُسکے عہد قلیل کی کیفیت لکھنی کچھ ضرور نہین ہے اسواسطے کہ اُسکے طرز حکومت اور

اُسکے باپ کے طریقۂ فرمانروائی مین کچھ ایسا فرق نہین تھا۔ البتہ جب ۱۸۴۹ء مین عباس
پاشا مسند حکومت پر بیٹھا تب فلاحین کی حالت مین ترقی نمایان نظر آئی عباس اہل یورپ
مین بہت بدنام ہے اور اسکی بدنامی کے دو سبب ہین۔ ایک یہ کہ اُسمین چند عیوب ایسے تھے
جنکو اہل یورپ مشرقی لوگون سے زیادہ معیوب سمجھتے ہین۔ دوسرے یہ کہ چند غیر ملک کے
آدمی جو اُسکے دربار مین حاضر ہوتے تھے اُنسے وہ غرور و نخوت کے ساتھ پیش آتا تھا مگر اپنے
اسلاف کی بہ نسبت اور اپنے اخلاف مین سے بھی دو شخصون کی بہ نسبت عباس فلاحین
کے حال پر زیادہ مہربان تھا اگرچہ شاید اُسکی مہربانی بالارادہ نہ تھی۔ محمد علی کی طرح اُسکو
طمع ملکگیری و جہانگیری نہ تھی اور نہ وہ اس فکر مین رہتا تھا کہ دولت عثمانیہ مین مجھسے زیادہ
صاحب اختیار کوئی نہو۔ اسی وجہ سے اُسکو زیادہ فوج رکھنے کی بھی ضرورت نہین ہوئی اگر عباس
کو کچھ حکومت کی ہوس تھی تو اُسکا ظہور اسطور سے ہوا کہ اُن پاشاؤن اور بیگون کی قوت کو
اُسنے توڑ دیا جنھون نے اُسکے اسلاف کے عہد مین بہت کچھ ثروت اور حکومت حاصل کر لی تھی
اور جنکی نسبت اُسکے دل مین شبہہ پیدا ہوا تھا کہ میری مطلق العنانی کو محدود و مقید کر دینے کا

---

۱ مین خوب واقف ہون کہ اس باب مین لوگون نے شک کیا ہے کہ آیا ابراہیم محمد علی کا فرزند فی نفس الامر تھا یا نہ تھا
اور متن مین جو باپ کا لفظ لکھا ہے اُس سے مجھکو اس بحث کا تصفیہ کرنا منظور نہین ہے۔ شاید یہ امر مشکوک و مشتبہ
ہو مگر اسمین کوئی شبہہ نہین کہ اسواسطے کہ ابراہیم محمد علی کی زوجۂ منکوحہ کے بطن سے ضرور تھا شاید اُسکے شوہر
اول کا نطفہ ہو اور اُسکے پدر مجازی نے اسکی ولدیت کو بخوبی تسلیم کر لیا تھا۔ لہذا مشرقی خیالات کے موافق ابراہیم
صحیح النسب تھا۔ مشرقی ملکون مین عملاً اور زمانہ قانوناً صحت نسب بچے کے اقرار پر موقوف ہے۔ جن مشرقی ملکون سے مین
واقف ہون جسقدر اُنمین یہ اصول جاری ہے اسقدر یورپ کے بلاد مغربی مین نہین ہے۔ جو لڑکا حرم سرا مین پیدا ہوا
ہو خواہ زوجۂ منکوحہ کے بطن سے ہو خواہ جاریہ کے بطن سے وہ صحیح النسب سمجھا جاتا ہے بشرطیکہ رئیس خاندان نے
اُسکو صحیح النسب قرار دیا ہو۔ مجھکو یاد نہین ہے کہ بلاد اسلام مین مجھسے کسی ایسے شخص سے ملاقات ہوئی ہے جسکے
نام پر حرامزادگی کا دھبہ لگا ہو ۱۲ منہ

۲ مجھسے ایک نہایت معتبر شخص نے جو محمد علی پاشا سے تعارف رکھتا تھا بلکہ اُسکا رازدار تھا کہا ہے کہ اُس طماع
صوبہ دار کو یہ ہرگز منظور نہ تھا کہ سلطان روم سے نقض بیعت کرے یا دولت عثمانیہ کو پارہ پارہ کر دے جیسا عموماً گمان کیا گیا
بلکہ اُسکو صرف یہ مقصود تھا کہ صوبۂ شام کو مصر سے ملحق کر کے اپنی عملداری مین شامل کر لے اور دولت عثمانیہ مین بادشاہ
حقیقی خود رہے اور سلطان کو صرف برائے نام بادشاہ بننے دے تاکہ خاندان سلاطین عثمانیہ کی عظمت باقی رہے ۱۲ منہ

ارادہ رکھتے مین۔ اُسنے رعایا کو بھی محمد علی کی بہ نسبت بہت کم لوٹا کیونکہ ملک کی معمولی آمدنی
من ۳ مصارف انتظامی اور عباس کے لیے عیاشی اور اوباشی کا سامان مہیا کرنے کو کافی
تھی۔ ان سب امور کا نتیجہ یہ ہوا کہ غلامین پر بار کم ہوگیا۔ اور چونکہ اُسکا ارادہ کسی ملک کو
فتح کرنے کا نہ تھا اور نہ وہ فوجی کرّوفر کے اظہار کا شائق تھا لہذا اُسنے بہت کم لوگ فوج
مین زبردستی بھرتی کیے اور ازبسکہ اُسے متمول پاشاؤن اور بیگون کی قوت کو توڑ دینا منظور تھا
لہذا اُسنے اس قاعدہ کو موقوف کردیا جو محمد علی نے جاری کیا تھا اور جسکا مفاد یہ تھا کہ جو کوئی
مقرب درگاہ ہوتا تھا وہ دو ایک گانوُن اس شرط سے پاتا تھا کہ ٹیکس وہان اور بقایا ادا کرے
اور اُنکو یہ بھی اختیار دیا جاتا تھا کہ بیچارے گانوُن والون سے خانہ زاد غلامون کیطرح پیش آئے
عباس اسے اپنی کسرشان سمجھتا تھا کہ خدیو پادشاہ وقت ہوکر بنیاپن اختیار کرے
لہذا گورنمنٹ کے مخصوص اختیارات خرید و فروخت مین سے جو کچھ باقی رہگیا تھا اُسکو بھی
اُسنے موقوف کردیا حالانکہ غلہ وغیرہ کو بیرونجات مین بھیجنے سے جو منافع ہوتا تھا اُسکا جز کثیر
انھین اختیارات کے بدولت خزانۂ عامرۂ خدیویہ مین داخل ہوتا تھا اُسکے عہد مین بیگار کا کام
مین بھی بہت تخفیف ہوگئی کیونکہ جو قاعدہ نہرین کھودنے کا محمد علی نے جاری کیا تھا اُسکو اُس
کثرت اور اس شدت کے ساتھ جاری رکھنا عباس کے نزدیک کچھ ضرور نہ تھا۔ پس اگر ان
جملہ امور کا لحاظ کیا جاے تو اس دبیر عبدہ کے اُس بیان کا یقین کرنا کچھ دشوار نہین ہے کہ
عباس کے عہد حکومت مین ٹیکس وصول کرنے مین قرباش (کوڑے) سے بہت کم کام لیا
جاتا تھا تاہم جب تک اُسنے انتقال کیا تو ایک مبلغ خطیر خزانہ مین نکلا۔

جب ۱۸۵۴ء مین سعید پاشا مسند حکومت پر بیٹھا تو زمانہ کا رنگ بدلنے لگا۔ یہ خدیو
غصہ ور بھی تھا اور دل لگی باز بھی تھا چنانچہ ناظرین کو یاد ہوگا کہ ایک مرتبہ اُسنے بیچارے
من ۳ ۱ ضعیف عبدہ کو اپنے ہاتھ سے طمانچے مارنے کا قصد کیا تھا۔ اگرچہ اس خدیو مین بعض
صفتین اچھی بھی تھین اور بڑا ہنسوڑ آدمی تھا اور ذرا ذرا سی بات پر ہنس دینا اُسکے نزدیک

کچھ بات ہی نہ تھی اور جب کوئی اُنکو بہت تنگ کر دیتا تھا تو اُس سے کچھ سلوک بھی کر دیتا تھا تاہم کسانون کے ساتھ تو اُسنے عباس سے بھی زیادہ سخت گیری کی حالانکہ عباس ایسا تنگ دل اور بیرحم آدمی تھا کہ جن لوگون سے وہ اکثر بیرحمی کیا کرتا تھا آخر ایک روز اُنھین نے اُسکو محل مین گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ سعید رعایا سے سخت گیری عمداً نکرتا تھا کیونکہ سختگیری تو اُسکی سرشت مین نہ تھی بلکہ جیسا اکثر رحمدل اور بے پروا آدمیون کا قاعدہ ہے ویسا ہی وہ بھی اپنے افعال کے نتائج پر نظر نکرتا تھا مگر اُسمین دو عیب ایسے تھے جنسے کسانون کے حق مین خراب نتائج پیدا ہوے۔ پہلا عیب تو اُسمین یہ تھا کہ سپاہگری کا عاشق تھا اور اُسنے فوج کو گویا ایک کھلونا بنایا تھا جسمین اُسکا لاکھا روپیہ بیکار صرف ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے اُسکے عہد مین سابق سے بھی زیادہ لوگ زبردستی فوج مین بھرتی کیے گئے۔ دوسرا عیب اُسمین یہ تھا کہ جب حریص اور مکار غیر ملک والے اُس سے کچھ عرض معروض اپنی مطلب براری کے لیے کرتے تھے تو مقتضے اپنی نیک نہادی کے وہ اُنکی عرض معروض کو رد نکر سکتا تھا۔

طور طریق۔ بات چیت۔ اور مذاق مین وہ زندہ دل اور ظریف فرنسیسیون سے مشابہ تھا اہل مشرق کی سنجیدگی اور متانت اُسمین نہ تھی اور اُسکو اس بات کا بڑا حوصلہ تھا کہ یورپ کی تہذیب و شائستگی سے جو کچھ سامان عیش و عشرت پیدا ہوا ہے اس سب کو فراہم کرکے ایک فیاض اور روشن ضمیر بادشاہ کی طرح اپنی وضع نباہ دون۔ یورپ کے رنگ برنگی مخلوقون کی بھیڑ اُسکے دربار مین لگی رہتی تھی جنمین سے بعض آدمی بادشاہان یورپ کے سفیران خاص و معتمدان با اختصاص تھے اور اُسی کی عنایت سے القاہرہ اور اسکندریہ مین اُن بیفکرون دغا بازون کا مجمع رہتا تھا جنھون نے خدیو کی گورنمنٹ کو جیسی مالی صعوبتون کے سبب سے دو چار آتا جاتا تھا ایسا لوٹا کہ آخر اُسکا دوالا نکل گیا۔ سعید خوب جانتا تھا کہ یہ بیجا خوشامد سے مجھکو لوٹے لیتے ہین مگر وہ اُنسے بگاڑنا نہ چاہتا تھا اسوجہ سے کہ بعض اُنمین سے مسخرا پن کرکے اُسکو رجھاتے تھے اور بعض کی نسبت یہ گمان تھا کہ ارباب سیاست مین

اُنکا پلہ بھاری ہے۔ کبھی کبھی جب اُسکو غصہ آجاتا تھا تو بہت ڈراتا اور دھمکاتا تھا مگر اُسکا
غصہ دم بھر مین خود بخود فرو ہوجاتا تھا یا جس حرامزادے نے اُسکو غصہ دلایا تھا وہ کوئی
دل لگی کی بات کہکر اُسکو ٹھنڈا کرلیتا تھا اور جب اُسکا مزاج ٹھکانے ہوجاتا تھا تب ملک
کو لوٹنے کی نئی نئی تدبیرین خوب سمجھ بوجھکر کیجاتی تھین اور کامیابی کے ساتھ عمل مین
لائی جاتی تھین۔ مین بہت سی مضحک حکایتین بیان کرسکتا ہون جنسے معلوم ہوگا
کہ کیسی عمدہ عمدہ فرانسیسی میز اور کرسیان وغیرہ اور بڑے بڑے قدآدم جلی آئینے دس
دس گنی قیمت دے دے کر منگوائے تھے اور اُسکا باعث صرف یہ ہوا تھا کہ کسی چالاک
ٹھیکیدار نے خدیو کے دسترخوان پر بیٹھکر کسی ترکیب سے اپنے اوپر اُسکو مہربان کرلیا
تھا یا کسی ملک کے سفیر نے ایسا تقاضا شدید کیا کہ آخر خدیو کو ایک جنگی جہاز خریدنے
کا حکم دینا پڑا اور پھر اُسی قد و قامت کا دوسرا جنگی جہاز خریدنے کا حکم دوسرے ملک کے
سفیر کے اصرار سے دینا پڑا جسنے خدیو سے دست بستہ عرض کیا کہ حضور نے جو فلان
ملک کی صنعت و دستکاری کو پسند فرمایا تو اس عظیم الشان ملک کی توہین ہوئی جسکا
سفیر یہ خاکسار ہے۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بدحقیقت مگر ایذا رسان سلطنت کا
سفیر خدیو کے مجرے کو حاضر ہوا تو خدیو اُسکو برہنہ سر دیکھکر ظاہرا غصہ یا خوف کے مارے ص ۳
تھرانے لگا اور اس سے ذرا گھرک کر کہا کہ ٹوپی پہن لو لیکن بعد ازان اپنے دوستون سے
اسکا باعث یہ بیان کیا کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ مبادا ننگے سر رہنے سے اس سفیر کو زکام ہوجائے
تو مجھکو سخت جرمانہ یا تاوان دینا پڑے۔ اب مین ایسی ایسی رکیک باتین نہین بیان کرنا
چاہتا اور نہ اصل مطلب کو فوت کرنا چاہتا ہون جیسا سابق مین کئی بار ہوچکا ہے۔
ان مسخرون کی صحبت مین کبھی کبھی ایک ایسا شخص بھی آجاتا تھا جو ظاہرا اور ہی
قسم کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ مین نے اسکو اپنی آنکھ سے کبھی نہین دیکھا ہے لہذا مین اسکا
حلیہ بیان کرونگا۔ مگر مین نے سنا ہے کہ وہ ایک جوان شکیل اور خوش مزاج اور خوش وضع تھا

اور اُسکے چہرہ سے ایسی وقعت اور دانائی ظاہر تھی کہ اُس صحبت کے اور کسی آدمی مین وہ بات نہ پائی جاتی تھی اور اُسکی صورت شکل سے زیادہ اُسکے [illegible] سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ اور قسم کا آدمی ہے۔ جب موقع ہوتا تھا تو وہ خوب گپ شپ کرتا تھا جیسا امرا کی صحبت مین دستور ہے اور جب کوئی اُسکی تعریف مین فضول اور بیمعنی کلمہ کہتا تھا تو جواب دندان شکن ایسی ملائمت سے دیتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص عمر بھر بادشاہون کے دربار مین رہا ہے۔ مگر جب علم محفل کا لحاظ بقدر ضرورت کر چکتا تھا اور خدیو سے کاروبار سلطنت کی باتین کرنے کا وقت آتا تھا تو اسوقت یہ باتین کرتا تھا کہ پیرس کے فلان مشہور کاریگر سے سرکار حلبی آئینے اور مُطلّا کرسیان بنوائے یا فلان ملک مین سرکار جنگی جہاز بنوائے بلکہ ایسی باتین کرتا تھا جنسے خدیو کا نام نامی ابدالآباد تک باقی رہے اور وہ بنی آدم کا مربی و محسن کہلائے اور اخلاف و آیندگان کے دل مین بھی اسکی عظمت و شوکت اسدرجہ سما جائے کہ جن بادشاہان سلف نے ایسی عظیم الشان و رفیع البنیان عمارتین[1] بنوائی تھین جو ہزارہا برس سے آج تک بہیئت کذائی باقی ہین وہ بھی اُنکی نظرون سے گر جائین۔ جس تدبیر سے سعید پاشا کا نام قیامت تک باقی رہیگا وہ نہر سویز کا بنانا تھا اور جس شخص نے یہ تدبیر نکالی تھی اُسکا نام ایم فرڈننڈ دی لیسیپس ہے۔ بحث ۲۶

سعید پاشا ایسا بے نفس اور بے طمع آدمی تھا اور عیاشی مین ایسا پڑا ہوا تھا کہ اُس امر کی کوشش بلیغ بھی وہ کبھی نہ کرتا جس سے اُسکا نام قیامت تک باقی رہیگا مگر اُسکے مزاج مین ذرا خود پسندی اور خود نمائی تھی پس جب اُسکو یہ خیال آیا کہ بنی آدم کا محسن قیامت تک مشہور رہنا ایسا آسان امر ہے تو اُسکے دل مین گدگدی ہونے لگی اور وہ یہ سوچا کہ خیر نا موری تو کوئی ایسی چیز نہین ہے لکن ایم ڈی لیسپس صاحب تو صرف اتنا ہی کہتے ہین کہ آپ ایک کاغذ پر دستخط کر دیجیے جسکا مضمون یہ ہے کہ ایک

[1] ان عمارات قدیم کو اہرام مصر یہ کہتے ہین ۱۲ مترجم

کمپنی بنائی جائے اور وہ اپنا روپیہ خرچ کرکے نہر سویز تیار کرلے۔ اگر اتنی ہی سی بات سے نیکنامی حاصل ہو تو کیا مضائقہ ہے باقی سب کام صاحب موصوف جنھون نے یہ تدبیر اختراع کی ہے خود کر لینگے۔ یعنے انجنیر اور مزدور اور روپیہ اور دیگر اشیار ضروری مہیا کر لینگے۔ صرف خدیو اتنی تکلیف گوارا کرین کہ اس تدبیر کے خودغرض اور ناعاقبت اندیش مخالفین کی بات پر عمل نہ کرین پھر دیکھیے کہ کتنی جلد کیا چیز بنجاتی ہے کہ دیدہ شنیدہ جسکی وجہ سے بحیرہ روم بحر قلزم مین ملجائیگا سب قومون کے عظیم الشان جہاز خدیو کی قلمرو سے ہوکر گذرینگے۔ ریگستان مصر گلزار جنت بنجائیگا۔ اور سب بنی آدم یک دل اور ہم زبان ہوکر خدیو کی عقل معجز نما کا نعرۂ تعریف بلند کرینگے۔

۴۸ القصہ سعید پاشا کو خوب باغ سبز دکھایا گیا یہان تک کہ اُسنے کاغذ مذکور پر دستخط کر دیے۔ مگر اُسکو اُسوقت یہ واقعہ یاد آجاتا تھا کہ دو ملکون کے سفیرون نے ہمسے دو جنگی جہازون کے لیے کہا تھا آخر ہمکو منگوانے پڑے۔ پس اس مقدمہ کا ذکر اپنے دوست سفیر انگلستان سے بھی کر لین تو بہتر ہے۔ مگر سفیر انگلستان نے نہر سویز کی تدبیر کو نہین پسند کیا اور خدیو سے کہدیا کہ ذرا اس مکار فرانسیسی کے ہتھکڑون مین نہ آجائیگا۔ یہ تو مین نے مانا کہ نہر سویز سے بنی آدم کا بھلا ہوگا بلکہ کیسے کہ بنی آدم کے اُس گروہ کا فائدہ ہوگا جو تجارتی جہازون کا بیڑا رکھتا ہے اور جنکی بندرگاہین بحیرہ روم کے ساحل شمالی پر موجود ہین مگر مصر کے حق مین تو نہر سویز زہر ہوجائیگی اس واسطے کہ اس سے وہ تجارت بالکل موقوف ہوجائیگی جو خشکی کی راہ سے ہوتی ہے اور جس سے مصر کو نفع کثیر ہوتا ہے مگر برخلاف اسکے اگر اسکندریہ اور القاہرہ کی ریل سویز تک جاری کر دی جاے تو اُس تجارت مین بہت ترقی ہوجاے پھر خدیو کو اس امر کا بھی لحاظ رکھنا ضرور تھا کہ لارڈ پامرسٹن صاحب جو اُس زمانہ مین وزیر اعظم انگلستان تھے اور جنکے نام سے کابھنی گا کھڈالتی تھی

اس تدبیر کے مخالف تھے اور انکی مخالفت کا سبب خودغرضی نہین تھی بلکہ انکو اس
بات کا اندیشہ تھا کہ نہر سویز کا بنا مصر مین فرانسیسی عملداری ہو جانے کا مقدمہ ہے
اور فرانسیسی عملداری سے بڑا نقصان خدیو ہی کا ہوتا۔ مگر سب سے زیادہ رقّت کا
مضمون تو یہ تھا کہ نہر سویز کا بنا خدا ہی نے محال کر دیا تھا تو بندہ کی کیا چلتی اور بڑے
بڑے کار آزمودہ انگریزی انجنیرون نے جو خدیو کے نزدیک فرانسیسی انجنیرون سے
ہزار درجہ زیادہ ہنرمند اور قابل اعتبار تھے متفق اللفظ ہو کر کہدیا تھا کہ اگر نہر سویز
بنائی گئی تو ہمیشہ خشک پڑی رہیگی۔

خدیو نے ایم ڈی لیسپس کو طلب کر کے پھر اس مقدمہ مین مشورہ کیا۔ اُسنے
عرض کیا کہ اس مقدمہ مین سرکار کچھ رعایت فرانس کے ساتھ نہین کرتی ہے کہ
انگلستان کو رشک پیدا ہو اور کسی رعایت کا وہ بھی طالب ہو بلکہ فرانس کو سرکار
کچھ معاوضہ اس رعایت کا دیتی ہے جو سرکار نے انگلستان کے ساتھ کی ہے یعنے ص ۳
انگلستان کو سرکار نے وہ ریل وے دی ہے جو القاہرہ اور اسکندریہ کے درمیان
جاری ہے۔ پس اگر سرکار نہر سویز بنانے کی اجازت ہمکو دیگی تو فرانس اور انگلستان
دونون ملکون کا پلہ برابر ہو جائیگا اور مصر کو بھی صدہا قسم کے فوائد ضمنی اس نہر سے
ہونگے۔ مثلاً ایک فائدہ یہی ہوگا کہ جو آلات خاص اس نہر کو کھودنے کے لیے ایجاد
ہو کر مصر مین اور ملکون سے آئینگے انکو دیکھکر مصر کے انجنیرون کو آبپاشی کے لیے
نہرین کھودنا اور انکو صاف رکھنا آجائیگا اور رعایا سے بیگار کا کام لینے کی
ضرورت نہ باقی رہیگی جس سے رعایا ایسی بیزار ہے۔ خیر یہ تو فائدہ ضمنی تھا
اب نفع صریحی ملاحظہ ہو کہ اس نہر کی راہ سے جو مال تجارت آئے جائےگا
اُسکے محصول کا جزو اعظم مصر کی گورنمنٹ کو ملیگا۔ یہ تو سچ ہے کہ لارڈ پامرسٹن
صاحب بہت بڑے سیاست دان اور مدبر الملک ہین مگر وہ حسب التنظیم ارباب سیاست کا

حصہ کچھ لندن پر نہین ہے بلکہ پیرس مین بھی موجود ہین - اُنکی آزردگی کا بھی سرکار کو
ضرور خیال رکھنا چاہیے - اب رہا یہ امر کہ ایسی نہر کو کھودنا قدرتی موانع کی وجہ سے
ناممکن ہے سو اسمین سرکار کو اندیشہ کرنا بیکار ہے کیونکہ جو نقصان اس معاملہ مین
ہوگا وہ بالکل اس مہتمم کمپنی پر عائد ہوگا جسنے اس کام کی ذمہ داری کی ہے -

اب ملاحظہ کیجیے کہ سعید پاشا ایک عجب غریب و مسکین آدمی تھا اور یہی چاہتا
تھا کہ ہر شخص مجھسے خوش رہے اور مجھکو میرے حال پر چھوڑ دین کہ فوج والون کو کھلونا
بنا کر اُنسے کھیلا کرون یہانتک کہ کسی مضمون خاص پر پانچ منٹ بھی علی الاتصال
متوجہ رہنا اُسکے نزدیک ایک نہایت ہی دشوار تھا - پس جب ایسے شخص کو ایسے دقیق اور
پیچیدہ مسئلہ کے مالہٗ و ما علیہ پر غور کرنا پڑا ہوگا تو اُسکا کیا حال ہوا ہوگا - ایک دن تو
محسن خلائق بننے کی طمع اُسکو دامنگیر ہوتی تھی لیکن پھر جب لارڈ پامرسٹن صاحب کا خیال
آجاتا تھا تو طمع کو بالائے طاق رکھکر دور اندیشی پر عمل کرتا تھا - پھر اُسکو ناموری کا
اشتیاق اُسی زور و شور سے پیدا ہوتا تھا اور وہ اپنے دل مین افسوس کرتا تھا کہ
اس دنیاے فانی کا انتظام ایسا خراب ہے کہ چوزے بے انڈون کو توڑے ہوے
نہین پک سکتے یعنے "ہم خرما و ہم ثواب" یا "تیرے دونون ہاتھ لڈو" نہین ہو سکتے - آخر وہ ایسا ۲،
تنگ آیا کہ اُسنے چاہا کہ یہ مضمون ہی میرے ذہن سے نکل جاے - مگر ایم ڈی لیسیپس
صاحب کو ٹال دینا تو آسان نہ تھا - پس جیسا وہ شخص جو دریا مین نہانے جاے اور
دیر تک کنارے پر کھڑا سردی کے مارے تھرتھرایا کرے اور آخر کو آنکھین بند کر کے
غوطہ لگائے اسیطرح سے سعید پاشا نے بھی ۴ دل کڑا کر کے بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا کہکر دوسرے
اقرارنامہ پر بے اُسکے مضمون کو پڑھے ہوے دستخط کر دیے -

اُس دستخط کے مہیب نتائج چند ہی مدت کے بعد فلاحین کو محسوس ہونے
لگے - اسمین شک نہین ہے کہ چونکہ ایم ڈی لیسپس ایماندار آدمی تھا لہٰذا جو اُسنے

کہا تھا وہی اُنکی نیت مین بھی تھا۔ یعنے وہ یہ چاہتا تھا کہ نہرون کو کل سے کھودنا اور
صاف رکھنا بغیر اسکے کہ رعایا سے بیگار کام لیا جاے مصر کے انجنیرون کو عملاً
سکھایا جاے یعنے اُنکے سامنے کل سے نہر کھود کر دکھادی جاے نہ یہ کہ انکو صرف
اُسکی ترکیب تعلیم کیجاے۔ مگر معاملہ بالعکس ہوا یعنے جب کام شروع ہوگیا اور نہر سویز
کھدنے لگی تو خدا معلوم روپیہ کی کمی کی وجہ سے یا اور کسی سبب سے جسکا علم مجھکو
نہین ہے صاحب موصوف کو یہی مناسب معلوم ہوا کہ رعایا سے بیگار کام لیکر اور بغیر
کسی کل کے نہرین کھدوانا اور انکو صاف رکھنا فرانسیسی انجنیرون کو عملاً وعلماً سکھایا جاے
جو لوگ اُس مقام سے دور تھے اور اس معاملہ سے کچھ تعلق نرکھتے تھے انکو اسکی کیا پروا
ہے کہ اصل مین کیا ارادہ تھا اور عملدرآمد کیا ہوا ع ببین تفاوت رہ از کجاست
تا بہ کجا۔ مگر یہ تفاوت مصر کے کسانون کے حق مین ایک امر عظیم تھا کیونکہ اسکا نتیجہ یہ ہوا
کہ تقریباً چالیس ہزار کسانون کو اپنا کاروبار ترک کرکے مشقت شاقہ کرنی پڑی اور
صعوبت شدید اُٹھانی پڑی۔ اگر مستند القول اشخاص کی گواہی کا اعتبار کیا جاے
تو تیس ہزار کسان اس کام مین ہمیشہ مصروف رہتے تھے۔ دس ہزار تو اُس مقام کو
روانہ کیے جاتے تھے جہان اُنکو کام کرنا تھا اور دس ہزار مین سے جو کچھ مشقت شاقہ
کرنے اور صعوبات شدید اُٹھانے کے بعد زندہ رہگئے تھے وہ اپنے اپنے وطن کو واپس
کیے جاتے تھے۔ مین یہ نہین کہسکتا کہ فیصدی کتنے آدمیون کو اپنے گھر پھرآنا نہین ملل۲
نصیب ہوا کیونکہ مجھکو اس باب مین کوئی معتبر نقشہ یا حساب نہین ملا ہے لیکن یہ مین
خوب جانتا ہون کہ ان بیچارون کو ناحق ونا سزا تکلیفین اُٹھانی پڑین اور اُنکے لیے
کوئی مقام مناسب نہین تجویز کیا گیا تا کہ اُس صحراے لق ودق مین جو سرد ہوائین
رات کو چلتی تھین اُنسے وہ محفوظ رہتے۔ خیر بقیۃ السیف جو اُس بلا سے بچ گئے
اور زندہ پھرے اگر انکے جگرخراش قصون کا اعتبار کیا جاے تو اُنسے یہ نتیجہ نکلتا ہے

کہ اس عہدنامہ مین جو فقرہ بیگار کام کی نسبت لکھا تھا اُسکی بدولت بندگان الٰہی کی جانین اس کثرت سے تلف ہوئین کہ یہ نہر (سویز) اسکی مستحق ہے کہ فراعنہ مصر کی بعض عمارات عالیشان کے ہم رتبہ اور ہم پلہ قرار دی جاے۔ لارڈ پامرسٹن صاحب کے دل کا حال تو خدا ہی خوب جانتا ہے کہ اُنھون نے فقرۂ مذکور کی مخالفت اور تعدیلیون کی مگر اسمین شک نہین ہے کہ اسکو منسوخ کرانے سے اُنھون نے فلاحین پر احسان عظیم کیا۔

پس معلوم ہوا کہ کسانون پر دو بار عظیم ایسے تھے جنکو عباس پاشا نے کم کر دیا تھا یعنی فوج مین اُنکو زبردستی بھرتی کرنا اور اُنسے بیگار کام لینا ان دونون بلاؤن کو سعید پاشا نے اور زیادہ کر دیا اور بیہودہ فضول خرچی کر کے مستقل خرچ کو بھی کسیقدر بڑھا دیا۔ مگر جدید ٹیکسون یا محصولون کا بار صرف کسانون ہی پر نہین پڑا بلکہ بعض جاگیردارین جو پیشتر اراضی کے ٹیکس سے بری تھین اُنپر بھی ٹیکس لگا دیا گیا۔ یہ مضمون شرح طلب ہے لہذا اسکی تشریح چند کلمات سے ذیل مین کیجاتی ہے۔

پیشتر کے ایک باب مین ہمنے ذوات کا ذکر کیا تھا اور ذوات اُن معزز عہدہ داران سرکاری کو کہتے ہین جو مالکان اراضی تو ہین مگر عمدگان بمعنی مصطلح نہین ہین۔ ابتدا مین ان ذوات کے متعلق ان اراضیات غیر مزروعہ پر مشتمل تھے جو انکو محمد علی پاشا نے بجلدوے حسن خدمات یا اس غرض سے عطا کی تھین کہ غیر مزروعہ ن ۳
اراضیات بھی مزروعہ ہو جائین یہ اراضیات معمولی رجسٹرہاے اراضی مین درج نہ تھین اور انکی اصلاح مین جو روپیہ صرف کرنا پڑتا تھا اور جو مشقت کرنی پڑتی تھی اُسکے معاوضہ مین اُنپر ٹیکس معاف کر دیا گیا تھا سعید پاشا یہ سمجھا کہ یہ اراضیات بہت مدت تک ٹیکس سے بری رہ چکی ہین اور اگرچہ اُسنے یہ جرأت تو نہین کی کہ اراضی کا معمولی ٹیکس انسے لیا جاے تاہم اُسنے یہ اصرار کیا کہ آب پاشی اور تعمیرات سرکاری مین جو روپیہ ہر سال صرف ہوتا ہے

اوسمین کچھ اِن اراضیات سے بھی ایک شریک کردیا جاوے۔ اسنے اِن اراضیات کی
پیداوار کا دسوان حصہ طلب کیا اسلیے اس ٹیکس کو عشر کہتے ہین اور اراضیات مذکورہ
کو عشوری کہنے لگے بمقابلہ اُن اراضیات کے جو رجسٹرون مین درج ہین اور
جنکو خراجی کہتے ہین۔

مجھے اِس بات کا اندیشہ ہے کہ حقیت اراضی کی بحثین اگرچہ نفس الامر مین
نہایت دلچسپ اور اہم و ضروری ہین لیکن بعض ناظرین کے تنفر اور توحش کا باعث
ہون مگر مجھکو ناظرین سے اجازت لیکر چند کلمات اس باب مین عرض کرنے
ضرور ہین اسواسطے کہ اول تو جو شخص مصر کے حالات سے واقف ہونا چاہے اسکو لفظ
عشوری اور لفظ خراجی کے معنی جاننا ضرور ہے کہ یہ دونون لفظ اکثر معرض تحریر مین
آتے ہین۔ دوم یہ کہ مین اخلاف و آیندگان کو ایک ایسی غلطی سے آگاہ کرنا چاہتا ہون
جو میرے پیشروون مین سے ایک یا دو صاحبون نے جو سب بڑے عالم تھے سہواً کی
ہے مین نے یہ فقرہ (جو سب بڑے عالم تھے) عمداً لکھا ہے اور اسوجہ سے لکھا ہے
کہ انکی علمیت ہی نے انکو گمراہ کیا ع اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی۔

فقہ اسلام کے اصول اولیہ کے موافق یہ ہے کہ جب کوئی ملک فتح ہو کر سلطنت
اسلام مین شامل ہو جاتا ہے تو اسکی زمین دو قسمون پر منقسم کیجاتی ہے جو زمین
مفتوحین کی ہوتی ہے علی الخصوص اُن لوگون کی جو برضا و رغبت اسلام کو نہین قبول
کرتے وہ سب خراج قرار دیجاتی ہے اور فاتح کو اختیار ہے کہ ہر چیز کو نصف پیداوار
اراضی تک خراج مین لے سکتا ہے مگر جو زمین مسلمانون کی ہوتی ہے اُس سے
صرف ایک عشر یعنے دسوان حصہ پیداوار کا موافق نص قرآنی کے لیا جاتا ہے۔ اور
جب کوئی اراضی ایک مرتبہ خراجی قرار دیجاتی ہے تو پھر وہ عشوری نہین ہوسکتی
گو وہ کسی مسلمان کے ہاتھ لگی ہو (کیونکہ اسمین مالگزاری کے نقصان کا احتمال ہے)

لہٰذا جن [illegible] الاسلام مین اصول متذکرہ بالا کی پابندی باحتیاط تمام کیجاتی ہے انمین یہ امر کہ ابتدا مین کتنی زمین فاتحین اسلام نے چھین لی تھی اس طور سے بآسانی دریافت ہوسکتا ہے کہ آج کل کے رجسٹر ہائے اراضی مین کتنی زمین عشوری درج ہے۔ اسی قسم کا ایک حساب اس کتاب کے مؤلف نے لگایا تھا مگر افسوس ہے کہ وہ حساب بالکل غلط اور محض بے بنیاد نکلا اسوجہ سے کہ غالباً دیگر بلاد الاسلام کیطرح مصر مین بھی اصول ضروریہ فقہ اسلام کی پابندی بخوبی نہین کیجاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ سابق مین فاتحان اہل اسلام کا دستور تھا کہ جب کوئی ایسا مقدمہ پیش آتا تھا جسمین خراج اور عُشر کی بحث ہوتی تھی تو اپنے قیاس کے موافق یا بیت المال یعنی خزانۂ عامرہ کی ضرورتون پر نظر کرکے اُسکا فیصلہ کردیتے تھے مثلاً بعض ملکون مین جیسا ملک عرب ہے سب مین عشوری ہے اور بعض ملکون مین کُل زمین خراجی ہے۔ بعض فقہا نے ایسے ایسے اختلافات کو رفع کرنے کے لیے نئے نئے مسئلے بڑی مدت کے بعد گڑھ لیے ہین مگر انکا نتیجہ صرف یہ ہوا ہے کہ بیکار منطقی بحثین پیدا ہوگئی ہین اور واقعات تاریخی مین فتور پڑ گیا ہے ایک فاتح اہل اسلام ساتوین صدی عیسوی مین گذرے تھے اُنکے حکم قضا شیم کے موافق جو اُسوقت تک نافذ رہا جب تک کہ سعید پاشا کا فرمان واجب الاذعان جاری ہوا مصر کی کُل وہ اراضی خراجی سمجھی جاتی تھی جس سے گورنمنٹ بقدر ایک خمس پیداوار کے مالگذاری وصول کرتی تھی۔ سبحان اللہ اہل مصر کی اسلاف پرستی دیکھنی چاہیے کہ بعینہ یہی ایک خمس پیداوار جو فی زماننا بطور مالگذاری لیا جاتا ہے حضرت یوسفؑ بھی مصر کے زمینداروں اور کاشتکارون سے اُسزمانہ مین لیتے تھے جب وہ فرعون کے وزیر تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مصر مین حقیقت اراضی اور مالگذاری اراضی جس حیثیت سے قدیم الایام سے چلی آتی تھی فاتحان عرب نے اُسکو بعینہ

لہ دیکھو توراۃ کتاب پیدایش صفحہ ۴۳- ۲۶- ۱۲- سنہ-

ویسا ہی رہنے دیا اور جو لوگ انکا دین قبول کر چکے تھے یا جنھون نے اب اُ[ن کا مذ]ہب اختیار کر لیا اُنکو اس تکلیف سے نہین بری کیا نہ اس کلیہ سے مستثنےٰ کیا شاید کچھ جزوی تغیرات اسمین ہو گئے ہون ورنہ آج تک یہ قاعدہ بعینہ ویسا ہی باقی ہے۔ ذوات کے علاقے آبادیہ کے لقب خاص سے مشہور تھے اور آبادیہ سے وہ اراضیات مراد تھین جو باقاعدہ طور سے درج رجسٹر نہین ہوئی تھین لہذا حقیت اراضی کے عام قاعدہ سے مستثنےٰ تھین۔ انھین اراضیات خارج از رجسٹر پر سعید پاشا نے جدید ٹیکس باندھا تھا مگر اُسکو عشر کہنے کی مجال نہ رکھتا تھا اسواسطے کہ مسلمانون کے نزدیک عشر ایک لفظ متبرک ہے اور جو مسلمان اپنے مذہب مین پکے ہین وہ کفار سے عشر لینے کو اگر حرام نہ جانینگے تو مکروہ تو ضرور سمجھینگے۔ لکن چونکہ اکثر اہل مصر بڑے پکے مسلمان نہین ہین لہذا یہ لفظ رفتہ رفتہ علی العموم استعمال مین آنے لگا اور اب سرکاری کاغذات مین برابر لکھا جاتا ہے مگر معنی اصطلاحی کے لحاظ سے یہ لفظ غلط ہے کیونکہ اسکو اُس عشر سے اصلا کچھ تعلق نہین ہے جسکا ذکر بڑی بڑی فقہ کی کتابون مین ہے۔

ص ۱۴۳

خیر۔ یہ تو ذرا مشکل جملہ معترضہ تھا۔ اب فلاحین کے احوال کا سلسلہ پھر اُسی مقام سے شروع کیا جاتا ہے جہان سے چھوڑ دیا گیا تھا۔ سعید پاشا کی فضول خرچی کی وجہ سے اور اس سبب سے بھی کہ جو کمپنی نہر سویز کی مہتمم مقرر ہوئی تھی اُسکو بھی بہت سا روپیہ دینا پڑا حالانکہ اُس کمپنی نے کل مصارف اپنے ذمہ کر لیے تھے ٹیکس زیادہ ہو گیا تھا مگر جہانتک کسانون کو اُس سے تعلق تھا وہانتک تو اس زیادتی کی مکافات اسطور سے ہو گئی تھی کہ اراضی کا ٹیکس یعنی مالگزاری ذوات کے علاقون پر بھی حاوی کر دی گئی تھی جو پیشتر اُس سے مستثنےٰ رہے تھے۔ اُس سے بھی زیادہ سبب قوی ٹیکس کے بار کو سبک کر دینے کا یہ ہوا کہ جنگ کریمیا کے

باعث سے غلہ کا نرخ گران ہوگیا تھا اور بیرونجات مین مال بھیجنے کے ذریعے زیادہ ہو گئے تھے۔ یعنی اسکندریہ سے القاہرہ تک ریل پوری ہوگئی تھی اور دریائے نیل مین دخانی جہاز آنے لگے تھے اور اسکندریہ کے بڑے بڑے کارخانہاے تجارت کے گماشتون نے دیہات کے اندر گھس گھسکر اور رقابت کو دخل دیکر غلہ وغیرہ کے نرخ کو گران کردیا تھا۔ جنگ کریمیا کے بعد غلہ کا بھاؤ کم ہونے لگا مگر تھوڑے عرصہ مین امریکا مین لڑائی شروع ہوگئی جسکی وجہ سے روئی کی طلب اس شدت سے ہوئی کہ پیشتر کبھی نہوئی تھی۔ سابق مین بیان کیا گیا کہ روئی کی کاشت محمد علی کے عہد مین شروع ہوئی تھی اور باوجودیکہ کاشتکار اسکی مخالفت پر آمادہ رہے مگر اسمین برابر افزونی ہوتی گئی اور جب کسانون کو یہ معلوم ہوگیا کہ ہم خود روئی کی کاشت کرکے اسکو نہایت گران قیمت پر بیچ سکتے ہین تب تو وہ بڑی کثرت سے اسکو بونے لگے۔ جب ۱۸۶۳ء مین سعید پاشا نے انتقال کیا اسوقت امریکا مین لڑائی شروع ہوچکی تھی اور فلاحین کو روئی کی کاشت سے ہرسال بڑی بڑی رقمین ملنے کی امید تھی جو پیشتر انھون نے کبھی خواب مین بھی نہ دیکھی تھین —

پس جملہ حالات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سعید پاشا کا عہد (جو ۱۸۵۴ء مین شروع ہوا اور ۱۸۶۳ء مین ختم ہوا) فلاحین کی فلاح کا زمانہ تھا اور مصر کی مالی حالت جسکو کاشتکارون کی رفاہ مین لامحالہ بہت دخل تھا اوج علیا پر تھی۔ یہ تو صحیح ہے کہ جو بچت عباس پاشا کے عہد مین ہوئی تھی اسکو سعید نے خرچ کرڈالا تھا اور تین چالیس لاکھ پونڈ قرض لے چکا تھا اور جب آخر عمر مین اسکو یہ خیال آتا تھا کہ مین نے سارا روپیہ تہس نہس کرکے اپنے ملک کو تباہ کردیا ہے اسوقت اسکی روح کو صدمہ ہوتا تھا لیکن اگر اُس عالم یاس مین اسکو یہ معلوم ہوجاتا کہ میرا جانشین اس قرضہ کی تعداد بڑھاتے بڑھاتے قریب ایک کرور پونڈ تک پہونچا دیگا تو اپنی ناعاقبت اندیشی

اور فضول خرچی کا مقابلہ اسمعیل کے اسراف سے کرکے کچھ تو اسکے دل کو تسکین ہوتی -

اسمعیل پاشا کی مسند نشینی سے مصر کے کاشتکارون کی تاریخ مین ایک نیا قرن شروع ہوگیا - سابق مین بیان کیا گیا کہ چند سال کے عرصہ سے اہل یورپ کی عالی ہمتی اور انکا روپیہ مصر مین رفتہ رفتہ سرایت کرتا جاتا تھا مگر اسمعیل نے گویا طوفان کا دروازہ کھول دیا اور ایک سیلاب عظیم آیا - جو جو عقلی اور اخلاقی صفتین (بلکہ یہ کہیے کہ بداخلاقی کی صفتین) ایک بیباک مسرف اور خرّاچ مین ہونی چاہیین وہ سب اسمین منجانب اللہ موجود تھین یہانتک کہ جب تخت نشین ہوا تھا اور اپنے ذاتی علاقون کا انتظام کرتا تھا تب ہی اُسنے اپنے زعم ناقص مین بڑی بڑی شاندار تدبیرین اپنے ملک کے وسائل زراعت کی توسیع اور ترقی کے لیے کی تھین - خدا کو یہی منظور تھا کہ وہ مسند حکومت پر اس ساعت نیک مین قدم رکھے جو ایسی ایسی تدبیرون کے عملدرآمد کے لیے نہایت برجستہ اور سعید تھی - امریکا کی لڑائیون سے یورپ کے بازارون مین روئی کا قحط پڑا ہوا تھا اسوجہ سے اس بیش قیمت مال تجارت کا نرخ تگنا بلکہ چوگنا ہوگیا تھا اور تجربہ سے ثابت ہوچکا تھا کہ دوابہ مصر کی زمین اور آب ہوا روئی کے لیے نہایت مفید اور مناسب ہے - پس یہ امر سوچنے مین نازک خیالی کو چندان دخل نہ تھا کہ جہانتک روئی کی رسد متعلق ہے وہانتک مصر کی بدولت یورپ امریکا سے مستغنی اور بے پروا ہوسکتا ہے - مگر کلام اسمین تھا کہ اتنا روپیہ کہان سے آئے - اس مرحلہ مین بھی تقدیر نے اس مُدبّر حریص (اسمعیل) سے موافقت کی - اُس زمانہ مین مغربی یورپ کے متمول لوگ اس بات پر ہمہ تن آمادہ تھے کہ اپنا فاضل روپیہ غیر ملک کے کامون مین لگائین خواہ اسمین نفع ہو خواہ نقصان مگر شرط یہ ہے کہ سود بہت ملے اور لندن کے صرافہ مین لوگ اکثروجود سے مصر پر مرے ہوے تھے اسمعیل جیسے خدیو کو اس سے زیادہ اور کیا چاہیے تھا مصر جیسا ملک جسمین روئی کس

کلس ۱۳

۱۸۶۳

افراط سے پیدا ہوتی ہے۔ اُسپر طرہ یہ کہ امریکا کی لڑائی کی وجہ سے روئی کا نرخ اسقدر گران ہوگیا تھا کہ دیدہ شنیدہ ضلع لنکاشایر کے جولاہے روئی کی طمع مین دیوانے ہورہے تھے اور جتنی روئی ملنی ممکن نہ تھی اتنی کے امیدوار تھے۔ ادہر اور ملک کے لوگون کا بے انتہا روپیہ جمع ہوا اور وہ سب ہاتھ جوڑ رہے ہین کہ بقیہ روپیہ اپنے ملک کے کسی ایسے مفید کام مین لگائیے جسمین ہمارا بھی کچھ بھلا ہو۔ ایم ڈی لیسپس صاحب کی نورانی صورت نہر سویز کی متہ کمپنی کے ممبرون کے بیچ مین ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے چاند کے گرد ہالہ۔ حالانکہ سعید پاشا ایک غریب مسکین آدمی تھا اور تلون المزاج بھی تھا مگر اسکے سامنے بھی صاحب موصوف کی دال نہ گلتی تھی اور اب جو انکا مقابلہ اسمعیل سے ہوا تو وہ بیچارے بالکل ہی پھیکے پڑ گئے کیونکہ اسمعیل محمد علی کے خاندان کا گل سرسبد تھا اور گو طماع تھا مگر بڑا وجیہ اور شاندار آدمی تھا اور ایک زبردست اور مطلق العنان مشرقی پادشاہ کی صفتین اسمین موجود تھین اور پھر اُسکے ساتھ یورپ کے دلال کی جراَت بھی اُسمین پائی جاتی تھی اور اسی آرزو مین مرا جاتا تھا کہ اہل یورپ کے روپیہ اور اُنکی عالی ہمتی کو جو سحر سامری کا اثر رکھتی ہے اپنے کام مین لاکر مصر کی تقدیر کو جگاؤن جو ہزارہا برس سے یعنے فراعنہ کے وقت سے سو رہی ہے اور مصر کو مشرقی ملکون مین ملک بلجیم کا ہم پلہ کر دکھاؤن۔

خیر۔ چند مدت تک تو یہ قلب ماہیت اور تبدیل ہئیت کا کام جو اسمعیل مصر کے لیے سوچا تھا اصل خیر سے ہوتا رہا۔ اور زر نے ستار عیوب و قاضی الحاجات کا کام کر دکھایا یعنی اول درجہ کا روئی کا تخم حاصل کیا گیا اور جو جو زراعت کی کلین چند ہی روز ہوئے تھے کہ یورپ مین ایجاد ہوئی تھین وہ بھی منگائی گئین اور وسیع قطعات ارضی مین روئی بوئی گئی اور [illegible] افراط سے ہوئی جسکی امید نہ تھی۔ اور ریلون تار برقیون نہرون اور بندرگاہون کی توسیع اور ترقی کی

تدبیرین بھی ہونے لگین اور چندروز کے بعد قصبات اور بڑے بڑے دیہات مین
روئی کو صاف کرنے اور اُسکے گٹھے باندھنے کے کارخانے بھی جلد بنگئے۔ خدیو کی
کامیابی کو دیکھکر پاشاؤن اور بڑے بڑے زمیندارون کی بھی رال ٹپک پڑی
اور سبنے اُسکی تقلید شروع کی آخر نوبت باینجا رسید کہ فلاحین یا تو ایسے لکیر کے فقیر
تھے کہ جو انکے باپ دادا نے کیا تھا اسی سے چمٹے ہوے تھے اور یا اب اپنے قدیم
آبائی طریقون کو از خود چھوڑ بیٹھے اور یک قلم ترک کردیا اور اس نئی قسم کی زراعت پر
جان دینے لگے۔ فلاحین کے طرز معیشت مین یہ پہلا تغیر تھا جو بلا وساطت دباؤ
کے وقوع مین آیا اور نتائج سے اُسکے عمدگی بخوبی ثابت ہوگئی کیونکہ اسی کے باعث سے
مصر کے دیہات مین تھوڑے عرصہ تک وہ رونق رہی جو کبھی نہ نظر آئی تھی مصر کی
سرزمین مین لاکھہا روپیہ یورپ کے اُن شہرون سے اُمڈا آتا تھا جہان صنعت و
حرفت کے بڑے بڑے کارخانے ہین اور جو بیشمار روپیہ لندن اور پیرس وغیرہ کے
صرافون یا مہاجنی بازارون سے چلا آتا تھا وہ گھاٹے مین تھا مگر اُسپر بھی
وہان سے ہل من مزید کی صدا چلی آتی تھی اور جتنی خواہش روئی کی تھی اُسکے
پاسنگ بھی روئی نہ ملتی تھی۔ پُرانے پُرانے کسان جنھون نے اپنی ساری عمر اُس
فکر مین گنوا دی تھی کہ ہم خرما و ہم ثواب کا نقشہ یہ ہے مگر کبھی روٹی پر روٹی رکھکر
کھانا نصیب ہوا تھا اب جو دیکھتے ہین تو واہ واہ خرچ برچ کرکے بہت کچھ بچ رہتا ہے
تو ہے تو کیا غم ہے۔ لاؤ اب وہ سامان عیش و عشرت بہم پہونچائین جسکو ہم سمجھا
کرتے تھے کہ متمول بنیون اور زبردست پاشاؤن کا حصہ ہے۔ الغرض
سنہ ۶۴ع مین تو یہ زمانہ اکسیر اعظم ہوگیا اور اُنکی فضول خرچی کی ایسی عجیب
و غریب حکایتین ہین جو اُن قصون سے بہت مشابہ ہین جنھین لکھا ہے
کہ جس زمانہ مین مزدوری کا نرخ بہت گران ہوجاتا ہے اُس زمانہ مین انگلستان کی

معادن میں کام کرنے والے مزدور کیا کیا نقلیں بجاتے ہیں اور کیسی فضول خرچیاں
کرتے ہیں یا جس زمانہ میں کیلی فورنیا اور آسٹریلیا میں سونے کی کانیں نکلی تھیں تو جو لوگ
اُنکو کھودتے تھے بہت سا سونا پا جاتے تھے وہ کیا گلچھرّے اُڑاتے تھے۔ جو
فلاح روئی کی کاشت کرتا تھا چونکہ وہ سچا مسلمان ہوتا تھا لہذا مایعات مُسکر یعنے
شراب وغیرہ سے پرہیز کرتا تھا مگر اُسکے معاوضہ میں اُسکے مذہب نے اسکے لیے
اور لذتیں مباح کردی تھیں جنمیں اُسکو میخواری سے زیادہ حظ ملتا تھا۔ لبعض خاص
خاص مقامات پر ایسی افواہی خبریں مشہور ہیں جیسے عثمان اور اُسکی معشوقہ گرجن کا
قصہ سابق میں بیان کیا گیا اور وہ افواہی خبریں بہت معتبر ہیں اور انکا مضمون
یہ ہے کہ فلاحین نے گرجیون اور حبشنون کو گھر میں ڈال لیا اور اُنکو خوب ریشمین
پوشاکیں اور زیور پہنائے اور بڑے بڑے حلبی آئینے اور عمدہ عمدہ عطر لا دیتے تا کہ وہ
جھوپڑون میں رہتے رہتے گھبرا نہ جائیں ہمیں شک نہیں ہے کہ ان مضحک حکایات
میں اکثر مبالغہ کیا گیا ہے مگر کچھ نہ کچھ اصلیت بھی انمیں ضرور ہے ع تا نباشد چیزکے مردم
نگویند چیزہا۔ اس زمانہ میں جتنا روپیہ فلاح کماتا تھا اُسکی امید اُسکو کبھی نہ ہوتی تھی اور یہ
اپنی کمائی کو اسی بے پروائی سے اُڑا بھی دیتا تھا جیسا اُن لوگون کا قاعدہ
ہے جو افلاس سے نجات پاکر یکبارگی متمول ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ فلاحین نے
گوری گوری لونڈیان خریدین اور گرجیون کو اپنا حرم بنایا تو بہت سے فلاحون نے
اپنی بیبیون کی تعداد بڑھائی یا اُنمیں ایسا پھیر بدل کیا کہ بہت روپیہ اُنکو نہیں صرف
کرنا پڑا اور اُس گاؤن میں یا اُسکے قریب کسی قصبہ میں جو سب سے زیادہ قیمتی
چیزیں تھیں وہ اپنی نئی بیبیون کے لیے خریدین۔ اس انقلاب کی کچھ خفیف سی
کیفیت سرکاری نقشجات سے معلوم ہو سکتی ہے۔ تین سال کی مدت قلیل میں
جو روئی ہر سال بیرونجات میں بھیجی جاتی ہے اُسکی مقدار ۲۳۰۰۰۰ قنطار سے

......۲ قنطار ہوگئی اور اُسکی قیمت سالانہ ساڑھے بیالیس لاکھ پونڈ سے ایککروڑ تیس لاکھ پونڈ ہوگئی۔

جیسی دنیا کی سب لذتین اور ملاذتین ناپایدار ہین ویسا ہی یہ خوشی و خرمی کا زمانہ بھی چلتا پھرتا نظر آیا اور اُسکے بعد بڑی مصیبت کا زمانہ آیا کیونکہ قاعدہ ہے کہ اقبال کے بعد ادبار آتا ہے۔ مگر مصیبت پڑی تو کس پہ کسانون پر۔ کیونکہ اُس سمے خدیو اسمعیل ؒ کے ترکش مین ابتک کچھ تیر باقی تھے جیسا آیندہ بیان کیا جائیگا۔ جو ہین امریکا مین لڑائی موقوف ہوئی امریکا کے اضلاع جنوبی سے روئی یورپ کے بازارون مین پھر برابر آنے لگی اور روئی کا نرخ مصر مین جلد ارزان ہوگیا۔ ساتھی اُسکے کسانون کی زمین جسمین دو تین سال تک برابر فصل کیا پیدا ہوئی کہ گویا معجزہ ہوا اُس ابتدائی طریقہ زراعت کی متحمل نہوسکے جو شائع تھا اور اس سے زوال و انحطاط کی علامات ظاہر ہونے لگے۔ عام قاعدہ یہ ہے کہ جب کاشتکارون کا نقصان فصل کے خراب ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے تو اُسکی کسیقدر مکافات گرانی نرخ سے ہوجاتی ہے مگر مصر کے کاشتکارون پر یہ غضب نازل ہوا کہ فصل بہت کم پیدا ہوئی اور جو کچھ فصل ہوئی وہ بہت خراب ہوئی اور نرخ اسقدر گھٹ گیا کہ سابق مین اتنا کبھی نہ گھٹا تھا اور یہ سب باتین یکبارگی اور ایک ہی وقت مین ہوئین جب خدیو اور بڑے بڑے زمیندار جنکے پاس بہت سا روپیہ موجود تھا اور جنکو آب پاشی کے لیے پانی بکثرت مل سکتا تھا اور جنکے پاس زبردست آلات زراعت موجود تھے امریکا کے روئی والون سے مقابلہ مین سرسبز نہوسکے تو بیچارے کسان کس قطار شمار مین تھے جنکے پاس کچھ سرمایہ نہ تھا اور آلات زراعت بھی تھے تو وہی قدیم دقیانوسی اور ناظران و مہتمان آب پاشی پر کچھ اختیار نہ رکھتے تھے۔ وہ کمبخت تو بالکل تباہ ہوگئے اور اُنکو پہلی حالت پر عود کرنا محال ہوگیا اسواسطے کہ ادھر تو زمین کی قوت پیداوار تشریف لیگئی اُدھر اراضی کا ٹیکس زیادہ ہوگیا۔

اثر ۳

اسیطرح یہ کہ غالباً میان کسان صاحب خود بھی بہت مقروض ہوگئے تھے۔ ایسی حالت مین
اگر گورنمنٹ عاقل و دوراندیش ہوتی تو ٹیکس کے اس بار عظیم کو جسکی متحمل رعایا صرف
آسودگی کے زمانہ مین ہوسکتی تھی فوراً کم کردیتی اور اسی قدر سالانہ مصارف مین بھی
تخفیف کرتی مگر اسمعیل پاشا نے اپنی سلطنت کا کل انتظام اس امر فرضی کی بنا پر کیا
تھا کہ خراج اراضی مین جو اتفاقاً افزونی ہوجاے وہ ابداً و دواماً باقی رہیگی اور اسکا
ارادہ یہ نہ تھا کہ اسکے پیش روون نے جو معتدل خرچ رکھا تھا اسکو اختیار کرے
اول تو اسکو خرچ مین تخفیف ہی منظور نہ تھی اور اگر منظور ہوتی بھی تو خرچ کو کم کردینا نہایت
دشوار تھا اسواسطے کہ اسنے اپنے ملک مین بھی اور غیر ملکون سے بھی بہت روپیہ
قرض لیا تھا اور اپنے خزانہ پر اسقدر قرضہ کا بار ایسا گران تھا کہ اس سے سبکدوش
ہونا آسان نہ تھا۔ لہذا ٹیکس بجنسہ سنگین رہا اور رعایا پر وہ ظلم و جبر کیا گیا جسکی کیفیت
سابق مین بیان کی گئی تاکہ ٹیکس کا ایک پیسا بھی کسی پر نہ باقی رہجاے۔ اس انتظام کا
نتیجہ ہوا کہ جو کسان زیادہ مفلس تھے انکو بے انتہا سود پر روپیہ قرض لینا پڑا اور پھر اپنی
زمین بھی کھوٹے دامون بیچ ڈالنی پڑی۔ اس وجہ سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے زمین کے
بڑے بڑے زمیندارون کے ہاتھ لگے اور انمین سے اکثر متمول زمیندارون نے
اپنی زمین کو سودخورے مہاجنون کے پاس رہن رکھ لیا اور آخر انکا بھی وہی انجام
ہوا جو مفلس کسانون کا ہوا تھا۔ چونکہ ٹیکس مین زیادتی اور زمین کی قوت پیداوار مین
کمی یکبارگی ہوئی تھی لہذا بہت سی زمین ایسی تھی جسمین اتنی پیداوار بھی نہین ہوئی کہ
مالگذاری ادا کرنے کے لیے کافی ہوتی اور اکثر مالکان اراضی ملکیت اراضی کو نعمت عظمے
کے بدلے اپنی جان کا جنجال سمجھنے لگے جیسا سابق مین مصر کے دیہات کی کیفیت کے ضمن مین
بیان کیا گیا جن لوگون پاس ذرا زیادہ سرمایہ باقی رہگیا تھا وہ مساعدت زمانہ کی امید مین
تھوڑا بہت اپنا کام چلاتے رہے مگر زمانہ موافق نہوا اور اکثر کسان اپنی زمین کو بلا معاوضہ چھوڑکر

پہنچا ہے صرف اسوجہ سے کہ کوئی ایک کوڑی کو بھی اُسکا خریدار نہین ہوا یا اقل مراتب یہ کہ کسی نے اتنی قیمت بھی اُسکی نہ لگائی جس سے بقایاے مالگذاری سرکاری تو ادا ہو جاتا۔

حالانکہ اسمعیل پاشا ان سب حالات سے خوب واقف تھا مگر اپنی محلسرا مین جسکا نام عبدین تھا بیٹھا رہتا تھا اور اسکے آگے ایک بڑی سی میز رکھی ہوئی تھی اُسمین ہر قسم کے کاغذات بھرے ہوے تھے سکتر لوگ خطوط اور تاربرقیان لیکر برابر آتے جاتے تھے وزرا اور اہل کاران متعینہ بیرونجات حاضر ہوکر اپنی رپورٹین پیش کرتے تھے اور ہدایات حاصل کرتے تھے۔ غیر ملک کے رہنے والے ٹھیکہ دار حاضر ہوکر عرض و معروض کرتے تھے اور احکام لیتے تھے۔ معزز و ممتاز سیاح حاضر ہوکر کورنش بجالاتے تھے۔ اور چند بیفکرے بھی ادھر اُدھر سے آکر اس خلیق خدیو (اسمعیل) سے گپ شپ اُڑاتے تھے ہر قسم کے ملاقاتیون اور مجلائیون سے اسمعیل بطرز مناسب اور تپاک سے پیش آتا تھا اور جس مضمون پر اُنسے بحث کرتا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسمین عبور رکھتا ہے۔ سکتریری سے چندہی کلمات مطلب خیز کہدیتا تھا۔ وزیر سے مشرح اور قطعی گفتگو کرتا تھا۔ اہل کار متعینہ بیرونجات سے استفسار حال کرکے حکم مناسب صادر کرتا تھا غیر ملک کے رہنے والے ٹھیکہ دار سے ذہانت کی باتین کرکے کچھ لے مرتا تھا سیاح سے بخلق و مدارا پیش آتا تھا اور بیفکرے لوگ جو اُس سے گپ شپ اُڑانے کو آتے تھے اُنسے دل لگی کی باتین بے تکلف کرتا تھا جب یہ سب رخصت ہو جاتے تھے اور صرف اُسکے راز دار ملازم رہجاتے تھے تو اُنکے سامنے متشوش اور ملول رہتا تھا اور کبھی کبھی اُس سے غیظ و غضب کے آثار نمایان ہوتے تھے۔ وہ بوجہ بدمزاج اور ملول رہتا تھا کیونکہ اُسکو زمانے کا رنگ نظر آتا تھا اور جیسی سرخروئی اور کامیابی کی امید اُسکو تھی اُسکا سامان نہین دکھائی دیتا تھا مگر وہ ہمالیش ایسا مین تھا

کہ

بلکہ صرف اس شش و پنج مین تھا کہ جو تدبیر جیا سکے ذہن وقاد مین آئی تھین اُنمین سے
کس تدبیر کو اختیار کرے۔ روئی کا قلیہ ظاہر اتمام ہو چکا تھا مگر شکر کو کیا ہو تھا گنے کی
کاشت تو شاہزادہ مصطفے فاضل نے کامیابی کے ساتھ کی تھی مگر اُسکی کاشت مصر شمالی مین
ہوتی تھی اور کم ہوتی تھی۔ اور مصر شمالی مین قدیم طریقہ سیلابی آب پاشی کا اب تک جاری تھا
جس سے گنے کی کاشت نہین ہو سکتی تھی۔ مگر مصر مین آب پاشی کے لیے نہرین کیون نہ کھدوائی
جائین۔ بیگار کام مین ایک کوڑی بھی نہین خرچ کرنی پڑتی۔ پس ایک نہر السیوط سے
بنج تک کیون نہ بنا دی جائے۔ اور جب نہر بنائی جائے تو اُسکے کنارے کنارے ریل
بھی جاری کر دی جائے اور وہان سے اُس ریل کو القاہرہ تک لے آئین۔ الغرض
وہ عظیم الشان نہر جسکا نام نہر ابراہیمیہ ہے اور جسکا طول ۱۰۰ میل کا ہے فلاحین سے
بیگار کھدوائی گئی اور مصر شمالی کی ریل بھی القاہرہ سے السیوط تک فلاحین سے
مفت بنوائی گئی۔ اور ساتھ اسکے یہ بھی ہوا کہ نہر مذکور کے کنارے کنارے جو زمین تھی وہ
خدیو کے قبضہ مین آگئی اور اسمین بڑے بڑے کھیت گنے کے بنائے گئے اور ہر ایک ص ۴۳
کھیت مین ایک کارخانہ شکر کا بھی بنایا گیا۔ اسمعیل پاشا چونکہ صاحب جودت تھا اور اپنے
ذہن رسا اور طبع خلاق اور انتظامی لیاقتون پر اعتماد کلی رکھتا تھا لہذا وہ اپنے زعم
ناقص مین یہ سمجھا کہ مین نے ان مخصوصون سے اپنی گلو خلاصی کی ایسی معقول تدبیر کر لی ہے
کہ جو اسراف و فضول خرچی مین کر رہا ہون اسمین کمی کی ضرورت نہین باقی رہی ہے۔
اب اراضی کی قیمت جلد جلد کم ہو جاتی تھی اور کمبخت فلاحین کی خمیدہ پشت پر
قرضہ کا بار روز بروز سنگین ہوتا جاتا تھا اور یہ دونون باتین ایسی تھین جنکو دیکھکر
ہر ایک بر عاقل جو منصب حکومت پر ہو گھبرا جاتا تھا مگر اسمعیل ایسا بلا کا آدمی تھا کہ اِسی باتون کا
اُسنے کچھ خیال بھی نہین کیا بلکہ انکو اپنی عظیم الشان تدبیر کے اُس جز کی تعمیل کا ذریعہ گردانا جسکی
کیفیت سوائے اسکے اور کوئی نہ جانتا تھا۔ سچی بات پوچھیے تو اسمعیل کو رعایا کی رفاہ و بہبودہ کی چندان

فکر نہ تھی بلکہ اپنا گھر بھر لینے کی فکر مین رہتا تھا لہذا منجملہ دیگر امور کے ایک امر یہی اسکو ہمیشہ مدنظر رہتا تھا کہ جہان تک ممکن ہو ملکیت اراضی حاصل کرتا چلا جاے اور یہ مقصد اُسنے ایسی شفقت و جانکاہی سے حاصل کیا کہ آخرالامر مصر کی کل اراضی قابل الزراعت کے تقریباً ایک خمس کا مالک بنگیا اور اگر وہ صرف مالی دقتون سے محفوظ رہ سکتا تو مجھکو کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ انجام کار وہ باقی ماندہ چار خمس اراضی کا مالک بھی کیون نہو جاتا ۔ یہ امر تو یقینی ہے کہ ایمانداری کے خیالات تو اسکو اس فعل سے مانع نہوتے ۔ اگر یہ امر ناظرین کے پیش نظر رہے تو وہ باسانی سمجھ جاینگے کہ اراضی کی قیمت گھٹ جانے اور کاشتکارون کا قرضہ بڑھ جانے سے اسمعیل پر کچھ خوف و ہراس کیون نہین طاری ہوا بلکہ ان باتون سے وہ اور زیادہ خوش اور مسرور ہوا حالانکہ یہ امور ایسے تھے جنکو دیکھکر عالمان علم دولت و واقفان امور سیاست کے اوسان خطا ہوجاتے مگر انکی وجہ سے اسمعیل کی تاسکین پذیر طمع اراضی اور زیادہ ہوگئی ۔ اب اراضی کی قدر و قیمت بازارین تو کچھ رہی نہ تھی پس اسکو خرید لینا کیا بات تھی اور جس اراضی پر مالگذاری باقی تھی اسکو لے لینا بھی کچھ بات نہ تھی ۔ جو اراضی بعلت بقایاے مالگذاری ضبط کرلیگئی تھی اہل یورپ کے خیالات کے موافق اسکو چاہیے تھا کہ خدیو کو نملتی بلکہ مال سرکار ہوجاتی مگر اسمعیل کے خیالات اُن تعلقات کی نسبت جو خزانہ عامہ اور جیب خاص مین ہین ساری دنیا سے نرالے تھے ۔ جہان تک مین واقف ہون مین کہہ سکتا ہون کہ اگر وہ ان دونون چیزون مین بکمال احتیاط فرق کرتا تھا تو صرف اُس حالت مین کرتا تھا کہ جب غیر ملک کے لوگ اپنے قرضہ کا تقاضا کرتے تھے ایسی حالت مین وہ بڑی لیاقت اور جودت کے ساتھ لوگون کو سمجھاتا تھا کہ قانون عام کے اصول مسلمہ کے موافق مین اور میرا خاندان اس قرضہ کا ذمہ دار نہین ہوسکتا جو گورنمنٹ کے مصارف کے واسطے لیا گیا ہے ۔

جو لوگ اسمعیل سے خوب واقف ہین اور جنھون نے اسکی کیفیت اسکی ثروت کے

زمانہ مین اکثر اوقات بامعان نظر ملاحظہ کی تھی انھون نے مجھ سے فرمایا ہے کہ جہانتک اُسکا دسترس تھا وہ کسی قسم کی زمین کو بے لیے نہ چھوڑتا تھا اور اُسکی قیمت مین ویسا ہی فتور پڑگیا تھا جیسا اہاب کی نیت خراب ہوگئی تھی جسنے اپنے ہمسایہ کے باغ انگور کو غصب کرلیا تھا مگر جو کمبخت (آسمعیل) اوج حکومت سے گرکر حضیض نکبت مین آرہا ہے یا یہ کہیے کہ جسکی بنی بگڑ گئی ہے اُسکے حال پر مجھے ترس آتا ہے لہذا مین اُسکے اس فعل کے اور وجوہ بیان کرتا ہون اگر ناظرین کے مزاج مین آئے تو انکو قبول کرلین۔ شاید اسمعیل نے اس مقدمہ مین اپنے نفس سے یہ حجت کی ہو (خدا کرے اُسنے ایسا ہی کیا ہوتا کہ خدیو کے نام پر قیامت تک دھبّہ نہ لگا رہے) کہ فلاحین چھوٹے چھوٹے زمیندار ہین اور وہ غیر ملک والون سے ظاہرا مقابلہ نہین کرسکتے اور نہ انہین اتنی لیاقت ہے کہ اپنے طریقۂ زراعت مین ایسی اصلاحین کرین جنکے باعث سے وہ غیر ملک والون کا مقابلہ کرسکین لیکن اگر چھوٹی چھوٹی جوتون کو توڑ کر بڑے بڑے تعلقے بنالیے جائین اور انہین عمدہ طور سے انتظام کیا جاے اور فی زمانا جو نئی نئی کلین ایجاد ہوئی ہین وہ سب اُنکے لیے منگوالی جائین تو اب بھی مصر کا کچھ نہین گیا ہے اور وہ دنیا کے بڑے بڑے بازارون مین اپنے رقیبون سے سر بر ہوسکتا ہے۔ مگر مجھکو یہ عرض کرنا ضرور ہے کہ یہ مضمون ایجاد بندہ ہے اور مین نے اپنے ادراک باطنی سے اسکا استخراج کیا ہے اور جو لوگ اسمعیل کے حالات سے میرے نسبت زیادہ واقف ہین وہ میرے اس بیان کو ہیچ سمجھتے ہین۔ مگر بندہ خدیو معزول کی خدمتگزاری کو حاضر ہے ع گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

آخر کار شکر اور روئی کا کھیل بگڑ گیا۔ تُرئی و کدو لعنت بہردو۔ اگرچہ اسمعیل قیامت کا بازیگر اور غضب کا کھلاڑی تھا اور ذرا ذرا سی باتون کو ایسا یاد رکھتا تھا کہ گویا معجزہ معلوم ہوتا تھا اور تدبیرین گڑھنے مین بھی بڑا ہی استاد تھا مگر بڑے بڑے صنعت و حرفت کے کارخانون مین اور اہم معاملات تجارت مین دخل دینے کی لیاقت نرکھتا تھا اور اگر شاید کچھ

لیاقت رکھتا تھا تو صنائع جدید کے اُس شعبہ مین جسکو "ترقی دینا" کہتے ہین۔ ترقی زراعت
کی جو تدبیرین آنے کی تھین آنسے صاف ظاہر ہوا کہ ان تدابیر کا بانی کون طامع نالائق
اور اناڑی متاجر ہے جسنے اپنا کل مایہ و بساط ایک ہی چیز کی آزمایش مین لگا دیا ہے مگر
اسمعیل مین اور اناڑی متاجر مین یہ فرق بین تھا کہ اناڑی متاجر کا اناڑی پن تو صرف خود
اُسکے اور اُسکے متعلقین کی تباہی کا باعث ہوتا ہے مگر اسمعیل کے اناڑی پن نے تو ایک
ملک تباہ کر دیا جسمین ساٹھ لاکھ آدمی کی آبادی ہے۔ الغرض جس تدبیر کو اُسنے اپنے زعم ناقص
مین عظیم الشان سمجھا کیا تھا اسمین وہ بالکل ناکام رہا اور اسکی ناکامی کا باعث کچھ تو یہ ہوا کہ اُس
تدبیرین فی نفسہ نقصانات اور دقتین رکھتی تھین اور کچھ یہ بھی سبب ہوا کہ اُسکی عملدرآمد مین غلطیاں ص ۳
اور بدانتظامی ہوئی۔ جب روئی کا نرخ دفعتہً گھٹنے لگا تو اسمعیل نے وہ کردار اختیار کیا جیسے
کسی جہاز کا کپتان جب تھوڑی دور آگے بڑھکر پتھر کی چٹانین پانی کے نیچے دیکھتا ہے تو
معوض اسکے کہ کلون کو اُلٹ دے تاکہ جہاز کو ان چٹانون سے صدمہ شدید نہ پہونچے ان
کلون کو زور زور چلاتا ہے تاکہ جہاز ان چٹانون سے ٹکرا کر سمندر کے کنارے سے لگ جائے
اگر اس تدبیر مین کامیابی ہوئی تو اُس کپتان کے ہوش و حواس اور جرأت اور چالاکی کی
تعریف کیجاتی ہے لیکن اگر اُسمین ناکامی ہوئی تو کپتان کے اناڑی پن اور دلیری کی مذمت
ہوتی ہے پس اگر اس نظر سے دیکھا جاے تو اسمعیل سخت مذمت کے لائق ہے۔
کیونکہ وہ اپنے ملک کے جہاز کو اتنی دور چڑھا لیگیا کہ افلاس کی چٹان سے ٹکرا گیا
اور اسکا دوالہ نکل گیا اور وہ نقصانات اُسکو پہونچے جنکی تلافی نہین معلوم کتنے برسون
مین ہو۔ آیندہ بیان کیا جائیگا کہ وہ عظیم الشان خدیوی تعلقے جنمین نہرین اور ریلین
جاری تھین اور شکر اور روئی کے کارخانے بنے تھے اور دخانی ہلون سے کھیتی کیجاتی
تھی اور اسی قسم کے اور آلات زراعت سے کام لیا جاتا تھا کیا ہوے اور کہان
گئے۔ اس مقام پر صرف اتنی بات مجملاً عرض کیجاتی ہے کہ ان سب چیزون کے

مجموع کا نام دائرہ سنیہ اور علاقجات خاندانی مشہور ہے۔ ان دونون لفظون سے یورپ کے دلالون کے کان خوب آشنا ہین۔

جبتک مصر نرا کُھرا مشرقی ملک رہا اور اُسمین اہل یورپ کا دخل نہین ہوا اسوقت تک توخدیوان مصر کی مطلق العنانی یا تکون مزاجی نے جو کچھ اُنکو سمجھایا اُسکو وہ بے تکلف کرگذرے کوئی اُنسے بازپرس کرنے والا نہ تھا۔ کیونکہ نہ توکوئی اُنسے رتبہ مین عالی تھا جو اُنکی بدعمالی کا مواخذہ کرتا اور نہ کوئی رتبہ مین اُنکے برابر تھا جسکے حقوق کی نگہداشت اُنکو واجب ہوتی البتہ سلطان روم برائے نام مصر کے بادشاہ تھے مگر وہ نہ لون کے فاصلہ پر استنبول مین رہتے تھے اور اور ملکون کے بادشاہ اُنکو ہمیشہ بہلا لیتے تھے یا بستی بخشش دیکر راضی کر لیتے تھے۔ اب رہی مصر کی رعایا سو اُس بیچاری کو کون پوچھتا تھا خدیو کی حماقت یا اُنکی کسی حرکت ناشایستہ سے جو قحط پڑتا تھا یا اور کوئی آفت نازل ہوتی تھی اُسکا خمیازہ رعایا کو اُٹھانا پڑتا تھا اور اگر ہزارہا فلاحین بھوکون کے مارے مرجاتے تھے تو بھلا کسکی مجال تھی کہ حاکم وقت سے بازپرس کرتا۔ مصر مین سلطان روم کو توکوئی خاک نہ مانتا تھا۔ البتہ یورپ کی مغربی سلطنتون کا رعب اُس ملک پر رفتہ رفتہ اور آہستہ آہستہ چھاتا جاتا تھا اور خدیو کی مطلق العنانی مین گھُن لگتا جاتا تھا۔ وہ پیرکہن سال و دوراندیش محمد علی پاشا اس آفت کو سمجھ گیا تھا اور اُسنے اپنے دل مین ٹھان لیا تھا کہ اعلیٰ مراتب اپنے عہد دولت مین تو غیرملک والون کو انتظام قدیم مین دخل نہ دینے دونگا۔ لہذا جو غیرملک کے لوگ اُسکی نوکری کرتے تھے اُنکو بڑی اطاعت اور خاکساری اختیار کرنی پڑتی تھی اور جو غیرملک والے اُسکی قلمرو مین آتے تھے اُنکو بھی حکام وقت کی اطاعت اور قوانین معینہ کی پابندی کرنی پڑتی تھی۔ اس معاملہ مین ابراہیم پاشا اور عباس پاشا نے اُس مرد دیرینہ (محمد علی) کی تقلید قدم بقدم کی مگر سعید پاشا چونکہ نیک نہاد اور عیش پسند تھا لہذا ویسی بیدار مغزی و استقلال مزاج اُسکے عہد مین نہین ظاہر ہوا جیسا اُسکے اسلاف کے عہد مین ہوا تھا اور اہل یورپ کا رعب

ووا ب جو سیلاب کیطرح بڑھتا جاتا تھا اُس دیوار مین سرایت کرنے لگا جو اُسکو روکنے کے
لیے بنائی گئی تھی - اسمعیل نے تو اس طوفان کا دروازہ ہی کھول دیا جیسا سابق مین بیان
کیا گیا اور جب اُسنے دیکھا کہ یہ طوفان بڑھتا ہی آتا ہے اور خود مجھکو غرق رحمت کیا
چاہتا ہے تو اُسکا عجب حال ہوگیا اور مشرقی مکاری اور حیلہ بازی کی چالین چلنے لگا مگر
ہر بار منھ کی کھائی - ہر دفعہ ایک نیا حیلہ کرتا تھا مگر جب سرنگون ہوتا تھا تو اس سے باز آتا تھا ص ۳۳
آخرکار اُسنے اپنے دل مین ٹھان لیا کہ اب بے لڑے نہ رہونگا اور کینیوٹ بادشاہ انگلستان
کیطرح سمندر کی موجون کو للکار کر کہنے لگا کہ دریا یہان تک تو بڑھ آئی ہو لیکن خبردار آگے قدم
نہ بڑھانا - اس للکارنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ موجین جھلا کر اور زیادہ زناٹے سے چڑھ آئین
اور خدیو کو مسند حکومت سے بہا لے گئین -

سعید پاشا کے عہد مین جب تک نہر سویز کھودنے کی منظوری نہین حاصل ہوئی
تھی اسوقت تک تو غیر ملک کے لوگون مین سے صرف وہ سفیران یورپ مصر کے معاملات
مین دست اندازی کرتے تھے جنکو اپنی عظمت و سطوت کا اظہار منظور ہوتا تھا یا جنکو
اپنے ہموطنون کی کامیابی سے جلب منفعت کی امید تھی - مگر سفیران مذکورین کو تھوڑے
سے عجز و انکسار سے یا کچھ روپیہ دیکر راضی کر لینا کچھ بات نہ تھی لیکن اسمعیل پاشا کے عہد مین
اہل یورپ کی مداخلت بہت زیادہ ہو گئی - اسکا سبب یہ ہوا کہ اسمعیل کو بوجوہ چند در چند مبالغ
خطیر کی ضرورت ہمیشہ رہتی تھی - اول تو جو تدبیرین ترقی رعیت کی اُسنے کی تھین اُنکی
عملدرآمد کے لیے کیا کچھ روپیہ درکار تھا - دوسرے خود اُسمین فضول خرچی کی عادتین کیا کم
تھین - تیسرے ترکون اور دیار کے لوگون کی دست اندازی کا انسداد بے صرف
کثیر کے ممکن نہ تھا - چوتھے سودخورے مہاجنون کا قرضہ بے انتہا چڑھا ہوا تھا
اسکو ادا کرنا منظور تھا - پانچوین یہ منظور تھا کہ جہان تک ممکن ہو روز باز پرس کو
ٹالتے رہیے جبکا آنا یوم الحساب کیطرح برحق تھا مگر بے روپیہ کے وہ کیونکر ٹل سکتا

تھا

الغرض۔ ایسے ایسے مقاصد کے لیے اُسکو غیر ملک والون سے بہت سا روپیہ قرض لینا پڑا اور جب اُسکا دوالہ نکلنا روز بروز عیان ہوتا گیا تو مغربی یورپ کے کارخانہ دارون اور کوٹھی وال مہاجنون نے غل مچانا شروع کیا کہ ہمارا روپیہ ہمین دے دیجیے اور اپنی اپنی گورنمنٹون کو دق کرنے لگے کہ ہمارا روپیہ خدیو سے دلوا دیجیے اور اس معاملہ مین ناظر عدالت کا کام کیجیے۔

اب قرضخواہون کی فوج آگے بڑھتی آتی تھی اور زیرک و متفنّی اسمعیل اُسکو ایسی پھرتی اور چالاکی سے روک رہا تھا جیسا کوئی بڑا کامل شکیت یا پھکیت ہو۔ گو اسمین وہ لیاقت خداداد نہ تھی جو مُدبّر سپہ سالار مین ہوتی ہے آخر ان دونون مین مُٹھ بھیڑ ہو گئی اور ایسی لشت ہوئی جو اس زمانہ کے واقعات تاریخی مین ایک نہایت مضحک واقعہ ہے۔ اسمعیل بھی اپنی جان پر کھیل گیا اور نہر سویز کو کھولنے کی تقریب مین اپنے قرضخواہون کی آنکھون مین خاک ڈالی اور انکو اُلو بنانا چاہا اور باوجود چند در چند دقتون کے قدرے قلیل کامیابی بھی اُسکو حاصل ہوئی اُسنے بڑی دھوم دھام سے ضیافتین کین اور اپنی رائے بنسبت معاملات ملکی اور امور معیشت کے بڑی شد و مد سے بیان کی اور فضول خرچی تو اس شدت سے کی کہ شاید کسی مشرقی بادشاہ نے روپیہ یون نہ اُڑایا ہوگا۔ خیر۔ ان سب باتون کو دیکھکر بعض سادہ لوح آدمیون کو یقین واثق ہو گیا کہ ایسا مالدار اور روشن ضمیر بادشاہ اسلام تو روے زمین پر کوئی نہین ہے بلکہ شاید اکثر عالی دماغ اور اخذ زر کرنے والے عیسائی بادشاہون مین بھی اسکا عدیل و نظیر نہین ہے۔ اس سے اتنا تو ہوا کہ اسمعیل کے اختیار مین جو فرق پڑ گیا تھا وہ کچھ دب گیا اور اسکی ساکھ پھر کچھ قائم ہو گئی مگر کمرون کو رنگنے اور سجنے اور آراستہ کرنے سے وہ مکان کب ٹھہر سکتا تھا جسکی بنیاد مین لغزش پڑ گئی تھی۔ اب اُسکے انہدام کا وقت قریب آتا جاتا تھا۔ خدیو نے اہل یورپ سے حلفاً ایک معاہدہ کیا اور اُس معاہدہ کی تجدید بھی اکثر کی اور اہل یورپ نے شرائط معاہدہ کی تکمیل ایمانداری سے کی اور خدیو کی

خاطر بلکین اور ضربین جاری کردین اور تماشا گھر اور ناچ گھر اور ردوئی اور شکر کے کارخانے
اور مجلسین اور باغات اور بندرگاہین اور آہنی جہاز۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو جو چیز ایک
مشرقی آدمی (اسمعیل) کی طبع خلاق اختراع کرتی گئی اُسکو وہ لوگ مہیا کرتے گئے۔
لیکن جب دار و گیر کا وقت آیا یعنے وہ وقت آیا جبکہ عہدنامے کے سب سے آخری
فقرہ کی تعمیل کرنی پڑی تو اُس ناشکر گزار مکار نے کوشش بلیغ کرکے چاہا کہ دشمن کے
پنجۂ منت سے اپنے تئین کھینچ کھانچکر نکال لے۔ چونکہ وہ اپنی حیلہ آمیز فسون سازی
اور ڈھٹ بندی سے اپنی قوم کے بیوقوفون کو جو حیوانات مطلق سے کم نہ تھے اکثر
فریب دے چکا تھا اور بیوقوف بنا چکا تھا لہذا اُسکو یہ امید تھی کہ قوانین قدرت کو بھی
ٹال دیگا اور شیاطین کو بھی دھوکا دیگا۔ مگر جب آخر الامر اُسکو بہت دھمکی دی گئی تو اُسنے
گورنمنٹ انگلشیہ اور گورنمنٹ فرانس اور گورنمنٹ اطالیہ سے مدد طلب کی۔ اور پہلے
مسٹر کیو۔ بعد اُسکے مسٹر سیالوجا اسکے بعد مسٹر گوشین اور مسٹر جوبرٹ اُسکی کمک کے لیے
آئے۔ مگر یہ سب صاحب صرف جھوٹ موٹ کے دلاسا دینے والے اور زبانی جمع خرچ
کرنے والے تھے اور ایسے سادہ لوح تھے کہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جب دو کو دو کے ساتھ
جمع کیجیے تو خواہ مخواہ چار ہو جائینگے یعنی عام قسم کے تجارت پیشہ آدمی تھے جنکے ذہن مین
یہ دقیانوسی خیال سمایا ہوا تھا کہ قرضدار کی جان قرضخواہون سے جبھی بچ سکتی ہے
کہ جب انکا قرضا ادا کردے اور جاہل محض تھے اور فن فسون سازی کے اُن پوشیدہ اصول
سے واقف نہ تھے جنکے ذریعہ سے قرضخواہون کو فریب دیکر تمسک کو بیکار کر دینا ممکن تھا
الغرض۔ یہ باتین سوچ کر اسمعیل کو اپنی ہی تدبیرون پر بھروسا کرنا پڑا اور وہ یہ
سوچنے لگا کہ شاید کوئی زبردست منتر ہاتھ آجائے۔ آخر ایک پُرتاثیر منتر اُسکو مل ہی گیا
اُسکے آقائے نامدار سلطان روم نے تو اپنا دوالہ نکالکر مالی ذمہ داریون اور قرضہ کے
جھگڑون سے اپنی گلوخلاصی کی تھی پس جب آقا نے ایسا فعل کیا تو غلام کو اُس سے

کیا عار تھی اور اُس سے کون باز پرس کر سکتا تھا۔ یہ تدبیر جو اُسکے ذہن مین آئی تھی نئی
تو اچھی تھی مگر اُسکو عمل مین لانے کی جرأت آپ مین نہ تھی کیونکہ دو تین سفیران یورپ نے
قطعی طور سے اُس سے کہدیا تھا کہ قرضہ آپ کو ضرور ادا کرنا پڑیگا اور شاید اسی گروہ
لفظِ طور پر مین مخالفت بزور شمشیر کا بھی مادہ موجود تھا۔ تب اسمعیل اپنے دل مین سوچنے لگا
کہ اس سے بہتر اور صائب تر کوئی تدبیر نکالنی چاہیے۔ خیر۔ اُسنے پھر غور کیا اور آخر
ایک تدبیر صائب نکال ہی لی یعنی ایک جھوٹ موٹ کی باقاعدہ سلطنت بنا کر جسمین قمّ
پارلیمنٹ بھی ہو اور وزرا بھی ایسے ہون جو سب نیک و بد کے ذمہ دار اور جوابدہ ہون
اور باقاعدہ سلطنت شخصی کے دیگر لوازم بھی موجود ہون فیاض اہل یورپ کو راضی کر لینا
کیا بات تھی۔ شاید اسکا نتیجہ یہ ہو کہ وہ کمبخت قرضخواہ جو تقاضے کے مارے خدیو کی
جان کھائے جاتے تھے اور جو باقاعدہ حکومت کے مسائل سے خوب واقف تھے اور
یہ مسئلہ بھی خوب سمجھے ہوے تھے کہ والی ملک کوئی ظلم اور نا انصافی نہین کر سکتا فیاض
اہل یورپ کے ملاحظہ اور رعایت سے اسقدر ترمیم تمسک مین منظور کر لین جسکا اثر یہ
ہوا کہ خدیو کی جان شیرین اور روح پاک تو اس تہلکہ سے محفوظ رہے اور اُسکے بدلے وزراء
کی ارواح طیب و طاہر اس عذاب مین پڑین۔

مگر اس فریب کا چلنا اسپر موقوف تھا کہ کوئی ایسا شخص ملجاے جو اہل یورپ کا
معتمد علیہ ہو۔ اہاہا ایسا شخص موجود ہے۔ اب اسمین کچھ تامل اور دریغ نہ کرنا چاہیے۔
نوبر پاشا کو شہر پیرس مین فوراً اس مضمون کا تار دیا جاے کہ ہم اسمعیل چاہتے ہین
کہ ایک باقاعدہ گورنمنٹ ہمارے ملک مین قائم کیجاے اور ایک مجلس نائبان سلطنت
کی مقرر کیجاے اور وزرا نظم و نسق امور مملکت کے ذمہ دار قرار دیے جائین۔ اور یہ
بھی انکو لکھا جاے کہ جوڈیشل یعنی عدالتون کے انتظام مین بھی ہم اصلاحین کرنا چاہتے
ہین کیونکہ نوبر پاشا کو بھی اصلاحون کا ہمیشہ خبط رہا ہے نیز نوبر پاشا خدا خدا

کرکے داخل ہوئے اور خدیو کے نیک ارادون کی تائید کرنے کو مستعد ہو گئے۔ مگر
ہے ہے ستم یہ ہوا کہ صرف کاغذ پر لکھی ہوئی سلطنت باقاعدہ کو انھون نے نہین منظور
کیا بلکہ اصلی اور واقعی اصلاحات کے خواہان ہوئے اور اصلاحات بھی ایسے جو بادی النظر
مین تو معتدل مگر خدیو کی مطلق العنانی کے قاتل۔ اس سے بدتر یہ تھا کہ نیوبر پاشا نے
اصرار کرنا شروع کیا کہ جو اراضیات ضبطی کے ذریعہ سے یا اور کسی طور سے خدیو اور
اُسکے اہل خاندان کے قبضہ مین آگئی ہین اور جنکی مقدار تقریباً دس لاکھ ایکڑ ہے وہ
مالکان سابق کو واپس کیجائین پہلے تو یہ امر اسمعیل کو بہت شاق معلوم ہوا کہ میری حصہ سوم
مطلق العنانی مقید و محدود ہو جائیگی اور میرے محبوب تعلقے بھی مجھسے چھین جائینگے
اور میری اولاد سے ترکۂ پدری چھین لیا جائیگا۔ واللہ یہ کبھی نہ ہوگا۔ مین اپنی جان
اپنے بچون پر فدا کرونگا اور اُن معصومون کو تباہ و برباد نہ ہونے دونگا اور اگر کوئی
بیرحم میرے بچون کو لوٹنا چاہے گا تو مین اُن دستاویزون کو استنبول مین
بھیجکر شیخ الاسلام کے سپرد کردونگا۔ جب یہ خبر وحشت اثر نیوبر پاشا کو
پہونچی تو اسنے کانون پر ہاتھ رکھ لیے اور مخبر سے کہنے لگا کہ للہ اب ایسی باتین مجھسے
نہ بیان کیجیے انکو سنکر میری روح کو صدمہ ہوتا ہے۔ اس صدمۂ تباہی کی وجہ سُنیے کہ
اسمعیل نے جن اراضیات کو رعایا سے چھین چھین کر اپنے قبضہ مین کر لیا تھا اُنکا تحفظ
قانونی کرنے کی غرض سے ایک ایسا فرمان جاری کیا تھا جسکے بموجب باضابطہ
رجسٹری شدہ دستاویزون کے جواز مین کچھ قیل و قال کا مقام نہ باقی رہا تھا۔ اس
فرمان کو شیخ الاسلام خلاف شرع شریف کہکر باطل کر دیتے۔ اسمعیل نے کچھ غصہ
ہوکر اور کچھ خوف زدہ ہوکر نیوبر پاشا سے پوچھا کہ کیا تمھاری مراد یہ ہے کہ حضرت
سلطان المعظم شیخ الاسلام سے فتوے لیکر مجھکو ملحد و مرتد بنا دینگے" نیوبر نے عرض کیا"
یہ تو حضور نے خود فرمایا ہے" یہ کہکر وہ تو سامنے سے ہٹ گیا مگر خدیو کو گویا دن کو تارے

دکھائی دینے لگے اور تنخواہون کی ڈرونی صورتین دور سے نظر آنے لگین آخر ایسا مجبور
و ناچار ہوگیا کہ جن تعلقون کو مال دنیا مین سب چیزون سے زیادہ عزیز رکھتا تھا بلکہ توشۂ
آخرت مین بھی شاید انکو شریک جانتا تھا اُنسے فوراً دست بردار ہوگیا اور اپنے بچون کے
تباہ و برباد ہوجانے پر بھی راضی ہوگیا - اب بحث طلب صرف یہ امر باقی رہا کہ خود اسکو
اور اسکے معصوم بچون کو اسکا معاوضہ کیا ملیگا - غرض - بڑی ٹھائین ٹھائین کے بعد
حکام سول سروس کی تنخواہ تین لاکھ ساٹھ ہزار پونڈ قرار پائی اور نیوبر پاشا اور مسٹر
۳۳۰ ں روورس ولسن اور ایم ڈی بلینیرس نے چندمدت تک مصر پر حکمرانی کی اور خدیو نے
باقاعدہ سلطنت کے پادشاہ کا کردار اختیار کرنا چاہا جسکا وہ عادی نہ تھا -
پہلے تو اسمعیل پاشا بہت خوش ہوا کہ ہر وقت جو عزرائیل کا سامنا رہتا تھا خیر اُس سے
تو پیچھا چھوٹا لیکن چندمدت مین وہ ملک الموت کے وجود ہی کو فراموش کرگیا اور
یہ امر اسکو کمال ناگوار گذرا کہ یہ تین وزیر میری خودسری اور مطلق العنانی مین ہمیشہ
کیون حارج رہتے ہین - پس اس بار سے سبکدوش ہونے کی تدبیر اُسنے یہ کی کہ فوج
سے دھمکی دلوائی - چونکہ وزراء انگلستان اور وزراء فرانس نے مسٹر رورس ولسن اور
ایم ڈی بلینیرس کی برطرفی کی شکایت اُسوقت نہین کی لہذا معلوم ہوتا تھا کہ گویا غیر ملک
والون کی دست اندازی کا طوفان جو طغیانی پر تھا اور بڑھتا ہی چلا آتا تھا اب رک
گیا ہے اور اب اسمعیل نے یہ سامان کیا کہ غیر ملک والون کا قرضہ کچھ تو ادا ہوجاے تاکہ
اس طوفان سے جان بچے - اس غرض سے اُسنے قرضہ ادا کرنے کی ایک نئی تدبیر کو
بالاعلان بیان کیا اور اپنے اہل خاندان سے کہا کہ اس تدبیر مین میری اعانت کرو
جس سے تمھارے ملک کا فائدہ متصور ہے اور اپنے جواہرات کو اپنی قوم کی آزادی اور
خودسری پر نثار کرو - مگر افسوس ہے کہ جب اُسکی فتحیابی کی ساعت آئی اُسیوقت اُسنے
اپنی شکست کی فکر آپ ہی کرلی اُسنے جرمنی کے سفیر کو سہواً کچھ برا بھلا کہا اور یہ خبر

وزراء جرمنی کو برلن مین پہونچی - مگر انھون نے اس فعل سے کچھ تعرض نہین کیا جسکی خبر انکو غیر سرکاری طور سے پہونچی تھی البتہ یہ انکے خیال مین جمگیا کہ خدیو کی کچھ گوشمالی ضرور کرنی ضرور ہے لہذا انھون نے خدیو کو بالاعلان اطلاع دی کہ آپ نے جو ایک نئی تدبیر قرضہ ادا کرنے کی نکال کر اسکے اجرا کا حکم صادر کیا ہے اس حکم کو شہنشاہ جرمنی کی گورنمنٹ نہین تسلیم کرتی - جرمنی کی یہ دست اندازی گورنمنٹ انگلستان اور گورنمنٹ فرانس کے اشتعال طبع کا باعث ہوئی اور سلطان روم کو یہ اجازت ملگئی کہ اپنے اطاع صوبہ دار (اسمٰعیل) کو معزول کردین - خیر - اسمٰعیل تو مظلومون کی صورت بناکر اور وہی بیش قیمت جواہرات جو اُنے اپنی قوم کی آزادی اور خود سری پر نثار کرنے کے لیے تجویز کیے تھے بقچے مین باندھکر نکل گیا اور اب توفیق پاشا ریاض پاشا اور نظار انگریزو فرانسیس کو ہمراہ لیکر داخل ہوا -

اب ہم اسمٰعیل کے عہد حکومت پر من حیث المجموع نظر کرکے یہ بیان کرتے ہین کہ اُسکو فلاحین کی حالت ماضیا ورحالت موجودہ سے کیا تعلق رہا -

اگر اُن سرکاری نقشجات پر حصر کیا جاے جنمین پیداوار اراضی کی کیفیت لکھی ہوتی ہے اور جنکو اکثر لوگ یہ سمجھتے ہین کہ انمین وہ سب مادہ موجود ہے جو کسی ملک کی سرسبزی اور آبادی کو صحت کے ساتھ دریافت کرنے کے لیے درکار ہے تو ہمارے نزدیک اسمٰعیل کی حکومت اچھی تھی - کیونکہ ان نقشجات سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اُسکے عہد مین پیداوار اراضی مین بہت کچھ اور برابر افزونی ہوئی - سعید پاشا کے عہد کے آخر سال مین یعنی ۱۸۶۲ء مین جو اشیا بیرونجات مین بھیجی گئی تھین انکی قیمت یا مالیت ساڑھے بیالیس لاکھ پونڈ سے بھی کم تھی مگر ۱۸۷۴ء مین انکی مالیت ایک کروڑ اڑتالیس لاکھ پونڈ تک پہونچ گئی - ۱۸۷۴ء کے بعد اسمین کچھ کمی ہوئی اور اب تک کمی ہوتی جاتی ہے گو جو سرکاری نقشون مین لکھا ہے اُس سے تو کچھ خدشہ کا مقام نہین معلوم ہوتا ہے - اگر دفتر

محصول کے نقشجات کی نسبت یہ گمان ہو سکتا کہ انمین وہ جملہ امور ضروری درج ہین جو
اس صدی کے مسائل مین تحقیق طلب ہین تو ہمکو یہ امر ضرور تسلیم کرنا پڑتا کہ اسمعیل نے جو عظیم الشان
تدبیرین اصلاح ملک کے لیے کی تھین انمین اسکو نمایان کامیابی حاصل ہوئی۔ مگر افسوس ہے
کہ ان نقشجات مین بعض امور ضروری کا ذکر اصلا نہین ہے اولاً تو یہ ملاحظہ کیجیے کہ چند ۳
سال تک کچھ مذبذب ترقی تو ہوئی مگر سرکاری قرضہ کا کیسا بار عظیم ہو گیا۔ اور جب یہ
قرضہ بڑھ گیا تو ٹیکس کو بھی خواہ مخواہ بڑھانا پڑا اور ٹیکس وصول کرنے کا طریقہ ایسا بیقاعدہ
اور جو دبایانہ تھا جس سے ٹیکس کا بار اور زیادہ سنگین ہو گیا تھا۔ ثانیاً ہزارہا کسانون کی زمینین
چھین چھین کر خدیو نے اپنی ذاتی اور گنے کی کاشت کرائی اور ان بیچارون سے ایسی
شقت شاقہ لی کہ وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ ثالثاً اسمعیل کو اپنے فوائد ذاتی اور خاندانی کا
خیال زیادہ تھا اور رعایا کے فائدہ کا کچھ بھی خیال نہ تھا اور اُسکے عہد مین جو نہرین اور ریلین
اور دیگر کارہاے رفاہ عام جاری ہوے تو اس غرض سے جاری ہوے کہ خدیو کے خاندان
کا بھلا ہو اور اُسکے ذاتی علاقون مین ترقی ہو مگر زمیندارون کو جن امور کی ضرورت تھی
اُنکے متعلق توجہ یا اعتنا نہین کی گئی۔ اس حماقت آمیز حکمت عملی کے نتائج عملی باب آیندہ
مین بیان کیے جائینگے۔ رابعاً پیداوار مین جو افزونی ہوئی تو جائز طریقہ سے نہین
ہوئی یعنی رقبہ کاشت مین توسیع اور انتظام زراعت مین ترقی جائز طور سے نہین کی گئی
بلکہ اسمین ناجائز طور سے افزونی کی گئی یعنی چند سنگین فصلون کے خاطر اراضی کی قوت
پیداوار کو غارت کر دیا مصر مین سب سے زیادہ نفع روئی کی کاشت مین ہے مگر ساتھ ہی
اسکے یہ بھی ہے کہ روئی کی فصل زمین کی قوت کو بہت زائل کر دیتی ہے اور زمانہ مین جب ۴
روپیہ کی تاکید شدید ہوئی تو انھون نے آنکھین بند کر کے ہزارہا من روئی بو کر کاٹ
کاٹ لی اور اس امر کا مطلق خیال نہ کیا کہ بے انتہا روئی بونے سے زمین کی قوت پیداوار
چند ہی سال کی مدت مین بالکل تشریف لیجائیگی۔ خامساً جب بے انتہا روئی بونے سے بھی کسانون کو

اتنا روپیہ نہ ملا جتنا انکو ٹیکس ادا کرنے اور دیگر مقاصد کے لیے درکار تھا اور جب اہل یورپ کے آنے اور یورپ کا آئین جاری کرنے کی وجہ سے اراضی کی ضمانت پر اور اور قسم کی ضمانتون پر روپیہ بآسانی تمام قرض ملنے لگا تو کسان رفتہ رفتہ ایسے مقروض ہو گئے کہ اب انکو خدا ہی اس آفت سے نکالے تو نکلین ورنہ اکثر کسانون کا قرضہ ادا ہونے کی امید نہین ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اسمعیل کی بے قاعدہ ظلم ستانی سے رعایا کو شدید ضرر جسمانی پہونچتا تھا خصوصاً فلاحین کے پانون کے تلوے ایسے زخمی ہو جاتے تھے جنکی تعداد شمار کرنے سے نہین معلوم ہو سکتی۔ مگر مین اس مقدمہ مین زیادہ طول نہ دونگا بایں خیال کہ مبادا وہ اہل حکمت جو اپنی فلسفیت کے زیادہ پابند ہین اس الم جسمانی کے بیان خارج از بحث سمجھکر محض ذہنیات کے دائرہ مین داخل کرین۔

پس معلوم ہوا کہ اسمعیل نے جو شاندار آزمائشین کین اگرچہ وہ اس اعتبار سے تو اچھی معلوم ہوتی ہین کہ انھین کی بدولت بیرونجات مین غلہ وغیرہ ہر سال بکثرت بھیجا گیا تاہم انسے نہایت مضر نتائج کاشتکارون کے حق مین پیدا ہوے اور مصر کی سرسبزی آیندہ کے لیے سم قاتل ہو گئین۔ جسوقت اسمعیل مصر سے چلا گیا اُسوقت اُس ملک کی یہ کیفیت تھی کہ اُسکا بال بال غیر ملک کے لوگون کا مقروض تھا حالانکہ فی الحقیقت وہ ایک زراعتی ملک ہے یعنے وہان کے لوگون کا دارومدار زراعت پر ہے تاہم ہزارہا کسانون سے انکی زمین چھین لیگئی اور وہ تباہ و برباد ہو گئے اور جو باقی رہگئے وہ بھی روز بروز زیادہ مقروض ہوتے گئے اور زمین کی قوت پیداوار کے زائل ہونے کے آثار نمودار ہوے۔ بھلا مصر کی اس ردی حالت کو دیکھکر اُن لوگون کے دل کو خاک تسکین ہوگی جو اس ملک کی خیر منایا کرتے ہین۔

خدیو حال توفیق پاشا کے عہد مین جو حالت کسانون کی ہے اُسکو تو مین سابق مین پوست کندہ بیان کر چکا ہون پس اسمین زیادہ طول دینا بیکار ہے جب توفیق پاشا

مسند حکومت پر بٹھایا [illegible] ہی عرصہ کے بعد لیفٹیننٹ اولے قرضہ مقرر کی گئی
اور اُسنے مصر کے مواد کی حالت کو خوب جانچا اور اُسکو دوالیہ کی جایداد سمجھکر اپنے گمان
مین بہت منصفانہ فیصلہ کیا کہ سرکاری قرضہ کے سود کی شرح کو کم کردیا۔ جب اس انتظام سے
مصر کی گورنمنٹ کو مالی دقتون سے نجات ملگئی اور اسمعیل پاشا جو بڑا مسرف اور خراج تھا
معزول کیا گیا اور اُسکی جگہ پر ایک کفایت شعار آدمی مسند حکومت پر بٹھایا گیا اور اُسکے
مالی انتظامات کی نگرانی کی عمدہ تدبیر کی گئی تو پیشتر جو یہ قاعدہ تھا کہ بیچارے فلاحین سے
ایک ایک کوڑی نچوڑ لیتے تھے اب وہ قاعدہ جاتا رہا ہے اور اب یہ دیکھا جاتا ہے کہ
ہر کسان کی کتنی زمین اور کتنے درختہاے خرما اور کتنی بھیڑین ہین یا کتنا تمبا کو اُسکے
کھیتون مین پیدا ہوتا ہے یا وہ کیا پیشہ کرتا ہے اور اُسکی جایداد و حیثیت کے موافق
ٹیکس کی تعداد ٹھیک ٹھیک اور با احتیاط تمام مقرر کیجاتی ہے اور جو کسان محض مزدور
ہوتا ہے اور کچھ اپنی ذاتی زمین نہین رکھتا ہے وہ ٹیکس سے بالکل بری کردیا جاتا ہے۔
اب تحصیل مالگزاری کا طریقہ ایسا عمدہ ہے کہ ہر کسان جانتا ہے کہ اُسکو کیا کس تاریخ
دینا پڑیگا اور اقساط ایسی جانچکر مقرر کی گئی ہین کہ اسی فصل مین قسط واجب الادا ہوتی ہے
جس فصل مین کسان کو لازم ہے کہ جو کچھ اُسکے کھیتون مین پیدا ہوا ہے اُسکو بیچکر کچھ نقد روپیہ
اپنے پاس مستعد رکھے۔ اس انتظام سے جو عمدہ نتائج پیدا ہوے ہین اُنکا ثبوت یہ ہے کہ اب
یہ نہین سننے مین آتا کہ کسان اراضی کو چھوڑ دیتے ہین اور کچھ معاوضہ نہین طلب کرتے
اور عمدہ اقسام اراضی کی قیمت بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ چنانچہ بعض دیہات مین جو مین گیا
تو لوگون نے مجھسے کہا کہ اکثر اراضی کی قیمت سہ چند بلکہ چہار چند ہوگئی ہے اور میرے
نزدیک کچھ انھین دیہات کی تخصیص نہین ہے اور دیہات مین بھی ایسا ہی ہوا ہوگا۔
پس مصر کے کسانون کی حالت مین من حیث المجموع بہت ترقی ہوئی ہے اور اب
حکام صدر اور ٹیکس وصول کرنے والے اہلکار انسے ظالمانہ زیادہ ستانی نہین کرسکتے اور اب

خدیو کے علاقون مین نگوباندھ اور نہرین اور ریلین مفت یا بلا اجرت نہین بنائی جاتین۔ میری یہ غرض نہین ہے کہ قدیم خرابیان بالکل رفع ہوگئی ہین بلکہ مین جانتا ہون کہ ابھی وہ باقی ہین مگر انکی مقدار مین بہت کمی ہوگئی ہے اور اب وہ علی العموم نہین پائی جاتین بلکہ کہین کہین شاذونادر پائی جاتی ہین لیکن اب تک کسانون کو بہت سی واقعی شکایتین باقی ہین جنکا ذکر انتظام دیہی اور بیگار کے ضمن مین سابق مین ہوچکا ہے اور ہزارہا کسان جنکی ملکیتین ٹیکس کی شدت یا اسمعیل پاشا کے ظلم و جبر سے چھن گئی تھین انکی حق تلفی کی مکافات اب تک کچھ نہین ہوئی ہے اور نہ انکی حالت مین کچھ ترقی ہوئی ہے۔

ان کمبخت کسانون کی ابھی بہت کثرت ہے اور یہ زمیندارون اور درمیانی آدمیون کے بس مین ہین جنکی تعداد مین اس وجہ سے زیادتی ہوتی جاتی ہے کہ جن کسانون نے مہاجنون سے روپیہ قرض لے کر اپنی جایدادون کو بچایا تھا وہ بھی اب انہین شریک ہوتے جاتے ہین اور جن کسانون پاس اب تک کچھ زمین باقی ہے وہ بہت مقروض ہین اور بہتون سے قرضہ ادا ہونے کی امید نہین ہے۔ اب سودخوار مہاجن وہ کام کرتا ہے جو خدیو سابق کے عہد مین ٹیکس وصول کرنے والا کرتا تھا یعنے رعایا کو پیسے ڈالتا ہے۔

لیکن وہ عالیشان خدیوی علاقے کیا ہوے جنکی مالگذاری اور انتظام غیر ملک کے رہنے والے قرضخواہون کو تفویض کرنا تجویز ہوا تھا۔ کیا مصر کی زمین کا وہ حصہ جسپر باقیماندہ چار حس قربان کیے گئے فی الواقع اسقدر سرسبز ہوگیا ہے کہ جو نقصانات اسکی وجہ سے ہوے وہ بیجا نہین ہوے۔ سابق مین مین نے وعدہ کیا تھا کہ کچھ کیفیت اسکی بیان کرونگا لہذا اب مین اپنے وعدہ کو وفا کرنا چاہتا ہون۔ فقط۔

باب دہم

خدیو کی وسیع زمینداری

یعنے

دائرہ سنیہ اور علاقجات خاندانی کے بیان مین

جس کتاب مین مصر کے انتظام رہی کی کیفیت لکھنی منظور ہو وہ ناتمام رہیگی تاوقتیکہ کچھ احوال ان وسیع علاقجات کا نہ بیان کیا جاے جنمین ایک حصہ اراضی قابل الزراعت شامل ہے جیسا سابق مین عرض کیا گیا۔ قطع نظر اور امور کے صرف ایک یہی امر اس باب کے ضروری ہونے کو کافی ہے لیکن ایک اور وجہ بھی ہے جس سے ہمنے دائرہ سنیہ اور علاقجات خاندانی کے انتظامات کے بیان مین ذرا طول دیا ہے ہمنے مصر کے انتظامات کو درست کرنے کا کام جو فی الواقع ایک کار عظیم ہے اپنے ذمہ لے لیا ہے اور درحقیقت ہمارا انشا یہ ہے کہ اہلکاران سلطنت حتی الامکان باشندگان مصر کے زمرہ سے مقرر کیے جائین اور غیر ملک کے لوگ صرف اُن عہدون پر مقرر کیے جائین جنکا کام ہدایت اور نگرانی کرنا ہے اور جنکے لیے لایق آدمی اس ملک کے باشندون مین اب تک نہین میسر آ گئے ہین۔ میری دانست مین یہ امر ہم لوگون کے فائدہ سے خالی نہین ہے کہ ہم مصر کے اُن دو اہم و اعظم انتظامون کو نظر تعمق سے دیکھین جو چند سال کے عرصہ سے اہل یورپ کے زیر نگرانی عمل مین رہے ہین کیونکہ شاید انکو بنظر غور دیکھنے سے کچھ ایسے نتائج عملی نکل آئین جنکا کاربند ہونا ہمکو آیندہ لازم ہو۔

ابواب سابقہ مین ہمنے اس خود غرضانہ حکمت عملی اور ان حالات مخصوصہ کا ذکر اکثر مقامات پر کیا ہے جنکے باعث سے ایک مقدار کثیر اراضی کی خدیو معزول اور اُسکے خاندان کے

ملک مین داخل ہو گئی۔ جب اسمعیل پاشا کے باپ ابراہیم پاشا نے وفات کی اُسوقت
اسمعیل کے پاس صرف پندرہ ہزار ایکڑ زمین تھی اُس زمانہ مین بھی منجملہ اور امور کے ایک اس
امر کی اُسکو آرزو تھی کہ جہانتک اور جسقدر اراضی ممکن ہو لے لیجیے۔ جبتک وہ خدیو کے خاندان
کا صرف ایک شہزادہ رہا اور مسند خدیوی پر بیٹھنے کی امید اُسکو نہین ہوئی اسوقت تک تو زمین
اسکو کم میسر آئی کیونکہ اُسکے پاس روپیہ کہان تھا کہ زمین خریدتا اور اسوقت تک اُسکو اتنا اقتدار
ملکی نہ حاصل ہوا تھا کہ بے روپیہ کے زمین حاصل کر لیتا لیکن جب ۱۸۶۳ء مین وہ دفعۃً خدیو
ہو گیا تو اُسکو بہت سے موقعے زمین کی ہوس بجھانے کے ملے جو اُسکو ہمیشہ دامنگیر رہی تھی
اور جس سے اُسکو کسیطرح سیری نہوئی تھی برخلاف عباس پاشا اور سعید پاشا کے جنھون نے
اپنی ذاتی اغراض کو ملک کی اغراض سے متحد کر لیا تھا اسمعیل پاشا کی نیت مین یہ آیا کہ
مہمات زراعت اور معاملات تجارت مین دخل دیکر یا صاف صاف یون کہیے کہ کسبینی
اور بنیا پن کر کے ایک عظیم الشان جائداد ذاتی پیدا کرے اور اس مقصد کے حاصل کرنے مین
اُسنے اپنے ملک کے روپیہ اور اپنے اقتدار ملکی کو بے احتیاطی سے صرف کیا۔ ایک صاحب نے
جنھین اسمعیل کی طبیعت کو بنظر غور دیکھنے کے اکثر مواقع حاصل ہوے تھے مجھسے بیان کیا ص ۳۴۴
ہے کہ اُسکو ہمیشہ یہی خیال رہتا تھا کہ کسیطرح قارون کے برابر مالدار ہو جاؤن اور ہوس
ملک گیری و فرمانروائی اُسکو چندان نہ تھی۔ خیر اُسکی نیت جو کچھ ہو سو ہو مگر یہ امر یقینی ہے
کہ پندرہ برس کی مدت مین تقریباً نو لاکھ پچاس ہزار ایکڑ اول درجہ کی زمین اُسنے کم و بیش
جائز ذریعون سے حاصل کر لی اس عظیم الشان ملکیت اراضی مین ایکاون علاقے شامل تھے جنمین سے
بعض کی وسعت ہزار ایکڑ سے کم اور بعض کی گنجائش لاکھ ایکڑ سے زیادہ تھی اور جو سارے ملک مین
جا بجا پھیلے ہوے تھے یعنے باستثنا حصہ جنوبی وادی نیل کے ان علاقون کا سلسلہ بدرشین
سے السیوط تک برابر چلا گیا تھا اور ان دونون شہرون کے مابین ان سب نے ایک ہیئت
مجموعی حاصل کر لی تھی جسکا رقبہ ایک وسیع صوبہ کے برابر تھا۔ جب کوئی اجنبی آدمی القاہرہ

سے

مین وارد ہو اور یہ دریافت کرنا چاہے کہ جو اراضیات کاشتکارون سے چھین لی گئی ہین
انکی کیا وسعت ہے اور انمین کتنا روپیہ صرف ہوا ہے تو وہ نقشجات سرکاری پر بھروسا نکرے
بلکہ دس گھنٹہ کے سفر کی زحمت گوارا کرے اور مصر شمالی کی ریل پر سوار ہو کر علاقجات
خدیوی کو بچشم خود دیکھ آئے کہ یہ ریل انکے اندر ہو کر گذری ہے اور دراصل انھین کے فائدہ کے لیے
جاری کی گئی تھی۔ آٹھ گھنٹہ تک یعنے دو سو میل کے فاصلہ تک تو مسافر ایک ایکڑ زمین بھی
کسیکی ملکیت ذاتی نہ دیکھیگا بلکہ ہر سمت وسیع خدیوی علاقے دیکھے گا جنمین گنے کی کاشت
ہوتی ہے اور جنسے غایت درجہ کے اسراف اور فضول خرچی کے آثار نمایان ہین۔ اس
ریل کے گیارہ بڑے اسٹیشن ہین انمین سے ہر اسٹیشن پر مسافر ایک عالیشان شکر کا کارخانہ
دیکھیگا جسکی تعمیر مین ڈیڑھ لاکھ سے دو لاکھ پونڈ تک خرچ ہوا ہے۔ چونکہ ان کارخانون کے
نقشے بناتے وقت یہ امر خوب غور سے نہین تشخیص کیا گیا تھا کہ اس ضلع مین کس قدر گنا
پیدا ہونے کی امید واجبی ہو سکتی ہے لہذا جتنے کارخانے اس قسم کے درکار تھے انسے زیادہ
بنگئے اور کلون ہین خالی پڑے پڑے زنگ لگ گیا اور خراب ہوگئی ہین ایسے ہر ایک ص ۳۴۳
مکان کے متصل ایک زراعتی ریل کا اسٹیشن ہے اور یہ ریل سانپ کی طرح لہراتی ہوئی
سارے علاقہ مین چلی گئی ہے اور اسکے ذخیرہ مین پانچ چھ انجن اور دو تین سو گاڑیان
ہین۔ کل وسعت اس زراعتی ریل کی جو گیارہ علاقون مین جاری ہے تقریباً تین سو
میل ہے اور اُسکے لیے جو سامان غیر ملکون سے منگوایا گیا تھا اُسکا خرچہ دس لاکھ پونڈ بیان
کیا گیا ہے۔ ان کارخانون اور ریلون اور آلات زراعت کو بالمجموع دیکھیے تو تیس لاکھ پونڈ سے
بہت زیادہ نہین صرف ہوا ہوگا۔ بعض معتبر اشخاص نے اسکا دوچند بیان کیا ہے مگر اس رقم کثیر
کو بھی یہ ہرگز نہ سمجھیے گا کہ بس اتنا ہی صرف ہوا ہوگا کیونکہ ہزارہا کسانون کو جو ان کارخانون مین
بیگار کام کرنا پڑا تھا وہ اسمین داخل نہین ہے حالانکہ اسکو بھی ایک امر عظیم سمجھنا چاہیے۔ اسکی
عظمت کے ثبوت مین مین یہ واقعہ بیان کرتا ہون کہ چونکہ یہ منظور تھا کہ گنے کے کھیت

سیلاب سے محفوظ رہیں اور انکو پانی بھی برابر پہونچتا رہے لہذا منجملہ اور چیزون کے ایک بلند باندھ بنوانا پڑا تھا جو طولاً سو میل سے زیادہ ہے اور ایک بڑی عمیق نہر بھی کھدوائی گئی تھی جو اس باندھ سے بھی زیادہ طویل و عریض ہے۔ اب ملاحظہ کیجیے کہ یہ سب علاقے من حیث المجموع تقریباً صرف ایک ربع اُس اراضی کا ہے جو پیشتر اسمعیل پاشا کے قبضہ مین تھی لیکن البتہ یہ ضرور ہے کہ جتنا روپیہ ان علاقون مین صرف ہوا تھا اُسکے ایک ربع سے بہت زیادہ کی جایداد اب تک موجود ہے کیونکہ منجملہ اٹھارہ شکر کے کارخانون کے جو اسمعیل نے بنوائے تھے گیارہ کارخانے ان علاقون مین ہین اور انہین سے چند ہی علاقون مین غیر سرکاری ریلین ہین ۔ دوآبہ مین جو علاقے ہین انہین سے دس بارہ علاقون مین روئی کو صاف کرنے اور اُسکے گٹھے باندھنے کے کارخانے ہین مگر شکر کے کارخانون کی بہ نسبت انمین بہت کم صرف پڑتا ہے۔ ۳۳۵

یہ کہنا تو درست نہین ہے کہ کسی وقت خاص مین یہ کُل اراضی اسمعیل کے قبضہ مین تھی کیونکہ اُسکا قاعدہ تھا کہ اراضی خریدتا یا چھینتا جاتا تھا اور اپنے اہل خاندان پر اُسکو تقسیم کرتا جاتا تھا علی الخصوص جو علاقے دوآبہ مین تھے انکو اُسنے اپنے خویش و اقربا پر بالکل تقسیم کر دیا تھا۔ ان علاقجات خدیوی کا نام **دائرہ سنیہ** ہے اور اُنکے گرد و پیش چھوٹے چھوٹے دائرے پیدا ہوتے جاتے تھے جنکی تعداد پہلے تو خدیو کی ازواج اور اولاد کی تعداد کے برابر تھی اور جنمین سے ایک دوسرے کا محتاج نہ تھا مگر بعد ازان ان سب کو یکجا کر کے انکا نام **علاقجات خاندانی** رکھ لیا گیا۔ ان دونون قسم کے علاقون کا احوال تو کسیقدر مختلف ہے مگر انکا انجام ایک ہی ہوا۔ چونکہ اراضیات شمولہ **دائرہ سنیہ** خدیو کی ذاتی جایداد مین داخل تھین لہذا خدیو نے انکو پیشتر ہی رہن رکھکر روپیہ قرض لیا تھا اور انکا انتظام بھی رفتہ رفتہ اُن مالی دقتون مین پڑ گیا تھا جو خدیو نے اپنی خرابی اور اپنے گورنمنٹ کی بربادی کے لیے پیدا کی تھین ایک وقت مین تو دائرہ سنیہ کا قرضہ جسکی تعداد ۸۰۰ لاکھ

دو ہزار پونڈ تھے سرکاری قرضہ مین شامل کرلیا گیا تھا۔ لیکن بوجب اس انتظام کے
جو گوشین صاحب اور جوبرٹ صاحب نے قرار دیا تھا دائرہ سنیہ کا قرضہ سرکاری
قرضہ سے علیحدہ ہوکر ایک خاص رہن قرار دیا گیا اور ایک شرط خاص سے دو غیر
آدمی ناظر مقرر کیے گئے یعنے ایک انگریز اور ایک فرانسیسی۔ ان نظار کا یہ کام تھا
کہ حسابات کو جانچا کرتے تھے اور یہ دیکھتے رہتے تھے کہ دائرہ کی آمدنی مرتہنون یا
قرضخواہون کو برابر دے دیجاتی ہے۔ مگر برخلاف دائرہ سنیہ کے علاقجات خاندانی
چونکہ خدیو نے اپنے خویش واقارب پر تقسیم کردیے تھے اور خزانہ عامرہ سے کچھ تعلق
نہ رکھتے تھے لہذا گورنمنٹ کی مالی دقتون کا اثر انپر مدت تک نہین پہونچا مگر جب ۱۸۷۸ع
مین مصر کی مالی اور ملکی حالت از حد ابتر ہوگئی اور اسکی تحقیقات کے لیے ایک کمیشن مقرر
ہوئی تو اس کمیشن نے یہ سفارش کی کہ جتنی جایدادین خدیو کے خاندان کی ہین وہ سب
سرکار کو دے دی جائین۔ اس سفارش سے اسمعیل بہت ناراض ہوا۔ اور اس
بات پر آمادہ تھا بلکہ یہ تجویز بھی پیش کرچکا تھا کہ دائرہ سنیہ کی اراضیات مرہونہ
اور نیز ایک جزو علاقجات خاندانی کا (۴۲۶۷۶۲ ایکڑ) سرکار کو دیدیا جائے لیکن
کمیشن مذکور نے جس قسم کی تجویز قرار دی تھی اسپر اسنے یہ اعتراض کیا کہ اس سے حقوق
ملکیت مین مداخلت بیجا لازم آتی ہے اور اسنے اس معاملہ پر مدت تک ہرگز ہرگز دستخط
نہ کیے لیکن جب اسکو یہ خوف ہوا کہ اگر اس مقدمہ مین زیادہ ضد اور کد کرونگا تو
معزول کردیا جاؤنگا تب اسنے جبراً و قہراً اسکو منظور کرلیا۔ آخر الامر کل اراضیات جو
علاقجات خاندانی مین شامل تھین اور جو وسعت مین تقریباً دائرہ سنیہ کے برابر
تھین ایک نئے قرضہ کے معاوضہ مین رہن رکھی گئین اور انکا انتظام ایک مشترک
کمیشن کے سپرد کیا گیا جسمین ایک مصری۔ ایک انگریز اور ایک فرانسیسی ممبر تھا۔
پس اس طور سے کل وہ اراضیات جنکو اسمعیل نے وقتاً فوقتاً پایا یا خود خریدا تھا

یا چھین لیا تھا قانوناً مال سرکار ہو گیا مگر حقیقۃً وہ اراضیات اجنبی قرضخواہون کی دو جماعتون کے ہاتھ لگین۔ ایک وہ جماعت جو دائرہ سنیہ کے ذخیرہ پر اور ایک وہ گروہ جو علاقجات خاندانی کے ذخیرہ پر قابض تھا ان دونون کے انتظام مین ایک انگریز اور ایک فرانسیسی منجانب قرضخواہان شریک تھا مگر ان غیر ملک والون کی نگرانی کی صورت پہلے کسیقدر مختلف رہی۔ یعنے اراضیات شمولہ دائرہ کا انتظام تو مصری اہل کار بدستور کرتے رہے اور وہ دونون غیر ملک والے جو قرضخواہون کی جانب سے ناظر مقرر ہوے تھے صرف انکی نگرانی کرتے تھے اور حساب کتاب جانچ لیتے تھے مگر کوئی عاملانہ اختیار نہ رکھتے تھے لیکن علاقجات خاندانی کے انتظام مین ان دونون ناظرون نے ایک مصری کو اپنا شریک کرکے ایک اعلی درجہ کی انتظامی کمیٹی قائم کر لی تھی جو عاملانہ اختیار رکھتی تھی۔ یہ تفاوت جو دائرہ سنیہ و علاقجات خاندانی کے انتظام مین تھا ۱۸۸۰ء مین جب قرضہ ادا کیا گیا اسوقت جاتا رہا۔ اور دائرہ کا انتظام حقیقۃً (گو صورت کے اعتبار سے نہ سہی) علاقجات خاندانی کے انتظام کے مانند کر لیا گیا اور اسوقت سے دائرہ کے نظار اغیار اسکا انتظامی کام بھی کرنے لگے۔ شاید یہ طول کلام ناظرین کو ناگوار گذرے اور بیفائدہ معلوم ہو مگر اسکی ضرورت ابھی ابھی معلوم ہوئی جاتی ہے۔

مین نے دوبارا جو اپنے دل مین غور کیا تو ابھی ابھی کا لفظ معنی حقیقی مین استعمال کرنا مجھکو مناسب معلوم ہوا ورنہ شاید ناظرین مین کوئی صاحب ایسے شکی ہون اور اہل تصنیف کی دخل فصل سے ایسے نالان ہون کہ میری نسبت بھی گمان کرین کہ مین جھوٹ موٹ کے وعدے کرکے انکو دھوکا دینا چاہتا ہون اور مین نے مفید واقعات کے علم کی معجون تو انکو بہت سی کھلادی ہے مگر اس معجون کی وہ تاثیر نہین ہے جسکو مین نے کچھ گول گول سا بیان کر دیا ہے۔ لہذا اپنی نسبت اس بدگمانی کو دفع

کرنے کے لیے اور شکی آدمیون کو قائل کرنے کے واسطے مین اپنی معجون کی تاثیر بتائے
دیتا ہون دائرۂ سنیہ در علاقجات خاندانی کے انتظام کی جو کیفیت بیان کی گئی اگرچہ
وہ خشک اور بے حلاوت ہے تاہم مفید ہے کیونکہ اُس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مصر کے
معاملات مین اہل یورپ کی دست اندازی روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی - جب
دائرۂ سنیہ کے انتظام کی نگرانی کے لیے چند اہل یورپ پہلے پہل مقرر ہوے اُسوقت بعض
حضرات نے یہ دعوی بے دلیل کیا تھا کہ ایک بیدار مغز یورپین ناظر کی چشم نگرانی ویسا ہی
مؤثر ذریعہ تنبیہ و تحدید اور خستہ حال مشرقی ریاستون مین خوش انتظامی کا ہے جیسا
ہندوستانی ریاستون مین رزیڈنٹ کا دست زبردست بد انتظامی کو روکے رہتا ہے
سنہ فلان فقرہ لارڈ ڈفرن نے اپنے ایک مشہور مراسلہ مین تحریر فرمایا تھا لیکن تجربہ قلیل سے
ثابت ہو گیا کہ یہ دعوی بے دلیل مغالطہ عظیم پر شامل ہے - ناظر تو ایک گمنام اور مجہول الحقیقۃ
گروہ قرضخواہان کی جانب سے صرف اسلیے مقرر ہوتا ہے کہ صلاح نیک دیا کرے مگر رزیڈنٹ
کی پشتی پر ایک عظیم الشان سلطنت کی پوری قوت موجود ہوتی ہے اور جو صلاح و مشورہ
وہ دوستانہ طور سے دیتا ہے وہ بھی حکم قطعی کا حکم رکھتا ہے پس ان دونون مین فرق مین آسمان
کا فرق ہوا جسکو اہل مشرق بھی باوجودیکہ غبی ہوتے ہین خوب سمجھے ہوے ہین اور جسکے
عظمت کا اندازہ وہ اپنے ذہن مین خوب کیے ہوے ہین بلکہ باوصف اس سستی اور
کُند ذہنی کے مشرقی آدمی جسکے افعال کا محرک اکثر خوف ہوتا ہے ایک مخصوص مناسبت
طبیعی سے فرق مذکورہ بالا کا ادراک کرتا ہے اور ایک خاص طور سے اسکا کاربند ہوتا ہے
اسکی نظیر کامل دائرۂ سنیہ کے انتظام مین موجود ہے کہ جب تک وہ اپنی ہیئت اصلی پر
باقی رہا اسوقت تک تو یہ کیفیت رہی کہ جو اہل یورپ اسکی نگرانی کے لیے مقرر ہوے تھے
وہ صرف اسکے حسابات کو جانچ لیا کرتے تھے اور کچھ صلاح و مشورہ دے دیا کرتے تھے یا
اگر بہت کرتے تھے تو کچھ شکوہ و شکایت غربت اور انسانیت کے ساتھ کرتے تھے

اور وہ اہل کاران مصری جو عاملانہ اختیار رکھتے تھے اگر کبھی اپنے اوپر زحمت گوارا کر کے
نظار انگریز و فرانسیسی کی رپورٹ کو پڑھ لیتے تھے (حالانکہ یہ امر میرے نزدیک مشکوک ہے)
تو جو صلاح و مشورہ اور شکوہ و شکایت اسمین لکھا ہوتا تھا اُسپر ہرگز عمل نکرتے تھے اور
اپنے خانگی یا سرکاری کاروبار مین اُسکو دخل نہ دیتے تھے مگر الحمد للہ یہ تجربہ بیکار ضائع نہین
ہونے پایا۔ بلکہ جب یہ ضرور ہوا کہ علاقجات خاندانی کے انتظام مین بھی غیر ملک کے
آدمیون کو دخل دیا جاوے تو یہ قرار دیا گیا کہ جو اہل یورپ اسمین دخیل ہون اُنکو صرف
صلاح و مشورہ ہی دینے کا اختیار نہ رہے اور فقط تھوڑی سی نکتہ چینی ہی پر اکتفا نہ کیا کرین
بلکہ انکو عاملانہ اختیار اسقدر دیا جاوے کہ اُنکے احکام مصری اہل کارون کی موٹی کھال کے
اندر نفوذ کر کے تیر بہدف ہو جائین کیونکہ اُنپر خالی خولی عاملانہ نکتہ چینی کا کچھ بھی اثر نہوتا تھا
اور راولے قرضہ کے وقت جو اہم تغیرات عمل مین لائے گئے ہین حالات گذشتہ کے تجربے
سے کام لیا گیا اور اس تجربہ پر عمل کرنا سابق کی بہ نسبت اب اسوجہ سے آسان ہو گیا تھا کہ
اب اہل یورپ کو اُس خدیو سے سابقہ نہین رہا تھا جو اپنا ہی کہا کرتا تھا اور ذرا ذرا سی بات
مین جھوٹ موٹ آزردہ ہو جاتا تھا اسیوجہ سے دائرہ سنیہ کا انتظام علاقجات
خاندانی کے انتظام کے شامل کر دیا گیا اور دائرہ سنیہ کے نظار انگریز و فرانسیسی کو عاملانہ
اختیار دیا گیا ان سب باتون سے اُن لوگون کو نصیحت پکڑنی چاہیے جو بالفعل مصر کے
انتظام کو درست کرنے مین مصروف ہین۔

مگر ہم پوچھتے ہین کہ نظار انگریز و فرانسیسی کو جو عاملانہ اختیار دیا گیا تھا وہ کسقدر
کامیابی کے ساتھ عمل مین لائے ہین اکثر وہ لوگ جو دائرہ سنیہ و علاقجات خاندانی
کے ذخیرہ پر قابض تھے اور جو کیفیت اصلی ان مقامون کی جانتے تھے جو انکو دی گئی تھین نقص ع
پہلے اپنے دل مین بڑی بڑی امیدین رکھتے تھے اور انکے دلائل بادی النظر مین صحیح معلوم
۱۴۰ ہوتے تھے۔ وہ یہ دلیل کرتے تھے کہ جب یہ علاقے رشوت ستان مصریون کے زیر انتظام

تھے البتہ اس زمانہ مین تو اُسے اتنی آمدنی نہ ملتی تھی جتنا روپیہ اُنمین خرچ ہوتا تھا اور جتنی
مشقت و جانکاہی کرنی پڑتی تھی مگر جب اُنمین اہل یورپ کا عاقلانہ اور مدبرانہ انتظام ہوگا
تو وہی نتیجہ پیدا ہوگا یعنے تب تو چاہیے کہ اتنا منافع حاصل ہو کہ معمولی خرچ اور قرضہ کا سود بھی
ادا ہو جاے اور چند ہی مدت مین اصل قرضہ بھی ادا ہو جاے - اسکا حساب لگانا آسان ہے
کل مقدار اُن اراضیات کی جو گورنمنٹ کو دے دی گئین تقریباً نو لاکھ پچاس ہزار ایکڑ تھی
اور مقدار مذکور دائرہ اور علاقجات مین برابر مساوی منقسم تھی اور دونون قرضون پر
کل سود کی تعداد آٹھ لاکھ چھیاسٹھ ہزار پونڈ تھی - پس اگر ان اراضیات سے بحساب اوسط ۲۵
شلنگ فی ایکڑ کی نکاسی بھی اقل مراتب ہو تو قرضہ کا سود برابر ادا ہوتا رہیگا اور پھر
ایک مبلغ خطیر ہر سال اصل زر قرضہ ادا کرنے کے لیے بچ رہیگا - مگر ۲۵ شلنگ فی ایکڑ کا
اوسط بہت کم اور بالکل خلاف عقل ہے کیونکہ مصر مین اوسط درجہ کی زمین سے ۸۰ شلنگ
فی ایکڑ کی نکاسی ہوتی ہے اور اول درجہ کی زمین سے تو تقریباً اسکے دوچند نکاسی
ہوتی ہے مگر ایک جزو اعظم اراضیات مشمولہ دائرہ سنیہ و علاقجات خاندانی کا
(مخالفین جو چاہین اسکے خلاف کہین) اوسط درجہ کی زمین سے یقیناً بہتر و برتر ہے
اور اُنمین سے بعض اراضیات تو بہت ہی عمدہ ہین اور جو مالگزاری اُنپر لیجاتی ہے
وہ اوسط سے بہت کم ہے - اگر اُسکے خلاف ہوتا تو تعجب کا مقام تھا کیونکہ اسمعیل پاشا
گویا اپنے وقت کا لقمان تھا اور ایمانداری اور دیگر اوصاف حمیدہ کا خیال اُسکو وہی بھی
وجہی تھا لہٰذا وہ عمدہ زمین چُن لیتا تھا اور اُسکی مالگزاری بھی بہت معتدل مقرر کرتا تھا بلکہ
اُسنے یہانتک کیا تھا کہ اپنی بعض اراضیات کو خراجی سے عشوری کرکے اُنکے مصارف سے
بار کو بہت کم کر دیا گویا اُس سے خزانہ عامرہ کا نقصان ہوا - یہ سچ ہے کہ منتظمان حال بعض وقت
یہ شکایت کرنے لگتے ہین کہ ہم پر غیر واجب بار ڈالا گیا ہے مگر یہ امر قطعی طور سے ثابت
کرنا بہت آسان ہے کہ اقل مراتب خدیو کی اکثر رعایا کے مقابل ہین تو وہ کوئی وجہ حجت

شکایت کرنے کی نہین لکھتے ہین۔ کیونکہ آپ ملاحظہ کرین کہ مصر کا کل خراج اراضی باون
لاکھ چھتیس ہزار پونڈ ہے اور اراضی مزروعہ کا رقبہ سینتالیس لاکھ اٹھاون ہزار فدن ہے
(فدن کو ایکڑ کا مرادف سمجھیے) پس مالگذاری بحساب اوسط ایک پونڈ فی ایکڑ سے بہت
زیادہ ہوئی لیکن اراضیات مشمولۂ دائرۂ سنیہ و علاقجات خاندانی اگرچہ اوسط درجہ کی
زمین سے کہین بہتر ہین تاہم نو لاکھ تیس ہزار فدن پر صرف چار لاکھ چھیاسٹھ ہزار پونڈ مالگذاری
لیجاتی ہے یعنے فی فدن تقریباً دس شلنگ پس ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا
خرچ ہوکر اس کچے تخمینہ مین ہم نے اٹھارہ عالیشان شکر کے کارخانون اور پندرہ روئی صاف
کرنے کی کوٹھیون اور ریلون اور دخانی کلون اور پانی نکالنے کی کلون اور دودکش ہلون
اور دیگر اسباب و آلات کو جنھین ہمین معلوم کے لاکھ پونڈ خرچ ہوا ہوگا نہین شامل کیا ہے
جو لوگ اصل رقم قرضہ کے جلد ادا ہوجانے کی امید رکھتے تھے وہ اس امید کی ایک دلیل
یہ بھی بیان کرسکتے تھے۔

مگر تجربہ سے اس امید مین بڑی لغزش پڑگئی ہے۔ **علاقجات خاندانی** کا انتظام ص ۳۵
نیم یورپین اور نیم مصری ہے۔ (آدھا تیتر آدھا بٹیر) جب یہ انتظام جاری ہوا تو صرف
چودہ مہینہ تک (یکم اکتوبر ۱۸۷۸ء سے ۳۱ دسمبر ۱۸۷۹ء تک) تو منتظم صاحبان نے اپنے
فرائض کو ادا کیا۔ مگر اسکے بعد سے انکو برابر گھاٹا پڑ رہا ہے جسکو اُنھون نے اپنے کلام فصیح و
بلیغ مین "غیر کافی آمدنی" کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ جس رقم سالانہ کو ادا کرنے کی امید ہے
اُنکی تفصیل یہ ہے کہ (۲۵۰۰۰۰ پونڈ) بابت مالگذاری اراضی۔ (۴۲۵۰۰ پونڈ) بابت سود قرضہ
اور سرمایہ مستقل کے لیے ایک رقم معین (۴۲۵۰۰ پونڈ) میزان (۱۷۵۰۰ پونڈ) مگر اوسط
مالگذاری بابت تین سالہاے گذشتہ کے صرف ۲۸۰۰۰۰ پونڈ ہے پس "غیر کافی آمدنی" کا
سالانہ بحساب اوسط تقریباً ۲۲۷۰۰ پونڈ ہوئی ہے مگر دائرہ سنیہ کے انتظام سے علاقجات
خاندانی کے انتظام کی نسبت کچھ زیادہ فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ دائرہ کے منتظمون کو ابتدا

مین ایک ایسی رقم کثیر لگی تھی جسکی مدد سے وہ اب تک اپنے فرائض کو برابر ادا کر رہے
ہین۔ مگر امسال انکو بھی بڑا گھاٹا پڑیگا اور اس امر کا سخت اندیشہ ہے کہ سال الماسے یا ۱۹
مین اگر اور واقعی تغیرات دائرہ کے انتظام مین نہ کیے جائینگے تو اکثر گھاٹا پڑیگا۔

سچی بات یہ ہے کہ جو بیجا امیدین ان زود فریب و زود لاغر صاحبون کو ہوئی
تھین جنکا ذکر سابق مین کیا گیا وہ صریح مغالطون اور محض فرضی و خیالی باتون پر مبنی تھین
انمین سے ایک مغالطہ کی کیفیت مین تمثیلاً بیان کرتا ہون۔ اُن صاحبون کا یہ قول تھا کہ
اہل یورپ کی خوش انتظامی سے ان علاقون کی آمدنی اُس سے بہت زیادہ ہو جائیگی جتنی
مصریون کی بدانتظامی کے زمانہ مین ہوتی تھی نفس الامر مین ایسے قیاسات بالکل غلط تھے۔
اسمعیل پاشا کے عہد مین جو بدعت و ضلالت تھی اگر اُسکو از روے قانون اخلاق دیکھیے تو
بیشک لائق افسوس ہے لیکن اگر اخذ زر کے لحاظ سے دیکھیے تو ان علاقون کے حق مین
بہت مفید تھی کیونکہ اسمعیل نے سارے ملک کے کاشتکارون کے فوائد کو اپنے سے تصدق
کر دیا تھا یعنے اگر اُسکو کوئی نہر کھدوانی منظور ہوتی تھی تو وہ رعایا سے بیگار کا کام لیتا تھا
اگر قحط آب ہوتا تھا تو سب سے پیشتر خدیوی علاقون کے لیے پانی مہیا کیا جاتا تھا۔ اگر
مزدورون کی ضرورت ہوتی تھی تو جتنے قلی درکار ہوتے تھے انکو قرب و نواح کے
دیہات کے شیوخ فوراً مہیا کر دیتے تھے۔ اگر کلین یا ریلین یا کشتیان گھس گھس کر ناقص ہو جاتی
تھین تو انکو گورنمنٹ نئی سمجھکر خرید لیتی تھی۔ اگر کسی شخص کو خدیوی علاقے کے
کسی منتظم پر کوئی دعوے ہوتا تھا تو وہ بیچارہ برسون ایڑیان رگڑا کرتا تھا۔
اور کوئی قاضی مفتی نہ ملتا تھا جو اُسکی فریاد کو سُنتا۔ خیر۔ خدیو کی مطلق العنانی کے
زمانہ مین تو مصر کی یہ کیفیت تھی۔ لیکن اب دیکھیے کہ اہل یورپ کے عاقلانہ انتظام
سے کیا کیفیت اس ملک کی ہو گئی ہے۔ اب اگر کوئی نہر کھدوانی پڑتی ہے
تو قلیون سے مزدوری دے کر کھدوائی جاتی ہے۔ اگر پانی کی قلت ہوتی ہے

تو دائرہ سنیہ اور علاقجات خاندانی کو ایک مقدار واجبی سے زیادہ پانی نہین ملتا
بلکہ اگر مہتمم صیغہ تعمیرات سرکاری یا اس صیغہ کے اور کسی عہدہ دار اہل کار کے اغراض
علاقجات مذکورہ کے اغراض سے خلاف ہوتے ہین تو ان علاقون کو غالباً مقدار واجبی سے
بھی کم پانی نصیب ہوتا ہے۔ اگر ہرواہون کی ضرورت ہوتی ہے تو انکو نرخ بازار کے
موافق مزدوری دینی پڑتی ہے۔ اگر کلین یا بیلین یا کشتیان بے مرمت یا از کار رفتہ ص ۳۴
ہو جاتی ہین تو انکی مرمت گورنمنٹ کے خرچہ سے کرا دی جاتی ہے یا اُسکے بدلے
اور کلین وغیرہ گورنمنٹ کے خرچ سے لے لی جاتی ہین۔ اگر کسی مصری کو دائرہ سنیہ
یا علاقجات خاندانی کے کسی منتظم پر کچھ دعوے ہوتا ہے تو اُسکے مقابل مین بھی
مصری کو عدالت سے چارہ جوئی کا ویسا ہی موقع حاصل ہے جیسا اور مالکان اراضی پر عموماً
نالش کر سکتا ہے بلکہ بعض اوقات تو منتظمان دائرہ و علاقجات کو اور زمینداروں سے
بھی زیادہ مشکل پڑتی ہے مثلاً منتظمان مذکورین یہ خوب جانتے ہین کہ تھوڑی سی بخشش
دینے سے بہت سا پانی مل سکتا ہے یا ایک قرضخواہ کے تقاضے سے ہماری جان
بچ سکتی ہے اور دل مین سے تو زمینداروں کو جب ایسی دقتین پیش آتی ہین تو ویسی ہی
تدبیر کرکے وہ اپنی جان بچاتے ہین۔ مگر منتظمان دائرہ و علاقجات چونکہ اہل یورپ
ہین اور روشن ضمیر کہلاتے ہین اور انکو آنہ آنہ اور پائی پائی کا حساب بالاعلان دینا
پڑتا ہے لہذا انکو یہ امر گوارا نہین ہے کہ اپنی آمدنی مین سے اہلکاران سرکاری کو پانی کے عوض مین
رشوت دیکر اپنے مطلب کے موافق فیصلہ کرا لیا کرین۔ یہ بات تو مین خود تسلیم کرتا ہون کہ
اگر مصر کا سارا انتظام اور کل دائرہ اخلاق بے ایمانی و رشوت ستانی کے خس و خاشاک سے
پاک اور صاف کر دیا جائے تو ان علاقون کا انتظام اس خوش اسلوبی سے ہو سکتا ہے
کہ انکی آمدنی اُس سے بہت زیادہ ہو جائے جسقدر اسمعیل پاشا کے عہد مین ظلم ستانی اور
ناانصافی سے حاصل ہوتی تھی مین صرف یہ حجت کرتا ہون کہ مصر جیسے ملک مین ایک

مطلق العنان اور بے لگام اور حریص حاکم جسکی غیر مقید مرضی قانون کی قوت رکھتی ہے
ان علاقون سے اس سے زیادہ روپیہ کھسیٹ سکتا ہے جتنا کمزور اور ایماندار یورپین
منتظم تحصیل کر سکتے ہین - اسمین کیا شک ہے کہ جس ملک کا انتظام ٹھیک ہو اور جہان
ایماندار آدمی کی مدد کو قانون اور ایک فوج کی فوج فہمیدہ اور سنجیدہ اہلکاران سرکاری کی موجود
ہو وہان ایمانداری سے بہتر کوئی حکمت عملی نہین ہے - مگر جس ملک مین بدانتظامی کی شدت
اور رشوت ستانی کا زور ہو وہان سچا ایماندار آدمی ایسا ہے جیسے سرد ملک کا جانور گرم ملک
مین یا کوئی نازک درخت ناموافق آب وہوا مین - یہ ایک امر واقعی ہے (جو کسی کے مٹائے
مٹ نہین سکتا) کہ جب کوئی شخص چورون اور بدمعاشون مین رہتا ہو اور اسکی جان
مال بچانے کو پولیس بھی نہو تو ایمانداری کے مزہ سے شاید اسکا دل ہی کچھ خوب واقف
ہو مگر ایمانداری سے اسکو روپیہ تو نہین ملتا -

خیر - اتنی کیفیت تو ان صریح مغالطون کی بیان کی گئی - اب کچھ حقیقت اُن قیاسی
اور فرضی باتون کی عرض کیجاتی ہے - یہ فرض کر لیا گیا تھا (اور بجا فرض کیا گیا تھا) کہ جو
لوگ روشنضمیر اہل یورپ کیطرف سے مصر مین منتظم یا ناظر مقرر ہوے ہین اور دو دو
تین تین ہزار پونڈ سالانہ تنخواہین پاتے ہین وہ خود بھی روشنضمیر ہونگے یعنے جن لوگون
سے یہ امید تھی کہ جاہل مصریون کو ان علوم عقلیہ اور ان صنائع و بدائع کے فوائد عملی بتاوینگے
جنکی بدولت انگلستان اور فرانسیس کی صنعت و حرفت اور تجارت کو یہ عظمت حاصل
ہوئی ہے وہ لوگ خود بھی علوم عقلیہ اور صنائع و بدائع مین استعداد رکھتے ہونگے - مگر
افسوس ہے کہ اس فرضی بات کی تصدیق از روے تجربہ بہت کم ہوتی ہے جو لوگ انگلستان
اور فرانس کیطرف سے مصر مین منتظم مقرر ہوکے ہین وہ سب ایماندار تھے اور اپنے مشکل فرائض منصبی
کو ایمانداری سے بجا لانا چاہتے تھے مگر سواے ایک شخص کے اور کسی مین اتنی استعداد علمی یا صنعت
و حرفت مین اتنی لیاقت رکھتا تھا کہ ایسے سخت و صعب علون کو طے کرکے سرخروئی حاصل کرتا

اور جہان تک مین واقف ہون انہین سے کوئی شخص بھی اس عہدہ کی انتظامی لیاقت نہ رکھتا تھا جسکے باعث سے بعض اوقات صنعت وحرفت سے لاعلمی کی مکافات ہو جاتی ہے مین یہ بھی خوب جانتا ہون کہ انگلستان مین ایسے لوگ بھی ہین جو استعداد علمی رکھنا یا صنعت وحرفت سے واقف ہونا ایسے عہدہ کے لیے غیر ضروری بلکہ مضر سمجھتے ہین اور جو محکمۂ فوج بری اور محکمۂ فوج بحری کو اپنی اس راے کی دلیل قطعی گردانتے ہین۔ مگر مین انکی اس راے سے اتفاق نہین کرتا کیونکہ مین نے مانا کہ جو انگریز فن سپاہگری مین الف کے نام بے بھی نہ جانتا ہو محکمۂ فوج بری کے سکرٹری کا کام اس جرنیل سے بہتر انجام دے سکتا ہے جو بڑی بڑی لڑائیان سر کر چکا ہو اور اس انگریز کا چچا یا چچازاد بھائی جسنے آہنی جہاز کی کبھی صورت بھی نہ دیکھی ہو محکمۂ فوج بحری کا انتظام اس لیاقت سے کر سکتا ہے کہ اچھا خاصا تعلیم یافتہ امیر البحر بھی ایسا انتظام اس محکمہ کا نہ کر سکے گا۔ خیر۔ یہ سب تو مین نے تسلیم کیا مگر مین پوچھتا ہون کہ اس سے مصر کے دائرۂ سنیلہ در علاقجات خاندانی کے انتظام کی نسبت کیا نتایج عملی نکل سکتے ہین اول تو انگلستان کا محکمۂ فوج بری اور محکمۂ فوج بحری صنعت وحرفت یا تجارت کے بڑے بھاری کارخانے نہین ہین حالانکہ دائرۂ سنیلہ در علاقجات خاندانی ایسے ہی عالیشان کارخانے ہین اور مین نے معتبر اشخاص کو یہ کہتے سنا ہے کہ اگر کوئی کارخانۂ تجارت اس طور سے چلایا جاے جس طور سے محکمۂ فوج بری اور محکمۂ فوج بحری مین کام ہوتا ہے تو لوگ اُسمین اپنا روپیہ نہ لگائین۔ ممکن ہے کہ لارڈ نارتھ بروک صاحب اور لارڈ ہارٹنگٹن صاحب جو ان دونون محکمون کے وزیر یا مدار المہام ہین بہت سی فاحش غلطیان کر جائین اور انکو خبر کافی آمدنی کیوجہ سے (یہی الفاظ منتظمان دائرہ وعلاقجات نے اپنی رپورٹ مین تحریر کیے ہین) مواخذہ کا اندیشہ نہو [illegible] انگلستان کی کونسل کا جو ممبر دائرہ یا علاقجات کے منتظم سے مشابہت تامہ

رکھتا ہے وہ وزیر خزانہ عامرہ ہے اور یہ عموماً تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جو صاحب اس
عہدہ پر ہون اگر وہ تھوڑا بہت علم حساب جانتے ہون اور ذرا ذرا فن سیاق
سے بھی واقف ہون تو انکی حساب دانی اور سیاق نمائی سے اُنکے ملک کو کچھ ضرر
نہ پہونچیگا ۔ سُنا ہے کہ ایک زمانہ مین انگلستان کی خوش نصیبی سے ایک ایسے صاحب
وزیر خزانہ عامرہ یا دیوان اعظم مقرر ہوے تھے جو ایک تقسیم کا حساب بھی نہ لگانا جانتے
تھے مگر وہ دن گئے جب خلیل خان فاختہ اُڑاتے تھے ۔ اب وہ زمانہ کبھی عود نہ کریگا ۔
اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جاے کہ اُس زمانہ کے زوال پر افسوس کرنا چاہیے تو بھی اُس سے
یہ نہین لازم آتا کہ منتظمان دائرہ سنیہ وعلاقجات خاندانی کو صنعت وحرفت کے
علم سے محروم رہنا واجب ہے کیونکہ انگلستان کے محکمے مصر کے محکمون سے کچھ مناسبت
نہین رکھتے ہین ۔ انگلستان مین جو شخص کونسل وزرا کا ممبر ہوتا ہے وہ ایک ملکی وقعت
رکھتا ہے اور جس صیغہ کا وہ مہتمم ہے اُسکے اور پارلیمنٹ کے درمیان واسطہ ہوتا ہے اور
جس صیغہ کا وہ افسر ہے اُسکی صرف عام نگرانی وہ کرتا ہے اور اگر وہ اس کام کی لیاقت
علمی نہین رکھتا ہے تو خیر کیا مضائقہ ہے صنعت وحرفت کے خبط سے تو بری ہوتا ہے
اور اُسکی ماتحتی مین جو اہل کار کام کرتے ہین وہ سب عمدہ تعلیم یافتہ لوگ ہوتے ہین جنکی لیاقت
اور دیانت داری پر وہ اعتماد کلی کر سکتا ہے لیکن جو انگریز یا فرانسیسی دائرہ سنیہ یا علاقجات
خاندانی کا منتظم ہو اُس بیچارے کی اور ہی کیفیت ہے ۔ اگر وہ کسی کا اعتبار کرے تو
غالباً دھوکا کھائیگا اور ندامت اُٹھائیگا لیکن اگر وہ خود وہ علم نہ رکھتا ہو جسکی ضرورت
ہے تو اُسکو خواہ مخواہ اورون پر بھروسا کرنا پڑیگا اور اپنے ماتحتون کی نگرانی کیا خاک کریگا
ورانحالیکہ وہ یہ جانتے ہین کہ ہم اپنے افسر کے سامنے لوگون کی کُھلی کُھلی کتھری کر لین اور
ش ۳۴ غلطیان کرین اور اُسکو مطلق محسوس نہ ہو کہ یہ کیا کر رہے ہین مین چند فہمیدہ و سنجیدہ
اور نیک نیت صاحبون کے نام لکھ سکتا ہون جو انگلستان مین محکمہ فوج بری کے سکرٹری